علمائے کرام و معاشی ماہرین کی تحریرات کی روشنی میں بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ اے ٹی ایم، ڈیبٹ، چارج اور خاص طور پر کریڈٹ کارڈ کے بارے میں اُردو زبان میں پہلی بار مُرتب، مُدلّل، باحوالہ اور نتیجہ خیز تالیف

تالیف
مفتی ابوالخیر عارف محمود صاحب
سابق اُستاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ
حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہ
حضرت مولانا نور البشر صاحب مدظلہ
حضرت مولانا رفیق احمد بالاکوٹی صاحب مدظلہ

مکتبہ عمر فاروق

کریڈٹ کارڈز

کا تعارف اور فقہی جائزہ

علمائے کرام و معاشی ماہرین کی تحریرات کی روشنی میں بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ اے ٹی ایم، ڈیبٹ، چارج اور خاص طور پر کریڈٹ کارڈ کے بارے میں اردو زبان میں پہلی بار مرتب، مدلل، باحوالہ اور نتیجہ خیز تالیف

تالیف

مفتی ابو الخیر عارف محمود صاحب

سابق استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ

حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہ

مکتبہ عمر فاروق

نام کتاب ---------------------------- کریڈٹ کارڈز
مؤلفہ ---------------------------- مفتی ابوالخیر عارف محمود صاحب
اشاعت اوّل ---------------------------- فروری 2015ء
تعداد ---------------------------- 1100
طابع ---------------------------- القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر ---------------------------- مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34594144 Cell: 0334-3432345
ای میل ---------------------------- Maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

مکتبہ معارف القرآن ۔ احاطہ دارالعلوم کورنگی کراچی 021-35031565
دارالاشاعت ، اردو بازار کراچی ---------------- 021-32631834
سعدی اسلامی کتب خانہ گلشن اقبال نمبر۲ کراچی 0333-2305791
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34927159
مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34130020
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ---------- 021-32212220
مکتبہ رشیدیہ ، سرکی روڈ کوئٹہ ------------ 081-2662263
کتب خانہ رشیدیہ ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد ------------ 041-2631204
مکتبہ رحمانیہ ، اردو بازار لاہور ------------ 042-37224228
مکتبہ سید احمد شہید ، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ ------- 092-3630594
مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

انتساب

بندہ اپنی اس کوشش و کاوش کو عالم اسلام کے ان علماء، مفکرین، اہل قلم اور سرفروشانِ امت کے نام منسوب کرتا ہے، جو آج کے عالمی طاغوتی و دجالی نظام اور اس کے بطن سے جنم لینے والی سودی معیشت کو شکست و ریخت سے دو چار کر کے احیائے خلافت اور معیشت کے اسلامی احکام کے عملی نفاذ کے لیے اپنے گفتار و کردار، فکر و قلم اور لہو کے نذرانے پیش کرتے ہوئے سرگرم عمل ہیں، اللہ عز و جل ان مخلصین کی بے لوث قربانیوں کو شرفِ قبولیت سے نواز کر امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ کے لیے بار آور فرما دے، آمین، ثم آمین۔

ابوالخیر عارف محمود

حال وارد

مدرسہ فاروقیہ و جامع مسجد فاروق اعظم، کشروٹ گلگت

۳۵/۶/۲۵ھ - ۱۴/۵/۵۲ام

فہرست مضامین

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، ومجمع الفقہ الاسلامی الہند)

عکس تقریظ

Khalid Saifullah Rahmani

خالد سیف اللہ رحمانی

کریڈٹ کارڈ

پیش لفظ

یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں جب سے انسان موجود ہے، کسب معاش کا عمل جاری ہے اور ایک ایسا نظام موجود ہے جس کے ذریعہ سرمایہ کا لین دین ہو اور اشیاء ضرورت کا تبادلہ ہو، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صاف ستھرے معاشی نظام میں سود کی شمولیت بہت پہلے سے ہو چکی تھی، کیونکہ اس کی بنیاد ظلم پر ہے، اور اللہ تعالی نے انسان کو ظلوم وجہول بنا کر پیدا کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قدیم ترین مذہبی کتابوں میں سود کی ممانعت کا ذکر موجود ہے۔ لیکن سترہویں صدی سے پہلے پہلے تک سود کبھی نظام معیشت کی بنیاد نہیں بنا۔ جب سے معاشی نظام یہودیوں کے ہاتھ میں گیا اور سرمایہ دارانہ نظام کی داغ بیل پڑی، تب سے سود کو معاشی نظام کے جزو کی حیثیت دے دی گئی، اور آہستہ آہستہ اس تصور کو ترقی دی گئی، یہاں تک کہ اب کہا جاتا ہے کہ سود کے بغیر کوئی معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا، کیمونزم کا خاتمہ حالانکہ اس کے غیر فطری اصولوں کی بنا پر ہوئی لیکن اس کو سرمایہ دارانہ نظام کی فتح تسلیم کر لیا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی خصوصیت دولت کا ارتکاز اور اس کے لیے ضرورت مندوں کا استحصال ہے، اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے رہے ہیں، عام طور پر اگر شروع ہی میں قرض گیرندہ پر سود کی شرط لگا دی جائے تو وہ اس سے بچنا چاہتا ہے۔ اس لیے ایک ایسی صورت وضع کی گئی جس میں ابتدائی مرحلہ میں سود نہ ہو اور ایک مخصوص مدت کے اندر قرض ادا کرنے کی صورت میں سود ادا نہ کرنا پڑے، تاکہ قرض دینے والے کی حوصلہ افزائی ہو، اور وہ زائد از ضرورت خریداری میں مبتلا ہو جائے، یہاں تک کہ بالآخر سود ادا کرنا پڑے، کریڈٹ کارڈ اسی کوشش کی عملی تشکیل ہے، جس میں کارڈ ہولڈر میں سے نوے فیصد سے بھی زائد افراد سود ادا کرتے ہیں، بلکہ کمپنی اس گاہک کو شریف گاہک سمجھتی ہے، جو ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے سود ادا کرے۔

اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے محب عزیز مولانا ابوالخیر عارف محمود (بارک اللہ فی علمہ وجہودہ) کو کہ انہوں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کے زیر سرپرستی کریڈٹ کارڈ جیسے موضوع پر قلم اٹھایا، جس میں اس وقت ابتلاء عام ہے اور انہوں نے تفصیل سے مسئلہ کی نوعیت، اس کے پس منظر، اس سلسلہ میں شریعت اسلامی کے بنیادی تصورات، نیز فقہی تطبیقات کا احاطہ کرتے ہوئے موضوع پر روشنی ڈالی اور اس سے متعلق تمام پہلوؤں کو واضح کیا۔ اگرچہ راقم الحروف اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے پورے مسودہ کا مطالعہ نہیں کر سکا، لیکن یہ حقیر فہرست مضامین، فہرست مراجع، مصنف کی بحث وتحقیق کا خلاصہ اور مختلف مقامات سے جستہ جستہ مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر ایک چشم کشا تالیف ہے، اور مولف کو اللہ تعالی کی طرف سے صحیح نقطہ نظر تک پہنچنے کی توفیق میسر آئی ہے۔ غالباً اردو زبان میں اب تک اس موضوع پر اتنی تفصیلی کتاب نہیں آئی تھی، میں اس اہم خدمت پر مصنف کو مبارکباد دیتا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرمائے اور یہ اصحاب ذوق کی آنکھوں کا سرمہ بنے۔

واللہ ہو الموفق وہو المستعان

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، ومجمع الفقہ الاسلامی الہند)

مورخہ: ۲ / شعبان ۱۴۳۵ھ

مطابق: ۵ / جون ۲۰۱۴ء

Bait ul-Hamd, H No 16-132/1, Quba Colony, P.O. Pahadi Sharif, Hyderabad, 500 ... (A.P.) INDIA Ph +91 40 20.2271 Mobile +91 9559642747
Email ksrahmani@yahoo.com Website www.khalidrahmani.com

تقریظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، ومجمع الفقہ الاسلامی الہند)

یہ بات ظاہر ہے کہ دینا میں جب سے انسان موجود ہے، کسب معاش کا عمل جاری ہے اور ایک ایسا نظام موجود ہے جس کے ذریعہ سرمایہ کا لین دین ہو اور اشیاء ضرورت کا تبادلہ ہو، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صاف ستھرے معاشی نظام میں سود کی شمولیت بہت پہلے سے ہو چکی تھی، کیونکہ اس کی بنیاد ظلم پر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو مظلوم وجہول بنا کر پیدا کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قدیم ترین مذہبی کتابوں میں سود کی ممانعت کا ذکر موجود ہے۔ لیکن سترہویں صدی سے پہلے پہلے تک سود کبھی نظام معیشت کی بنیاد نہیں بنا۔ جب سے معاشی نظام یہودیوں کے ہاتھ میں گیا اور سرمایہ دارانہ نظام کی داغ بیل پڑی، تب سے سود کو معاشی نظام کے جزء کی حیثیت دے دی گئی اور آہستہ آہستہ اس تصور کو ترقی دی گئی، یہاں تک کہ اب کہا جاتا ہے کہ سود کے بغیر کوئی معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا، کیمونزم کا خاتمہ حالانکہ اس کے غیر فطری اصولوں کی بنا پر ہوا۔ لیکن اس کو سرمایہ دارانہ نظام کی فتح تسلیم کرلیا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی خصوصیت دولت کا ارتکاز اور اس کے لیے ضرورت مندوں کا استحصال ہے، اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے رہے ہیں، عام طور پر اگر شروع ہی میں قرض گیرندہ پر سود کی شرط لگادی جائے تو وہ اس سے بچنا چاہتا ہے۔ اس لیے ایک ایسی صورت وضع کی گئی، جس میں ابتدائی مرحلہ میں سود نہ ہو اور ایک مخصوص مدت کے اندر قرض ادا کرنے کی صورت میں سود ادا نہ کرنا پڑے، تا کہ قرض دینے والے کی حوصلہ

افزائی ہو، اور وہ زائد از ضرورت خریداری میں مبتلا ہو جائے، یہاں تک کہ بالآخر سود ادا کرنا پڑے، کریڈٹ کارڈ اسی کوشش کی عملی تشکیل ہے، جس میں کارڈ ہولڈر میں سے نوے فیصد سے بھی زائد افراد سود ادا کرتے ہیں، بلکہ کمپنی اس گاہک کو شریف گاہک سمجھتی ہے، جو ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے سود ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محبّ عزیز مولانا ابوالخیر عارف محمود (بارك الله في علمه وجهوده) کو کہ انہوں نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کے زیر سرپرستی کریڈٹ کارڈ جیسے موضوع پر قلم اٹھایا، جس میں اس وقت ابتلاء عام ہے اور انہوں نے تفصیل سے مسئلہ کی نوعیت، اس کے پس منظر، اس سلسلہ میں شریعتِ اسلامی کے بنیادی تصورات، نیز فقہی تطبیقات کا احاطہ کرتے ہوئے موضوع پر روشنی ڈالی اور اس سے متعلق تمام پہلوؤں کو واضح کیا۔ اگرچہ راقم الحروف اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے پورے مسودے کا مطالعہ نہیں کرسکا، لیکن یہ حقیر فہرست مضامین، فہرست مراجع، مصنف کی بحث و تحقیق کا خلاصہ اور مختلف قامات سے جستہ جستہ مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر ایک چشم کشا تالیف ہے اور مؤلف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح نقطۂ نظر تک پہنچنے کی توفیق میسر آئی ہے۔ غالبًا اردو زبان میں اب تک اس موضوع پر اتنی تفصیلی کتاب نہیں آئی تھی، میں اس اہم خدمت پر مصنف کو مبارکباد دیتا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اوش کو قبول فرمائے اور یہ اصحابِ ذوق کی آنکھوں کا سرمہ بنے۔

والله هو الموفق وهو المستعان

(حضرت مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی (دامت برکاتہم العالیہ)

مورخہ ۶ رشعبان ۱۴۳۵ھ

تقریظ

حضرت مولانا نور البشر محمد نور الحق صاحب مدظلہ

(استاذ الحدیث علومہ و مدیر معہد عثمان بن عفان)

Noor-ul-Bashar
• Ustazul-Hadith Jamia Farooqia, Karachi
• Principal and president of
Ma'had Usman Bin Affan Karachi

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث علومہ و مدیر معہد عثمان بن عفان

Date 06-03-2014
Ref A-005-05-2014

التاریخ ٤-٠٧-١٤٣٥ھ
الرقم الف-٤-٠٠٤-٠٤-٢٠١٤م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد النبي الأمي الأمين، وعلى آله وصحابته وتابعيهم ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وبعد! عزیز گرامی مفتی محمد عارف سلمہ اللہ تعالیٰ نے کریڈٹ کارڈز اور اس قسم کے دیگر کارڈز کی شرعی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لیے مذکورہ تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے، اس کی علمی و فقہی حیثیت پر احقر کسی بھی قسم کے کلام سے معذور ہے کہ یہ بندہ کا میدان نہیں ہے تاہم اس سلسلہ میں اصحابِ فقہ وافتاء صحیح رائے دے سکیں گے، تاہم عزیز موصوف کی محنت، جمع واستقصاء اور پھر ہر بات کو باحوالہ ذکر کرنے کی کوشش قابلِ داد اور قابلِ قدر ہے۔ امید ہے کہ اہل علم کے درمیان یہ محنت پذیرائی حاصل کرے گی۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کے علم و عمل میں برکت دے اور مفید سے مفید تر دین کی مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وکتبہ

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث علومہ و مدیر معہد عثمان بن عفان

41/25-28,36/B,Landhi,Karachi-75160,Pakistan
Tel:(+92-21)38411388 Cell: (+92)3212492164

رائے گرامی

مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

(سابق استاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی، رئیس جامعہ صدیقیہ کراچی)

باسمہ تعالیٰ

الحمد لله، والصلاة على أهلها.

حمد صلاۃ کے بعد! اہل علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ اللہ پاک نے شریعت محمد یہ کو جس جامعیت اور کمال سے نوازا ہے وہ کسی اور دین و مذہب میں قطعاً نہیں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ نت نئے مسائل اور جدید پیش آمدہ مسائل کا تذکرہ اور ہر ہر جزئیہ کا ذکر قرآن وسنت میں نہیں، بلکہ شریعت اسلامیہ کے نصوص میں غوطہ لگا کر فقہائے کرام نے وہ اصول وضوابط نکالے ہیں کہ قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل ان میں موجود ہے، نیز یہ بھی بدیہی بات ہے: "النصوص محدودة و الحوادث ممدودة" کہ مسائل کا دائرہ بہت وسیع ہے اور نصوص شریعت بالکل محدود ہیں، ایسی صورت حال میں اجتہاد و استنباط ایک فطری امر ہے، اللہ تعالیٰ فقہائے حنفیہ کو غریقِ رحمت کردے کہ جنہوں نے فقہ تقدیری کا باب کھول کر ہزاروں، بلکہ لاکھوں مسائل کا حل امت کے لیے آسان کردیا۔

نئے پیش آمدہ مسائل میں اختلاف بھی ایک فطری امر ہے، کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ بھی ایک نیا مسئلہ ہے، جس کے جواز اور عدم جواز میں علماء کرام اور مفتیان عظام کا شدید اختلاف ہے، برادر مکرم مفتی عارف محمود صاحب باصلاحیت اور مظبوط علم کے حامل ہیں، آپ نے دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ان کے دلائل اور ان کے تسلی بخش جوابات، نیز فریقین کے دلائل میں خوب محاکمہ فرمانے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا صحیح

استعمال جس میں انسان سود اور ربا سے بچ جائے نہیں ہے، یہ ساری تفصیلات آپ نے بیان فرمائی ہیں، اس بات کا عین امکان ہے کہ حضرت مؤلف کی کسی رائے سے اختلاف کیا جائے، لیکن فی الجملہ الحمد للہ! کتاب قابل دید ہے اور مصنف دامت برکاتہم قابل داد ہے، مشک آں است کہ خوش بیوید نہ آں کی عطار بگوید۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور مؤلف زید مجدہم کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنائے، آمین۔

(حضرت مولانا) منظور احمد مینگل (دامت برکاتہم)
رئیس جامعہ صدیقیہ کراچی

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی رفیق اَحمد بالاکوٹی صاحب دامت برکاتہم

(استاذ و نگران شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على سيدالمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أمابعد!

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے قبل اس کے استعمال کی اشیاء اور ضرورت کا سامان اپنے اندازے کے مطابق پیدا فرمایا اور زمین میں ودیعت کے طور پر محفوظ فرمایا، پھران اشیاء اور ساز و سامان کی طرف انسان کے دل میں میلان ورحجان بھی پیدا فرمایا، اور انسان نے ان خزائن پر اپنا حق ملک اور حق انتفاع قائم کیا، چناں چہ انسان اپنی رغبت کے مطابق ان قدرتی خزائن سے مستفید ہونے کے طور طریقے ایجاد کرتا چلا آ رہا ہے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کے زیر ملک اشیاء سے مستفید ہونے کو ضرورت سمجھا جانے لگا۔ چناں چہ اپنی مرغوب چیز کے حصول کی تگ ودو، اس تگ ودو کے طریقے اس کے وسائل و وسائط اختیار کرنے کا عمل ''بیع'' یا ''تجارت'' کہلاتا ہے، اشیائے ضرورت کو مبیع اور اس کے حصول کے ذریعہ کو بدل یا عوض کا نام دیا جاتا ہے۔

بیع یا تجارت کا یہ عمل چوں کہ فطری تقاضہ ہے، اس لئے بیع فطری تقاضے کے مطابق ہر دور میں رائج رہی ہے، البتہ بیع وشراء اور بدل رعوض کی شکلیں مختلف ادوار کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی ہیں، یہ سلسلہ قبل از اسلام بھی جاری رہا اور بعد از اسلام بھی رواج پذیر رہا، اور انسانی معاشرے کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ آگے ہی بڑھتا رہا اور اب

تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاہم قبل از اسلام اور بعد از اسلام ہر دور میں آسمانی تعلیمات کے پیروکار، تجار پر اپنی تجارت اور بیع وشراء میں کچھ شرعی، اخلاقی اور انتظامی پابندیاں عائد رہی ہیں، سابقہ ادیان کے پیروکار پہلے تو ان ہدایات کو تکوینی طور پر محفوظ نہیں رکھ سکے، یا پھر انہوں نے ایسی پابندیوں کو تجارتی پھیلاؤ کے سامنے رکاوٹ سمجھ کر پامال کر دیا، چناں چہ سود جیسے حرام عمل۔ جو تمام شریعتوں میں حرام تھا۔اس کی حرمت کو پامال کر کے رواج عام بنالیا، یہ طبیعتوں کے مسخ کا نتیجہ بھی تھا۔

لیکن ابدی اور آخری آسمانی دین، دینِ اسلام نے نزول وحی کے زمانے کی مروجہ تجارتی شکلوں کے احکام بتانے کے ساتھ ساتھ، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تجارت کے بنیادی احکام اور اسلامی تجارت کے امتیازی خصائص پوری شرح اور بسط کے ساتھ بیان کیئے اور ان احکام وامتیازی خصائص کو دینِ اسلام کے پیروکاروں نے محفوظ بھی رکھا، اور صدیوں سے ان کے مطابق دنیا میں تجارتی عمل فروغ پاتے پاتے ہم تک پہنچا، اسلامی ادوار کی شہادتیں یہ بتاتی ہیں کہ مسلمان تاجر کو اسلامی احکام کے مطابق تجارت کرنے میں کبھی کوئی عذر در پیش نہیں ہوا۔

مگر مغربی دنیا کے صنعتی انقلاب کے بعد جب مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے فکری وعملی سانچوں میں ڈھلی ہوئی تجارتی شکلوں نے مغرب سے نکل کر اسلامی وغیر اسلامی دنیا میں اندھا دھند رواج پایا اور نت نئی ایجادات کے ذریعہ دنیا کو مغربی طرز تجارت نے مسحور و مسخر بنالیا اور دنیا کی چمک کی خاصیت، فطری طور پر اسلامی وغیر اسلامی دنیا میں یکساں اثر پذیر ہوئی، تو اس اثر پذیری کا دائرہ عام مسلمان تاجر سے آگے بڑھ کر اسلامی مفکرین تک وسیع ہو گیا، چناں چہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی وضع کردہ تجارتی شکلوں اور ان

کی ایجادات کے بارے میں اسلامی مفکرین کی رائے بھی بٹ گئی۔

ایک طبقہ نے یہ رائے قائم کر لی کہ مغربی سرمایہ داری نظام چوں کہ شرعی، اخلاقی اور انتظامی پابندیوں سے آزادی پر مبنی تجارت کا بانی وحامی ہے، اس لئے مغربی طرز تجارت کی کوئی بھی شکل وصورت ہو، وہ اسلام سے ہم آہنگ ہو ہی نہیں سکتی، لہٰذا مغرب میں رائج یا وہاں سے درآمد شدہ ہر تجارتی شکل حرام ہی ہوگی، یہ طبقہ اپنی نیک نیتی کے باوجود دینی حمیت، خودداری اور خود کفالتی میں غیر ضروری حد تک جا پہنچا ہے۔

اس کے برعکس دوسرا طبقہ بالکل مخالف سمت میں پرواز کرنے لگا، جنہوں نے یہ نظریہ وعمل اختیار کیا کہ مغرب نے تجارت سے متعلق جو فکر اور شکل ہمیں عطا کی ہے اسے اسلامی دنیا میں اسلامی لبادہ فراہم کیا جائے اور ہر تجارتی شکل کو اسلام سے ہم آہنگ باور کرایا جائے، چناں چہ اس طبقہ نے ہر مغربی تجارتی شکل کی فقہی تخریجات کی صورت میں ایسی خدمات انجام دیں کہ دنیا یہ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور ہوگئی کہ مغربی نظام درحقیقت اصلی نظام حیات ہے، جبکہ اسلام، مغربی نظام کا تابع محض ہے اور دین اسلام کا دامن تجارتی ومالیاتی نظام کے احکام سے العیاذ باللہ عاری تھا، عاری ہونے کا وہم اس لئے پختہ ہونے لگا کہ ہمارے مفکرین کے اس طبقہ نے مغربی سرمایہ داری نظام کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تجارتی ومالیاتی شکلوں میں ذرہ بھر ردوبدل کرنے کے بجائے اسلامی تجارت کے مختلف احکام میں تراش خراش کی خدمت انجام دے کر مغربی نظامِ تجارت سے ہم آہنگ کرنے کی سعی پر اکتفاء فرمایا، جس سے لازمی نتیجہ کے طور پر یہی سمجھا گیا کہ اسلامی احکام العیاذ باللہ! ناقص اور مغربی نظام کاملیت کی تصویر ہے۔ مثال کے اس طبقہ نے بینک کو اسلامی بنانے کے لئے پہلی اینٹ یہ رکھی کہ قرآن وسنت میں جس سود (ربا) کو حرام قرار دیا ہے، وہ زمانہ جاہلیت والا ''ربوا'' تھا، موجودہ ''بینک انٹرسٹ'' پر نہ تو ربا جاہلیت کی تعریف صادق آتی

ہے اور نہ اس ''ربا'' کی حرمت کے اسباب ومحرکات ''بینک انٹرسٹ'' میں پائے جاتے ہیں، اس لئے بینک انٹرسٹ ''سود'' نہیں ہے بلکہ منافع ہے، مگر دنیا بھر کے متدین ومتصلب علماء کرام نے بھرپور علمی توانائیاں صرف کرکے اس دھبے کو دامنِ اسلام سے دھونے کی خدمت انجام دی، اور الحمدللہ اپنی کوشش میں کامیاب رہے۔ مگر افسوس! فکری آلودگی کے جراثیم اسلامی دنیا میں پھیل چکے تھے اور وقتاً فوقتاً مختلف ناموں سے کچھ تجارتی ممیاں تیار ہو کر اسلامی لبادے میں رونما ہوتی رہیں، کبھی بینک کے معاملات کو سود کی بجائے شرکت ومضاربت پر مبنی معاملات قرار دیا، کیا کسی نے بینک کے سود کو ''قضاء حسن'' باور کرانے کی تگ ودو کی اور کبھی پی، ایل، ایس کے عنوان سے سود کو چور دروازہ فراہم کیا گیا اور کہیں اسلامی بینکاری پھر غیر سودی بینکاری کے نام سے حیلہ بازی کے ذریعہ سے سودی بینکاری کو خلعت اسلام سے مشرف ومزین فرمایا گیا اور اسلامی معیشت کی تجدید اور نئی ایجاد کا تمغہ بھی عطا ہونے لگا۔

الغرض بینکوں کی اسلام کاری کے ان تمام مراحل کی بنیاد وہی زاویہ فکر ہے جو اسلام اور مغرب کے درمیان ایسی تقریب کا روادار ہے، جس میں اسلامی نظام مغربی نظام کے پیچھے دوڑتا ہوا ظاہر ہو، بہرحال! اس زاویہ فکر سے سوچنے والے اسلامی مفکرین کے سامنے جب ''کریڈٹ کارڈ'' اپنے مخصوص خصائص وافادات کے ساتھ پیش ہوا تو انہوں نے اپنی روایتی خدمات انجام دیتے ہوئے اسے ہر حال میں جائز قرار دینے کے لیے اس کی فقہی تکییف شروع فرمادیں، کسی نے ''اسلامی کفالت'' کی جدید شکل قرار دیا، کسی نے ''حوالہ'' کے احکام منطبق کرنا شروع کردیئے، اس کے علاوہ ایسی متعدد مثالیں بھی موجود ہیں جن کی تفصیلات میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے۔

مگر یہاں صرف یہ سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ تجارت اور لین دین کی ہرنئی

شکل کو اسلام کا لیبل لگانے کا مذکورہ طرزِ عمل اسلامی خدمت سے زیادہ مغربی فکر و عمل کی خدمت ثابت ہورہا ہے، اس لئے اسلامی مفکرین کے ایک معتدل طبقے کو مذکورہ دو انتہاؤں کے بیچ کی راہ اپنانے کی ضرورت ہر دور میں پیش رہی ہے، لیکن جدید معاشی و تجارتی شکلوں کے متعلق ''بیان حکم'' کا حقیقت پسندانہ طرزِ عمل، ہمیشہ انتہاء پسندی کی متضاد کشاکشی میں دب جاتا رہا اور اب بھی تقریباً یہی صورت حال ہے، مگر الحمد للہ! راہ اعتدال کا راہرو طبقہ اپنے روایتی تسلسل کے ساتھ انتہا پسندانہ رویوں کے درمیان اپنی دینی ذمہ داری نبھاتا رہا ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ''کریڈٹ کارڈ (بینک کارڈ) کی تاریخ، تعارف اور فقہی جائزہ'' بھی ہے، جو جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کے استاذ اور شعبہ تصنیف و تالیف کے فعال و مستعد رکن برادرم مولانا عارف محمود صاحب حفظہ اللہ کی تالیف ہے، مؤلف محترم نے اپنی تالیف کے عنوان کے مشمولات و متعلقات کی بہترین فہمائش کے ساتھ ساتھ جدید و قدیم معاشی نظریات اور عرب و عجم کے بعض علماء کرام اور معاشی ماہرین کے بعض افکار سے تعرض بھی فرمایا، بالخصوص باب اول میں جدید و قدیم معاشی نظریات، مختلف ادوار میں رائج تجاتی شکلیں اور تجارت و تمویل کے فکری و نظری محرکات و عوامل اور ان کے مفاسد و محاسن کے پہلوؤں بھی زیر بحث لائے گئے ہیں، جس سے مقالہ اپنے عنوان سے آگے بڑھ کر دیگر عمومی مفید معلومات پر مشتمل ہے، اس سے استفادہ کے دوران میرا ذہن بھی مختلف ابحاث کو چھوتا ہوا یہاں تک آ پہنچا اور تحریر ہذا تمہید طولانی کا مظہر بنتی چلی گئی۔

ورنہ مختصر انداز میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ''کریڈٹ کارڈ'' سے متعلق ذکر کردہ تفصیل اور اس کا انداز فکر اس لحاظ سے منفرد کوشش ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا شرعی حکم بیان کرنے کے لئے نہ تو راہ تشدد میں ٹکریں مارنے پر اکتفاء کیا گیا اور نہ ہی شرعی، فقہی احکام کو

مغربی افکار کی ''سیوا'' کے لئے استعمال کرنے کی جسارت ہوئی۔ مؤلف محترم جہاں اہل علم کی روشن آراء سے ''لو'' لگا سکے وہاں واضح حکم بیان فرمادیا اور جہاں دھندلا پن محسوس کیا، یا بیان حکم میں فیصلہ مشکل ٹھہرا وہاں معاملہ اہل علم کے غور وخوض کے سپرد کر کے آگے نکل گئے۔

حزم واحتیاط کا یہ مظہر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زندہ کرامت ہے، ان کے ادارے سے وابستہ اہل علم کی کدوکاوش کا اس فکرِ سلیم کے اردگرد رہنا، فکری انحراف اور سلف بیزاری کے اس دور میں انتہائی قابلِ قدر ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اپنے اکابر اسلاف کے فکر وعمل کی پیروی نصیب فرمائے، اور عزیز القدر محترم مولانا عارف محمود صاحب مدظلہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے علم وعمل میں پختگی اور فکر میں اصابت وتصلب نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

والسلام

کتبہ

بندہ رفیق احمد بالاکوٹی (حفظہ اللہ ورعاہ)

یکے از خدام جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۴۳۵/۷/۲۸ھ

۲۰۱۴/۵/۲۸ء

تقریظ

حضرت مولانا ولی خان المظفر صاحب دامت برکاتہم

(سابق استاذِ حدیث ومدیر معہد اللغۃ العربیہ والدراسات الإسلامیہ جامعہ فاروقیہ کراچی،
رئیس المجمع العالمی للدعوۃ والادب الاسلامی، ورکن رابطۃ العالم الإسلامی، جدہ)

الحمد لله رب العالمين و الصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله و أصحابه أجمعين.

وبعد!

مفتی عارف محمود صاحب، جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل، متخصص اور استاذ ہیں، معہد اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیہ میں کئی سال تعلیم حاصل کر کے عربی زبان وادب میں بڑی مہارت کے مقام پر پہنچے ہیں، ان کے مقالات ومضامین اور تالیفات روز بروز نت نئے مسائل کے متعلق ہوتی ہیں، محققانہ اور مدققانہ شان سے لبریز ہوتی ہیں، ہمیں ان کاوشوں پر بجا طور پر فخر ہے، وضع قطع اور علم وعمل سے بھی ان کی علمی اور فکری گہرائی وگیرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وقار اور سنجیدگی اس پر مستزاد ہے۔

کریڈٹ کارڈ (بینک کارڈ) کے متعلق ان کی یہ تالیف اس باب میں ان شاء اللہ ایک وقیع اور تاریخی کام ثابت ہوگا، آج کے دور میں لوگ دلیل کی بات کرتے ہیں، روایت سے زیادہ درایت اور عقلانیت پر اعتماد کرتے ہیں، دونوں میں توازن رکھنا ضروری ہے، روایت پر زور دینے سے خارجیت اور درایت پر توجہ دینے سے باطنیت کی راہیں سامنے آتی ہیں۔

مفتی عارف صاحب کو اللہ تعالی مزید علم ومعرفت سے نوازے، ان کے مزاج میں توازن بھی ہے، دلیلم منطق، فہم ودانش اور عقل وبصیرت سے بات کرتے ہیں، اس

کتاب کو انہوں نے حسب سابق بڑی عرق ریزی سے تیار کیا ہے، موضوع کے متعلق تمام گوشوں پہ سیر حاصل گفتگو کی ہے، عرب وعجم علماء ومشائخ کی آراء واقوال سے کتاب کو خوب مزین کیا ہے۔

آج کی دنیا چوں کہ اقتصادی دنیا ہے، اس لیے اہل علم کو اس طرف توجہ دینا چاہیے، ہمارے ہاں مشکل یہ ہے کہ اقتصادیات کی بنیاد چوں کہ حساب وریاضی پر قائم ہے اور ہمارے نصاب میں یہ فن نہ ہونے کے برابر ہے، لیکن عارف صاحب دینی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ عصری علوم وفنون پر کافی دسترس رکھتے ہیں، چناں چہ ان کی یہ قدامت و جدت ان کی میزان کے دو پلڑے ہیں، مستقبل میں ان سے ان کے اساتذہ کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ان کی ذات، تالیفات، مقالات اور فکر ونظر کو حسن قبولیت سے نوازے اور ہم سب کے لیے اس میں دینی، دنیوی واُخروی عافیت، فلاح اور نجات ہو۔

وصلى الله على سيدنا محمد النبي العربي وعلى آله و صحبه و من والاه و سلم .

وأنا الأحقر الأفقر

ولی خان المظفر (حفظہ اللہ ورعاہ)

رئيس المجمع العالمي للدعوة و الأدب الإسلامي

۳۰ رجب/۱۴۳۵ھ---۲۹ مایو/۲۰۱۴م

تقریظ

ادیب اریب حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عظیمی صاحب دامت برکاتہم

(سابق استاذ ادب ومناظرہ ومدیر دراسات دینیہ جامعہ فاروقیہ کراچی،

مسئول تخصص فی الادب واستاذ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی)

مسلم مفکرین جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں تا قیامت عالم بشری کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور برق رفتار ترقی کی راہ پر گامزن، انسانیت کی ہمہ جہت رہنمائی کی صلاحیت کسی اور دین وسسٹم میں نہیں، بلکہ صرف اسلام میں ہے، تو ان کے اس دعوے کی تصدیق کے لیے برسر زمین کوئی ہے تو وہ صرف فقہاء، مجتہدین اور اہل علم وتحقیق ہی ہیں، جو شبانہ روز محنتوں اور قابل قدر کاوشوں سے پیش آمدہ اور ممکنہ مسائل کے ادراک کے بعد ان کا قابل قبول حل نکالتے ہیں، کہنے والے تو مدارس دینیہ کو طرح طرح کے الزامات دیتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہو کہ دین اسلام کے داعی اور دینی علوم کے حاملین کو علم، تحقیق کے میدان میں جو قائدانہ کردار ادا کرنا تھا وہ دیکھنے کو نہیں مل رہا، مگر ایک مسلمان کی دینی ضرورت کی تکمیل آج بھی علمائے دین بطریق احسن کررہے ہیں۔

آج کے زرق برق تمدن اور فتنہ سامانی سے لبریز تہذیب کے زمانے میں بھی اسلام کو ایک پرکشش شکل اور پرشکوہ منظر کے ساتھ پیش کرنے والے بھی فقط مدرسے کے فیض یافتہ علمائے اسلام ہیں، حکومتی مشینری اور مستقل وسائل نہ ہونے کے باوجود مسجد اور مدرسے کا مولوی صاحب قوم کے بچوں کو مفت دینی تعلیم اور تربیت بھی دے رہا ہے اور دار المطالعہ اور دار الافتاء میں بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کرکے اپنی دسترس کی حد تک جہاں

علم و دانش کا چپہ چپہ چھان مار کے لوگوں کو دینی مسائل کا حل بتانا اپنا فریضہ سمجھتا ہے، تو وہاں انہی علماء میں بعض اہم جدید اور دقیق مسائل کے لیے اطراف و اکناف کے ماہرین کی طویل المیعاد جانچ پڑتال اور طویل الذیل تحقیقات کے بعد کئی روز پر مشتمل سیمینارز میں سر جوڑ کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی بھی بے شمار مثالیں ہیں۔

جدید اکتشافات کا سہرا علمائے دین کے سر نہیں اور نہ ہی وہ اس کا کریڈٹ لیتے ہیں، مگر ان جدید ایجادات اور ان سے پیدا شدہ مسائل کے حل کے لیے دیندار مسلمانوں کی نظروں میں کوئی معقول فورم ہے تو وہ یہی مدارس ہیں، عصر حاضر کے علماء میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، مفتی تقی عثمانی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جیسے درجنوں علماء و مفتیان کرام جدید مسائل کے حوالے سے امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور نوجوان علماء و مدرسین میں بھی ایک بڑی تعداد تخصص اور افتاء کورس کے بعد خصوصاً اس میدان میں طبع آزمائی کر رہی ہے، انہی اصحاب میں ہمارے فاضل دوست مولانا مفتی ابوالخیر عارف محمود صاحب بھی ارباب ذوق کو محقق اور مفید مواد بہم پہنچانے اور میدان تحقیق میں تحریری جوہر دکھانے لگے ہیں، اب تک ان کی متعدد اہم موضوعات پر چند وقیع کتب منظر عام پر آچکی ہیں، خاص طور سے ''کشف الباری، کتاب الغسل'' پر محققانہ کام کے بعد اب معاشی نظریات کے تناظر میں بینک کارڈز (کریڈٹ کارڈ) سے متعلق یہ تحریر آپ کے سامنے ہے، اس میں بھی مولانا نے خوب محنت کی ہے، نہایت عرق ریزی، گہری تحقیق اور دقیق نظر سے کام لیا ہے اور موضوع کا اچھا تجزیہ اور احاطہ کیا ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے متعلق جاننے کے لیے صالح مسلمانوں کی ایک بڑی تعدا عرصے سے پریشان اور منتظر تھی کہ کوئی اچھی، سلیس اور جامع کتاب آجائے، مولانا نے

ضرورت پوری کردی ہے، ان کی یہ کتاب اہل علم اور عام مسلمانوں کے لیے یکساں افادیت کی حامل ہے، پڑھیے اور ان کے اسلوب کی داد دیجیے، اپنی معلومات میں قیمتی اضافہ کیجیے اور اس بارے میں گفتار کے ساتھ کردار کے غازی بنیے، اللہ تعالی ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور مؤلف کے لیے ذخیرہ آخرت بنادے، آمین۔

(مولانا) عزیز الرحمٰن عظیمی (مدظلہ)

تقریظ

حضرت مولانا سید ذکی احمد صاحب حفظہ اللہ ورعاہ

(سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی، ومتخرج جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، رئیس جامعۃ الامام البخاری کراچی)

اس زمانے میں جب کہ مروجہ اسلامی بینکاری اور اس کے مسائل کافی زیادہ مختلف فیہ ہو چکے ہیں اور بعض لوگوں نے اکابرین کی آراء کو سیاسی دنگل بنادیا ہے، ایسے حالات میں عزیز محترم مفتی عارف محمود صاحب کی یہ تصنیف اکابرین کی کی آراء کو جمع کر کے قارئین اور اہل علم حضرات کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، کسی بھی رائے پر ذاتی ترجیح مصنف کا ذاتی حق ہے، مگر اگلے کی رائے کا ادب واحترام لازم اور ضروری ہے، جس کا مفتی صاحب نے بہت اچھی طرح خیال رکھا ہے، مفتی صاحب کو ہم طالب علمی کے زمانے سے جانتے ہیں اور ان کی علمی صلاحیت کے معترف بھی رہے ہیں، مگر اس تصنیف نے مفتی صاحب کی علمی قابلیت پر مزید چار چاند لگا دیے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ مفتی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس علمی محنت کو وسیلہ مغفرت بنائے۔

(مولانا) سید ذکی احمد (حفظہ اللہ ورعاہ)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سمیع الرحمٰن صاحب مدظلہ

(استاذ ورفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس پروردگارِ عالم کے لیے جس کی تعریف وتوصیف کا کوئی حق ادا نہ کرسکا اور درود وسلام سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے نام گرامی کو زبان پر لانے سے پہلے ہزار دفعہ منہ کو مشک وعنبر سے دھونا بھی ناکافی ہے۔

امابعد!

جس طرح نبوت ورسالت کا آخری تاج سرور دو عالم کے سر پر سجایا گیا، اس طرح انسانیت کی راہنمائی کا آخری دستور یعنی قران کریم بھی آپ پر اتارا گیا، جو تا قیامت ہر زمان ومکان کے انس وجن کے لیے دستور حیات ہے۔ یہ ابدی شریعت زمانے میں نہیں ڈھلتی بلکہ زمانہ اس میں ڈھلتا ہے، چودہ سو سال سے اس آفتاب ہدایت کی کرنیں اہل نظر کی فکری ظلمتوں کو نور وحی سے منور کر رہی ہیں۔ اسی ابدی شریعت کا ایک جزو ''فقہ'' ہے، جسے روح شریعت اور ترجمان شریعت بھی کہہ سکتے ہیں، اس کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مجتہدین عظام اور علمائے کرام صدیوں سے اپنی فکر ونظر کی تمام تر توانائیاں اس پر صرف کرتے چلے آرہے ہیں، ایک ایک جزئیہ کو موضوع بحث بنانا، پیش آمدہ جدید مسائل کو جانچنا، پرکھنا اور ان کی شرعی حیثیت واضح کرکے امت کی راہنمائی کرنا کس قدر بلند ہمتی، وسعت مطالعہ اور قلب سلیم کا متقاضی ہے، اس کا فیصلہ عقلی گھوڑے دوڑا کر ہرگز بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں سلف کی کاوشیں اور خلف کی عرق ریزیاں محض توفیق الٰہی کا کرشمہ، شریعت محمدیہ کا اعجاز ہے اور اس ابدی دستور کی حفاظت کا تکوینی فیصلہ ہے۔

دوسری طرف سیکولر طبقہ ہے جن کے لبوں سے فقط ایک ہی صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے کہ علمائے کرام اجتہاد کیوں نہیں کرتے، معلوم نہیں کون سا مسئلہ ہے جس کا دروانہ ہوسکا اور کون سی شکل ہے جو سنگ گراں بن کر منزل میں رکاوٹ بن گئی ہے، اپنی بداعمالیوں کا بوجھ علمائے دین کی پشت پر لاد کر خود کو طفل تسلیوں سے دل بہلانے والے یہ لوگ درحقیقت ایسے اجتہاد کے خواہش مند ہیں جو حلال وحرام کی تمیز ختم کر کے اباحیت پرستی کا راستہ کھول دے، وگرنہ علمائے کرام نے ہمیشہ پیش آمدہ مسائل پر کھل کر بحث کی ہے، زیرنظر کتاب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مولانا مفتی عارف محمود صاحب ذوق تحقیق سے آشنا، وسیع المطالعہ، ذودنویس محقق ہیں، شاید کوہ ہمالیہ کی نسبت کا اثر کہ فکر بلند اور عزم مضبوط ہے، جس مضمون نے جہاں ذرا سا اکسادیا مولانا سے اشہب خامہ متحرک ہوکر اسی ایک نشست میں مضمون برآمد کرالیتا ہے۔

؎ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جامعہ فاروقیہ کراچی اور بالخصوص دارالافتاء کے مشّاق اساتذہ کرام کی راہنمائی نے مفتی صاحب کو علم کے بحر بے کنار کا غواص بنادیا ہے، زیرنظر کتاب ایک فقہی جزئیہ ہے، لیکن مفتی صاحب کے ذوق کا کرشمہ ہے کہ کتاب کی ضخامت تین سوصفحات سے بھی متجاوز ہوگئی ہے، مصادر ومراجع پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ مفتی صاحب نے کس کس لہر کا قطرہ کہاں کہاں سے کشید کر کے قارئین کو سیراب کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اخلاص کی دولت سے نوازے، مزید خدمت دین کی توفیق بخشے، آمین۔

(مفتی) سمیع الرحمٰن (صاحب مدظلہ)

۶۲/۵/۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

أما بعد!

تاریخی انسانی، خاص طور سے اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ سولہویں صدی میں خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد وجود پانے والا مغربی نظام تمام شعبہ ہائے زندگی میں طرح طرح کی نئی تبدیلیوں کا باعث بنا، نئی ایجادات نے انسان کو جدید سے جدید تر کی دوڑ میں لگا دیا، جس کی وجہ سے نئے سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظریات وجود میں آگئے، مذہب کو نجی معاملہ قرار دے کر عملی طور سے اسے انسانی زندگی سے بے دخل کیا گیا، سرمایادارانہ سوچ وفکر کے حامل چند لوگوں نے نئے سیاسی نظام جمہوریت کی چھتری تلے تمام عالم کی اقتصادیات کو اپنے ذاتی مفادات کا تابع بنالیا؛ حتیٰ کہ یہ چند مٹھی بھر سرمایہ دار اپنی اقتصادی طاقت کے بل بوتے پر بڑے بڑے ملکوں کی سیاست وسیادت پر حاوی ہو چکے ہیں۔

اس محدود سرمایہ دار طبقہ کی یہ مسلسل کوشش ہے کہ مادی ترقی اور جدید سے جدید ایجادات کا تسلسل قائم رہے، تاکہ انسانی معاشرہ ان کے دیے ہوئے نئے سیاسی اور معاشی نظام کے تحت ان کی اغوا کاری کا شکار رہے اور معاشیات واقتصادیات سمیت پورا معاشرتی

نظام ان کے زیر اثر رہ سکے، چناں چہ جدید مادی تجربات اور تجزیوں نے انسانیت پر ایسا نشہ طاری کر دیا ہے کہ وہ ضرورت وحاجت اور کمال کے مابین فرق کرنا بھول گئے، بازار میں جو نئی چیز آ گئی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور خریدتے جاتے ہیں، خواہ ان کی مالی واقتصادی حالت اور مالی بجٹ اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

سرمایہ دار نے اپنی دو دھاروں سے انسانی سرمایہ کو ذبح کر دیا ہے، ایک طرف تو اس نے سامان اور خدمات وغیرہ کو فروخت کر کے نفع کمایا، تو دوسری طرف تاخیر کی صورت میں سود بھی وصول کرنا شروع کر دیا، لہٰذا سرمایہ دار نے یہ کوشش کی کہ خرچ کو آسان سے آسان تر بنا دیا جائے، چناں چہ اس غرض سے اصل زر سونا، چاندی کی جگہ کاغذی نوٹ اور بینک کی چیک کو رواج دیا گیا، پھر مزید اس میں نت نئی شکلیں ایجاد کی گئیں، حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات اور نہایت تیز رفتار مواصلات کے ذریعہ قرض لین دین سہل اور آسان بنانے کے لیے مختلف کارڈ مارکیٹ میں لائے گئے، تاکہ زیادہ سے زیادہ خرچ کو ممکن بنایا جا سکے، دوسری طرف تاخیر کی صورت میں مزید رقم وصول کرنے کا موقع فراہم ہو جائے، غرض اس سب کا مقصد محض انسانیت کی خدمت نہیں، بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ دنیا کا خرچ اس کی پیداوار سے بڑھ جائے اور وہ بالآخر اپنا سرمایہ اور وجود پوری طرح ان سرمایہ داروں کے پاس گروی رکھنے پر مجبور ہو جائے۔

اس تمہید سے مقصود صرف اور صرف اہل علم حضرات کو اس جانب متوجہ کرنا ہے کہ وہ موجودہ عالمی استعماری نظام کی فریب کاریوں سے واقف ہو جائیں اور امت مسلمہ کی ایسی تربیت اور رہنمائی کریں جو اسے بخل اور فضول خرچی سے بچا کر میانہ روی پر ڈال سکے اور اصل مقصد یعنی آخرت کی زندگی کو پیش نظر رکھ کر دنیا کی زندگی کو اخروی اور ابدی کامیابی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر گزار سکیں، موجودہ گلوبلائزیشن کے پس منظر میں سرمایہ دار کے ایجاد

کردہ معاشی مراکز خاص طور سے بینکوں نے انسانوں کو مختلف سہولیات کی فراہمی کے عنوان سے مختلف النوع کارڈ جاری کرنا شروع کر دیا ہے، جن میں اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ زیادہ مروج ہیں، ان میں سے ہر ایک کی تفصیلات ان شاء اللہ آگے بیان کی جائیں گی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کسی معاشی نظام اور معاشی نظریے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک دین اور مکمل نظام حیات ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق کامل واکمل رہنمائی موجود ہے، دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح معاش، کسب معاش اور ان سے متعلقہ امور کے لیے اسلام نے احکامات بیان فرمائے ہیں، بعض حضرات اسلام کو بھی ایک معاشی نظریہ اور نظام سمجھ کر اس کا تقابل دیگر جدید وقدیم معاشی نظاموں سے کرتے ہیں، جو کسی طرح بھی درست نہیں، اس لیے کہ تاریخ انسانی کے ہر دور میں معاشی مسائل کے حل کے لیے ہمہ نوع اور باہم دیگر متضاد نظریات پیش کیے جاتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا، لیکن زمانہ شاہد ہے کہ یہ نظریات زمان ومکان کے ساتھ ساتھ بدلتے، مٹتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں، جب کہ اسلام نوع انسانی کے لیے عالم گیر، دائمی، ابدی، حتمی اور کامیابی کا ضامن لائحہ عمل مہیا کرتا ہے، اپنی وسعت، ہمہ گیری، جامعیت اور اکملیت کے باوصف اسلام نے حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع ومانع پروگرام مرحمت فرمایا ہے، اس میں معاشی زندگی کے حوالے سے بھی رہنمائی کی گئی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے موضوع پر راقم نے تخصص فی الفقہ ۱۴۳۱ھ کے زمانے میں ۱۶۳ صفحات پر مشتمل ایک ''مقالہ'' بھی تحریر کیا تھا، اگرچہ موجودہ کام کے سلسلہ میں اس مقالہ سے استفادہ بھی کیا گیا ہے لیکن دونوں میں بہت تفاوت ہے، وہ ایک طالب علم کی حیثیت سے لکھا گیا ایک مختصر اور تمرینی مقالہ تھا، جب کہ موجودہ کام تخصص سے فراغت کے

بعد جامعہ فاروقیہ میں تدریس اور استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی شہرہ آفاق تقریر بخاری ''کشف الباری'' کے ''کتاب الغسل'' کی ترتیب، مراجعت، تحقیق اور تعلیق کی گراں قدر ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ کئی سالوں کی طویل محنت، مطالعہ اور انفرادی اوقات کے آرام وراحت کی قربانیوں کا نتیجہ ہے، اس طویل عرصہ میں معاش کے اسلامی احکامات کی روشنی میں قدیم وجدید معاشی نظریات سے بحث کرتے ہوئے بینک سے جاری ہونے والے ان مختلف کارڈوں کی تاریخ، تعارف اور فقہی جائزہ کے متعلق راقم کا کام الحمدللہ! اب اپنے منطقی انجام کو پہنچا ہے، راقم نے اس پورے کام کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے، باب اول میں قدیم وجدید معاشی نظریات پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ مسئلہ معاش سے متعلق اسلامی تعلیمات کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، الحمدللہ باب اول کے اکثر مباحث عالم اسلام کے مشہور ومعروف رسائل ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ماہنامہ الفاروق، ماہنامہ بینات وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں، جب کہ باب دوم اور سوم کا خلاصہ بھی عنقریب ان جرائد کی زینت بنے گا۔

باب دوم کریڈٹ کارڈ کی تاریخ، تعارف، اس کی مختلف اقسام، کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں کے تعارف، طریقہ کار، مروجہ اسلامی بینکوں سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے تعارف اور بینک کارڈز کے فوائد ونقصانات وغیرہ کے بیان پر مشتمل ہے۔

باب سوم میں بطور تمہید جدید مسائل کے حل کا طریقہ کار، کریڈٹ کارڈ اور دیگر کارڈز جیسے: اے ٹی ایم، ڈیبٹ اور چارج کارڈ وغیرہ کی مختلف صورتوں وحالتوں کی تکییف شرعی، قرض، وکالہ، حوالہ، وکالہ مع الکفالہ اور کفالہ وغیرہ کے بارے میں عرب وعجم علماء کرام ومعاشی ماہرین کی آراء ودلائل اور ان پر ہونے والے اعتراضات کے ساتھ ساتھ کارڈز کے بعض متعلقات پر مختصر أبحث کو بھی زیب قرطاس کیا ہے۔

راقم اس بات کا ہرگز بھی مدعی نہیں کہ یہ اس موضوع پر کوئی حتمی تحقیق یا حرف آخر بحث ہے، بلکہ راقم نے تو اس موضوع پر اب تک عرب وعجم علماء کرام ومعاشی ماہرین جو تحقیقی کام کیا ہے اس کو ایک خاص اسلوب میں مرتب کیا ہے، تاکہ اہل علم وتحقیق اگر اس موضوع پر مزید غور وفکر اور تحقیق کرنا چاہیں تو ان کے لیے آسانی ہو اور اس موضوع پر تمام مواد یکجا دستیاب ہو جائے، البتہ بندہ نے اس کام کے دوران شدت سے یہ محسوس کیا کہ جدید مسائل پر خامہ فرسائی کرنے والے عرب وعجم علماء نے اس سلسلہ میں ایک تو تلفیق بین المذاہب سے کام لیا ہے اور دوسرا اجتہاد جدید کا سہارا لیا ہے، جس کا آپ زیر نظر کتاب میں ان حضرات کی آراء کے ضمن میں مشاہدہ کرسکتے ہیں، اس لیے بندہ نے بعض مقامات پر کچھ تنقیدی نوٹ لکھے ہیں، ہوسکتا ہے کہ کسی صاحبِ علم وتحقیق کو میرے شذرات سے اتفاق نہ ہو، اس کے ساتھ ساتھ راقم نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ ہر بات باحوالہ اور مدلل لکھی جائے، جب کہ بحث کے اختتام پر خود کوئی نتیجہ نکالنے کے بجائے فقہ اکیڈمی انڈیا ودیگر ان علماء کی رائے کو ترجیح دی ہے جو مظبوط دلائل کی روشنی میں کریڈٹ کارڈ کے عدم جواز وحرمت کے قائل ہیں، گویا بندہ کے نزدیک اس مسئلہ میں راجح بات وہی ہے جو فقہ اکیڈمی نے اپنے پندرہویں سمینار منعقدہ ۱۰۔۱۲ مارچ ۲۰۰۶/م، میسور میں تفصیلی بحث ومباحثہ کے بعد طے کیا تھا، اس فیصلہ کو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اس میں شبہ نہیں کہ کریڈٹ کارڈ میں ہولڈر اپنے آپ کو سود سے بچا سکتا ہے، اگر وہ مقررہ مدت کے اندر ہی پیسے ادا کردے، لیکن معاملہ حلال وحرام ہونے میں اصل بنیاد وہ معاہدہ ہوتا ہے جو فریقین کے درمیان طے پایا ہے، کریڈٹ کارڈ لینے والا چاہے اپنے آپ کو سود سے بچالے، لیکن وہ ایک ایسے معاہدہ کو قبول کررہا ہے جس کی بنیاد سود کے لین دین پر ہے، نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پچانوے

فیصد، بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ لوگ سود میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لیے بینک کریڈٹ کارڈ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اس پس منظر میں ہندوستان کے علماء اور ارباب افتاء نے بہ اتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے"۔

ایک طویل عرصہ کی یہ محنت راقم کا ذاتی کمال نہیں، بلکہ یہ میرے شیخ و مربی، شیخ المشائخ، رئیس المحدثین، شیخ الحدیث، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم و أطال اللہ بقاءہ علینا کی سرپرستی، خصوصی توجہات وشفقتوں کا ثمرہ ہے،، اللہ تعالیٰ حضرت استاذ مکرم زید مجدہ کا سایہ عاطفت تادیر صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے اوپر قائم ودائم رکھے اور امت مسلمہ کو حضرت اقدس کے وجود مسعود سے مستفید ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

راقم کے اساتذہ کرام ودیگروہ علماء کرام اور دوست واحباب جنہوں نے اس کام کے سلسلہ میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا اور حوصلہ افزائی کی اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کام کو بندہ اور اس کے تمام اساتذہ کرام، والدین، بھائیوں اور سب اعزہ واقارب کے دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ میں ممد ومعاون اور بارآور فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

ابوالخیر عارف محمود

رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۴۳۵/۶/۱۶ھ

باب اول

- تمہیدی گفتگو
- قدیم معاشی نظریات کا تعارف
- جدید معاشی نظریات کا تعارف
- مسئلہ معاش اور اسلامی تعلیمات
- جدید معاشی نظریات اور اسلام
- کمپنی کا تعارف
- بینکاری کا قدیم وجدید تصور

تمہیدی گفتگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق؛ ليظهره على الدين كله ولو كره الكافرون، والصلاة والسلام على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، الذي بلغ الرسالة وأدى الأمانة ونصح الأمة وكشف الغمة، وتركنا على محجة بيضاء، وعلى آله وأصحابه الطيبين الطاهرين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

أما بعد!

اللہ بزرگ و برتر نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق سے سلسلہ بنی آدم کی بنیاد رکھی، اور بتقاضہ حکمت الٰہی جسم آدم کی تخلیق کے ساتھ اس میں مختلف نوع کے تقاضہائے بشریت کو بھی ودیعت فرمایا، بنی نوع انسان ان ہی تقاضوں کے پیش نظر کائنات ارضی میں مصروف کارعمل نظر آتے ہیں۔

انسان کی معاشی کفالت کا خدائی اعلان

حضرت انسان کی ابتدائے آفرینش میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح خالق بشریت نے اسے وجود عطا فرمایا، اسی طرح اس کی تمام ضروریات کا بھی انتظام فرمایا، تخلیق آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت سے ہی انسان کی بنیادی ضرورتوں اور حوائج کے پیش نظر اللہ رب العزت نے جب اسے جنت میں مکین فرمایا تو اس کی معاشی

کفالت بھی فرمائی، اور اس کی بھوک، پیاس، لباس اور رہائش کے انتظام کا اعلان بھی ان الفاظ میں فرمایا:

﴿إن لك أن لا تجوع فيها ولا تعرى، وأنك لا تظمؤ فيها ولا تضحىٰ﴾. ❶

(ترجمہ) ''تجھ کو یہ ملا کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاس کھینچے تو اس میں نہ دھوپ''۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''غرض یہ کہ کھانے اور پینے اور غذا اور قیام اور طعام اور لباس کے سب آرام تجھ کو یہاں حاصل ہیں، اگر یہاں سے نکالا گیا تو دنیاوی رزق اور غذا کے حول کے لیے تجھے بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں گے۔ ❷

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جنت میں ضروریات زندگی کی یہ بنیادی چاروں چیزیں بے مانگے بلا مشقت ملتی ہیں''۔ ❸

یعنی جنت میں تو ضروریات زندگی کی ان چار بنیادوں کا حصول بغیر کسی مشقت کے ہے، لیکن دنیا میں ان کے حصول میں مشقت ومحنت کی ضرورت ہوگی، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کے اندر بھیجا تو ضرورت معاش کے ساتھ اسے کسبِ معاش کی صلاحیتوں سے بھی نوازا، اور اس صلاحیت کو آرزوئے خوب سے خوب تر کی مہمیز لگائی،

---

① (طه: ۱۱۸، ۱۱۹)

② (معارف القرن، سورة طه، آيت: ۱۱۸، ۱۱۹: ٥ /١٦٦، سنه طباعت: ١٤٢٢ھ ط، مكتبه المعارف، شهدادپور، سندھ)

③ (معارف القرن، سورة طه، آيت: ۱۱۸، ۱۱۹: ٥ /١٦٦، سنه طباعت: ١٤٢٢ھ ط، ادارة المعارف، کراچی)

چناں چہ ابتدائے انسانیت سے لے کر عصر حاضر تک انسان اپنی ضرورتوں اور صلاحیتوں کے مطابق کسبِ معاش کے لیے تگ و دو کرتا نظر آتا ہے، اور اسے ہمیشہ سے خوب سے خوب تر کی جستجو رہی ہے۔

انسانی ضروریات اور معیشت کا تعلق

یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانی ضروریات کا عمومی تعلق انسانی معیشت کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور معیشت کو آسمانی بارش اور زمین کے خزانوں سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ولقد مکنکم فی الأرض وجعلنالکم فیهامعایش﴾.❶

ارشاد ربانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں با اختیار بنا کر تمہاری معیشت کا سامان اس میں رکھ دیا ہے، جس طرح اللہ رب العزت نے انسان کے رزق اور معیشت کو زمین اور اس کے خزانوں کے ساتھ مربوط فرمایا ہے، اسی طرح آسمان سے بذریعہ بارش رزق اتار کر جسم کی غذا کے اسباب مہیا کئے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وفی السماء رزقکم وماتوعدون﴾❷

(ترجمہ) ''اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا''۔

"وفی السماء رزقکم" کی تفسیر میں بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ بارش ہے جس سے اللہ بندوں کا رزق پیدا فرماتا ہے۔❸

خالق کون ومکان نے انسان کی تخلیق فرما کر پیدائش سے لے کر موت تک،

---

① (الأعراف: ١٠)

② (الذاریات: ٢٢)

③ (معارف القرآن للکاندھلوی: ٦/٧ ص ٥، مکتبہ المعارف شهدادپور)

ہر مرحلے میں اس کے حال کے مناسب اس کی ضروریات کے اسباب مہیا فرمائے ہیں، نہ صرف اس کی غذا بلکہ پرورش کا نظام بھی قائم فرمایا ہے، پیدائش کے روزِ اول سے ہی اللہ کی مہربانیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ نومولود کی ماں کے محبت اور درد بھرے سینے سے دودھ کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں، پھر جوں جوں بچپن سے لے کر بلوغ اور شعور کو پہنچتا ہے تو اس کے رزق اور وسائل رزق رزّاق العالمین کی طرف سے فراہم کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعے وہ اپنی ضروریات کا انتظام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رزاقی کا کیا کہنا کہ وہ تمام عالم کے انسانوں کو ان کے ماحول کے مطابق رزق فراہم کرتا ہے، اس کی عطا سے بدترین دشمن اور نافرمان بھی محروم نہیں رہتا۔

انسان کی بے راہ روی

مگر یہ انسان ہی ہے کہ جب اس پر نفسیانی خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے اور شیطان اس کو صراط مستقیم سے ہٹا کر اتباع نفس کی راہ پر ڈال دیتا ہے تو یہ اپنی جائز و ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لیے افراط و تفریط سے کا4م لیتا ہے، دیگر انسانوں کے حقِ معاش پر بھی ڈاکہ ڈالنے لگتا ہے، کبھی طاقت کے نشے میں مست ہو کر دولت اور وسائلِ دولت پر قابض ہو جاتا ہے، تو کبھی دوسرے انسانوں سے محنت مزدوری کروا کر ان کا حقِ محنت اور اجرت ادا نہیں کرتا اور کبھی خوب سے خوب تر کی تلاش و جستجو میں خدائی پابندیوں کو پھلانگ کر سود اور دیگر ناجائز ذرائع آمدن کو اختیار کرتا ہے، غرض ہر ممکن طریقہ سے اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔

کسب معاش میں افراط وتفریط سے ممانعت

رب العالمین نے تمام مخلوقات کی روزی اپنے ذمہ لی ہے، اور دنیا کو دارالاسباب

قرار دے کر اپنی سنت جاری فرمائی کہ محنت اور کوشش کے بقدر معاش اور اسباب معاش فراہم کیے جائیں گے، انسان خدا کی عطا کردہ کسبی صلاحیتوں سے خدا کے خزانوں سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، مگر یاد رہے کہ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ اس حوالے سے افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے، عدل وانصاف کا دامن چھوٹنے نہ پائے، جائز اور صحیح ذرائع آمدن ومعاش کو اختیار کیا جائے، خدا کی منع کردہ چیزوں سے مکمل اجتناب کیا جائے، جو چیز جس شخص کی ملکیت میں ہے اس کے حق کا احترام کیا جائے، البتہ دوسرے کی شئے مملوکہ کو حاصل کرنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ خرید وفروخت اور لین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل اختیار کی جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اس مضمون کو بہت ہی خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے:

''اعلم! أن اللہ تعالى لماخلق الخلق وجعل معايشهم فى الأرض، وأباح لهم الانتفاع بمافيها، وقعت بينهم المشحة والمشاجرة، فكان حكم اللہ عندذلك تحريم أن يزاحم الإنسان صاحبه فيمااختص به؛لسبق يده إليه، أو يد مورثه، أولوجه من الوجوه المعتبرة عندهم، إلابمبادلة أوتراض معتمدعلى علم من غيرتدليس وركوب غرر، وأيضالماكان الناس مدنيين بالطبع، لاتستقيم معايشهم إلابتعاون بينهم، نزل القضاء بإيجاب التعاون، وأن لايخلوأحدمنهم مماله دخل في التمدن، إلاعندحاجة لايجدمنهابداً''. (1)

(1) (حجة اللہ البالغة، باب من أبواب ابتغاء الرزق: ۲۷۳/۲، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(ترجمہ) یہ واضح رہے کہ اللہ تعالی نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں اس کی معاشی ضروریات کے لیے سامان فراہم کر دیا، اور ان کو سب کے لیے مباح اور عام کر دیا تو مخلوق میں (ان سے متمتع ہونے کے حوالے) مزاحمت اور مناقشت شروع ہوگئی، تب اللہ تعالی نے حکم دیا کہ کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی شئے کو اپنے قبضے میں کر لے، یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے، یا ان کے علاوہ ایسے دوسرے طریقوں سے اس کا قبضہ ہو جائے جو اللہ تعالی کے نزدیک جائز طریقے قرار پاچکے ہیں، تو دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شئے میں مزاحمت کا حق نہیں، البتہ دوسرے کی مقبوضہ شئے کو حاصل کرنے کے لیے جائز طریقہ یہ ہے کہ خرید وفروخت اور لین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل اختیار کی جائے، یا معتبر طریقوں یا باہمی رضامندی سے لین دین انجام پائے تو بہت بہتر ہے، انسان چوں کہ مدنی الطبع یعنی معاشرے میں مل جل کر رہنے والا واقع ہوا ہے، لہٰذا اس کی زندگی تعاون واشتراک کے بغیر ناممکن ہے، تو اللہ تعالی نے تعاون واشترکِ باہمی کو واجب قرار دیا ہے اور یہ بھی لازم کیا کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے کسی فرد کو ایسے اموز سے کنارہ کش ہونے کا حق نہیں جو تہذیب ومعاشرت کے مسئلہ میں دخیل ہوں''۔

مسئلہ معاش اور انسانی کوششیں

مشاہدہ ہے کہ انسان اپنے معاشی مسائل کے حل اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ سرگرم عمل رہتا ہے، بلکہ جنون کی حد تک اس میں مصروف کار ہوتا ہے، اسی تگ ودو میں بعض دفعہ اس کی سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں ماؤف ہو جاتی ہیں، اور وہ اپنے ہوش وحواس تک کھو بیٹھتا ہے، غرض معاشی تحفظ کے لیے جو بھی راہ سوجھتی ہے،

یا جس راہ پر بھی روشنی دکھائی دیتی ہے اس کے نتائج وعواقب سے بے نیاز ہو کر خواہشات کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑے چلے جاتا ہے، کبھی ایک راہ اختیار کرتا ہے تو کبھی دوسری، درست راہ کی طرف راہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے ہر بار گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا، اس کا دامن یاس وحرمان کے کانٹوں میں مزید الجھ جاتا ہے، مسائل حل ہونے کے بجائے بڑھتے چلے جاتے ہیں، معاشی بوجھ سے سبکدوش ہونے کے بجائے وہ مزید اس کے پنجے میں دبتا چلا جاتا ہے۔

مختلف زمانوں میں انسانی ذرائع معاش

ہر زمانہ میں انسان نے اپنے معاشی مسائل کے حل اور ضروریات زندگی کی فراہمی کے لیے مختلف ذرائع کو اختیار کیا، اوّلاً رزق کے تمام ذرائع زمین سے تھے اور انسانی زندگی کا پہلا دور اسی زمین کی پیداوار پر اکتفا کرتا تھا، یا زمین پر چلنے والے جانور اسے شکار کی صورت میں مل جاتے تھے، صدیوں تک یہی عمل جاری رہا، پھر تہذیب وتمدن کا عمل بڑھتا گیا اور ضروریات میں اضافہ ہوا تو نئے نئے ذرائع معاش بھی وجود میں آنے لگے، اور یوں مصنوعات کا دور شروع ہوا، انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں تبادلہ اشیاء کا نظام رائج ہوا اور ایک طویل زمانہ تک اسی کا رواج رہا، ہر ایک اپنی ضرورت کی چیز لے کر دوسرے کو اس کی ضرورت کی چیز فراہم کرتا تھا، مرورِ زمانہ کے ساتھ اس مقصد کے لیے مختلف ذرائع ایجاد ہوتے رہے، یہاں تک کہ سونے، چاندی، دھاتوں کے بدلے معاملات انجام پانے لگے، پھر سکوں کا دور آیا، پھر معیشت کی جدید شکلیں اور نظریے وجود پذیر ہوئے اور دنیا سکوں سے کاغذی کرنسی کی طرف آ گئی، اور آج نوبت کاغذی کرنسی سے مختلف کارڈز تک پہنچ گئی کہ ضرورت مند خریداری کر کے بجائے عوض میں کاغذی نوٹ دینے کے تاجر کو کارڈ دکھاتا ہے اور اپنی مطلوبہ اشیاء حاصل کر لیتا ہے، جس رفتار سے ایجادات ہو رہی ہیں اور

جس طرح انسان لامحدود خواہشات کی تکمیل میں لگا ہوا ہے، اس سے یہ محسوس ہوتا ہے ہے
کہ اسی پر بات رکے گی نہیں، بلکہ مزید بھی نئی صورتیں وجود میں آئیں گی۔

تنبیہ

ہماری تحریر کا اصل محور و موضوع بھی مختلف کارڈز کے ذریعے انجام پانے والے
معاملات، اس کی تاریخی حیثیت، تعارف اور شرعی حیثیت ہے، لیکن اصل بات کو زیب
قرطاس کرنے سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ معاشیات کے قدیم اور جدید تصورات کے
ساتھ ساتھ معاش کے اسلامی نقطہ نظر پر قدرے بحث کی جائے تا کہ علی وجہ البصیرت
عصر حاضر کے تجارتی معاملات، خاص کر کارڈز کے ذریعے انجام پانے والے معاملات
(جن میں سے اکثر کی بنیاد سودی نفع کے نظریے پر ہے) کو سمجھنے میں آسانی ہو؛ کیونکہ زمانہ
حال میں رائج سودی معاملات اور جدید تجارتی شکلیں محض آج ہی کی پیدا شدہ نہیں، بلکہ
زمانہ قدیم اور دور جاہلیت سے اس کی جڑیں پیوستہ ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ آج کے
انسان نے ٹیکنالوجی کی مدد سے ان کو نت نئی شکلیں اور انداز جدید فراہم کیا ہے۔

❀❀❀

قدیم اور جدید معاشی نظریات کا تعارف

معاشیات کا قدیم تصور اور طرز عمل

معیشت اور تجارت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی، احتیاج برائے مبادلہ (Need of Exchange) کی جڑیں زمانے کے اس دور سے پیوستہ ہیں جس وقت دو انسانوں نے آپس میں دو مطلوبہ چیزوں کا تبادلہ کیا، البتہ تجارت نے بحیثیت ایک پیشے اور معاشی کاروبار کی باقاعدہ شکل حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں اختیار کی، ان کے تجارتی بیڑے تھے، اور ان کے تجارتی ایجنٹ (Agent) مختلف شہروں میں وہاں کے تجارتی احوال سے باخبر رکھنے پر مامور تھے۔ ❶

یونانیوں کی معاشی سرگرمیاں

یونانیوں نے اپنے دور حکومت میں تجارت کے پیشے کو خوب ترقی دی، یہاں تک کہ ان کو سیاسی اور معاشی دونوں طرح کا تفوق حاصل رہا، ان کے بعد رومیوں کے حکمرانوں ''بومی'' اور ''آغوست'' کے دور میں تجارتی اور معاشی سرگرمیوں کو مزید عروج ملا، لیکن رومی بادشاہ ''تبیر'' کے زمانہ میں معاشی زوال کی ابتداء ہوئی اور آئے روز اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اگرچہ بعد کے کئی رومی حکمرانوں نے اسے روبزوال ہونے سے بچانے کی بہت کوششیں کیں، لیکن ان کی کوئی کوشش اور محنت بارآور ثابت نہ ہوسکی۔ ❷

---

① (دائرة المعارف لفريد وجدي: ٢/٥٤٠، بيروت)

② (المرجع السابق: ٢/٥٤٠)

قدیم عرب کا معاشی نظام

زمانہ گزرتا رہا اور یوں عربوں کا دور شروع ہوا، ان کے معاشی حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم عرب کا معاشی نظام اور طرز عمل گو کہ آج کے جدید معاشی نظاموں کی طرح کوئی مکمل نظام تو نہیں تھا، لیکن چوں کہ وہ بھی انسانوں کا وضع کردہ ایک نظام تھا اس لیے اس میں ایک معاشی نظام کے تمام بنیادی عنصر پائے جاتے تھے، جن کی بنیادوں پر تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ نئے معاشی نظاموں کی عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں۔

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان نے جو نظام بھی ہدایات الہیہ کی روشنی اور رہنمائی کے بغیر محض اپنی عقل وفہم اور ذاتی تجربے کی بنیاد پر وضع کیا، اگرچہ ظاہر بینوں کو اس میں نفع ہی نفع نظر آتا ہے، مگر پھر بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنے اندر خامیاں اور نقصات کو پنہاں کئے ہوئے ہوتا ہے، جنہیں یا تو اصحاب اقتدار کے ظلم وجبر نے دبایا ہوتا ہے، یا زمانے کی چکاچوند، اغراض ومفادات کی دبیز چادر نے چھپایا ہوا ہوتا ہے؛ کیونکہ انسانی عقل ناقص ہے کامل نہیں کہ اس کی بنیاد پر کوئی بے عیب نظام وضع کیا جاسکے اور وہ خامیوں سے مبرّا ہو، ایک مکمل اور بے عیب نظام کے لیے انسانی عقل وفہم کے ساتھ احکامات وہدایات الہیہ کی رہنمائی بھی ناگزیر ہے۔

عصر جاہلیت میں عرب کا معاشی نظام

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے معاشی حالات کا جائزہ لینے سے ان کے مندرجہ ذیل معاشی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱-تجارت، ۲- زراعت، ۳-صنعت وحرفت، ۴- دیگر پیشے، ۵- غارت گری،
۶-متفرقات۔

تجارت

عرب قوم کا دنیا کی دیگر اقوام عالم میں عمومی تعارف بحیثیت تجارت پیشہ قوم کے تھا، مکہ مکرمہ میں بیت اللہ واقع ہونے کی وجہ سے آج کی طرح اس زمانہ میں بھی اسے تقدس واحترام حاصل تھا، اسے دنیا کا محفوظ ترین مقام جانا جاتا اور دنیا کے مختلف خطوں سے حجاج اپنا تجارتی سامان لا کر یہاں فروخت کرتے اور یہاں سے خریدا ہوا تجارتی سامان دنیا کے دیگر علاقوں میں لے جاتے تھے، اس طرح مکہ مکرمہ کو زمانہ قدیم سے دینی شرافت کے ساتھ ایک بین الاقوامی تجارتی مرکز ہونے کا بھی درجہ حاصل رہا ہے۔❶

عربوں کے تجارتی بازار اور مراکز

مختلف اشیاء کی خرید وفروخت کے لیے مخصوص اور الگ تجارتی بازار اور مراکز قائم ہوتے تھے، کتب تاریخ میں درج ذیل بازاروں کا تذکرہ ملتا ہے:

۱-سوق العطارین' عطر فروشوں کا بازار(Perfumes Markiet)

۲-سوق الفواکہ، پھلوں کا بازار(Fruits Markiet)

۳-سوق الرطب، کھجور منڈی(Dates Markiet)

۴-سوق البزازین، کپڑا فروشوں کا بازار(Cloth marchent's Markiet)

۵-زفاق للحذائین، جوتوں کا بازار(Center of shoes)

---

① (تاریخ الإسلام، للدکتور حسن إبراهیم، الباب الأول، العرب قبل الإسلام، التجارة في بلاد العرب: ۶۱/۱، دار إحیاء التراث العربي)

۶-مکان للحجامین والعلاقین، حجام (Hair Cutters Saloons)

اس کے علاوہ یہاں کی غلہ منڈی میں گیہوں اوراناج وغیرہ جب کہ بازار میں شہد، مصالحہ جات اور دیگر اشیاء خورد و نوش بھی بکثرت ملتی تھیں۔ ❶

علاوہ ازیں یمن اور مدینہ منورہ سے نکالی گئی تجارت پیشہ یہود قوم اس وقت طائف میں قیام پذیر تھی۔ ❷

قریش مکہ اور تجارت

قریش مکہ ایک تجارت پیشہ قوم تھی، جیسا کہ اسم قریش کے لغوی معنی (تجارت اور کسب کرنے والا) سے بھی ظاہر ہوتا ہے، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سمیت قریش من التقرش: وھو التکسب والتجارۃ، حکاہ ابن ھشام رحمہ اللہ". ❸

وہ سال میں دو مرتبہ تجارتی سفر کیا کرتے، موسم سرما میں یمن اور موسم گرما میں شام کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ ❹

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے انہی تجارتی اسفار کا ذکر بطور احسان فرمایا ہے، بقول مؤرخین ان تجارتی اسفار کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہاشم نے کیا، وہ ہر سال بغرض تجارت شام اور فلسطین جایا کرتے، یوں اس طرح مستقل تجارتی سفروں کی بنیاد

---

① (السیرۃ النبویۃ، للعلامۃ أبي الحسن الندوي، ص: ۹۰، النبراس کراتشي، ط: ۱۴۲۵ھ)

② (فتوح البلدان للبلاذري، ص: ٦٥)

③ (البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، قریش نسباً واشتقاقاً وفضلاً: ۹۹/۱، الحقانیہ بشاور)

④ (جامع البیان في تفسیر القرآن للطبري، تفسیر سورۃ قریش: ۱۲/ ۱۹۹، دار المعرفۃ، بیروت)

پڑگئی۔ ①

قریش کے تقریباً تمام مرد وعورت تجارت پیشہ تھے، ان کے ہاں یہ عام رواج تھا کہ جو تاجر نہ ہوتا اس کی معاشرہ میں کوئی عزت نہ ہوتی تھی، ان کے تجارتی قواعد وضوابط نے ایک مکتب کی صورت اختیار کر لی تھی، جس نے اوزان اور حسابات کے نظام کو پروان چڑھایا۔ ②

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''سیرۃ النبی'' میں قبل از اسلام عربوں کے حالات کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''چاندی اور سونے کی کانیں بکثرت ہیں، علامہ ہمدانی نے "صفة جزيرة العرب" میں ایک ایک کان کا نشان دیا ہے، قریش جو تجارت کیا کرتے تھے مؤرخین نے لکھا ہے وہ زیادہ تر ان کا مال تجارت چاندی ہوتی تھی، برٹن صاحب نے مدین کی طلائی معادن پر خاص ایک کتاب لکھی ہے۔ (Gold Minees of Median) مکہ کے تاجر چمڑا، کھالیں اور طائف کا منقی برآمد کیا کرتے تھے''۔ ③

وہ جنوبی یمن، ہند اور افریقہ سے سونا، قیمتی پتھر، صندل کی لکڑی، زعفران، خوشبوئیں، گرم مصالحہ جات اور جڑی بوٹیاں درآمد کیا کرتے تھے، یہ اشیاء گو وزن میں کم

---

① (تاريخ الطبري المعروف بتاريخ الأمم والملوك، هاشم: ١٢/٢، مؤسسه الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

② (تاريخ الإسلام، للدكتور حسن إبراهيم، الباب الأول، العرب قبل الإسلام، التجارة في بلادالعرب: ٦٣/١، دار إحياء التراث العربي)

③ (سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، تاریخ عرب قبل اسلام، عرب: ١/١٠٥، نیشنل فاؤنڈیشن اسلام آباد)

مگر قیمت میں زیادہ ہوتی تھیں، یمن کے عطور اور بخور اور کپڑا بالخصوص قبولیت عام کا درجہ رکھتے تھے، چین سے ریشم، عدن سے قیمتی کپڑے، افریقہ سے غلام، کرایہ کے سپاہی مزدور، شام اور مصر سے سامان تعیش، روم کی صنعتی پیداوار خصوصا ریشم، روئی اور مخمل کے نفیس کپڑے، شام سے ہتھیار، اناج اور تیل، افریقہ سے ہاتھی دانت کی مصنوعات اور سونے کی مٹی وغیرہ درآمد کیا کرتے تھے۔ ❶

زمانہ جاہلیت کے بازار

بازار تجارتی سرگرمیوں کی جائے پیدائش، مقام تربیت، نقطہ عروج اور مظہر اتم ہوتے ہیں، یہاں سے ہی تجارتی سرگرمیاں پھلتی پھولتی اور پروان چڑھتی ہیں، قواعد وضوابط اور تجارتی نظریات، جغرافیائی ضروریات کے پیش نظر وجود میں آتے ہیں، لوگ انہیں مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں، دور جاہلیت میں قائم کئے گئے تجارتی بازار یہ ہیں:

١- عُكَاظ، ٢-ذُوالمَجاز، ٣- مِجنَّة، ٤-صَنعَاء، ٥-تَعِزّ، ٦-رَابِيَه، ٧-شحر، ٨- مُشَقَّر، ٩- حجر، ١٠-نَطَاة، ١١- دَومةُ الجَندَل، ١٢-صُحَار، ١٣-ريا، ١٤-عَدَن، ١٥-بُصرَى، ١٦-دَبا، ١٧-بدر. ❷

زمانہ جاہلیت میں نظام زر مبادلہ

زمانہ جاہلیت میں سکوں کا رواج تھا، دینار اور درہم کی چلت زیادہ تھی، جب کہ ان کے ساتھ ساتھ حمیری سکے بھی لین دین میں قبول کئے جاتے تھے ❸، ان سکوں کی قدر و قیمت کی

---

① (اسلام کے معاشی نظریے، ڈاکٹر یوسف الدین، حصہ اول، ص: ۴۸، ۴۹، حیدرآباد، دکن)

② (اسلام کا اقتصادی نظام، مولانا حفظ الرحمٰن، ص: ۲۵، دہلی)

③ (فتوح البلدان للبلاذري)

تعیین ان کے وزن سے ہوتا تھا نہ کہ ان کی ظاہری قدر (Face Value) سے۔ ❶

اس دور میں دو نظام زر کام کر رہے تھے: ۱-سونا، ۲-چاندی، جن ممالک میں سونا یعنی دینار کا رواج تھا وہ "اہل الذہب" کہلاتے تھے، جیسے مصر اور شام وغیرہ، اور جن ممالک میں چاندی یعنی درہم کا رواج تھا، انہیں "اہل الورق" کہا جا سکتا ہے، جیسے: عراق اور بابل۔

زمانہ جاہلیت کی مشہور تجارتی شکلیں

قبل از اسلام عرب بالخصوص مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف میں رائج بعض مشہور تجارتی شکلوں کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ اسلام نے ان تمام تجارتی شکلوں کو ممنوع قرار دیا ہے۔

۱-بیع منابذہ

جب بائع (فروخت کرنے والا) مشتری (خریدار) کی طرف کپڑا پھینک دیتا تو بیع لازم ہو جاتی۔ ❷

۲-بیع ملامسہ

جب مشتری فروخت کی جانے والی چیز کو چھو لیتا تو بیع لازم ہو جاتی۔ ❸

۳-بیع حبل الحبلۃ

مشتری اونٹنی اس شرط پر لیتا کہ جب وہ جنے، پھر اس کا جو بچہ ہو وہ جنے تب اس

---

① (الدینار الإسلامي في المحتف العراقي للنقشبندي، ص: ۱۱، بغداد، بحوالہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، ص:۳۶، شیخ الہند اکیڈمی، کراچی)

② (الهداية للمرغيناني، كتاب البيوع، باب البيوع الفاسدة: ۵/ ۱، مكتبة البشرى، كراتشي)

③ (المرجع السابق)

کی قیمت ادا کروں گا۔ ❶

۴-بیع صفقہ

مشتری بائع کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر یہ ثابت کرتا کہ اب بیع مکمل ہوگئی، بعض دفعہ بائع چاہے یا نہ چاہے، مشتری چالاکی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیع کر لیتا جو بائع کو مجبوراً قبول کرنا پڑتی۔ ❷

۵-بیع محاقلۃ

اناج کی بالیاں پکنے سے پہلے تاجر کھیتوں کی پیداوار خرید کر قبضہ کر لیتے تاکہ بعد میں اپنی من مانی قیمت پر بیچ سکیں۔ ❸

۶-بیع مزابنہ

پکی اور ٹوٹی ہوئی کھجوروں کو درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کے عوض فروخت کیا جاتا تھا، جس میں نقصان اور جھگڑا دونوں کے امکانات ہوتے تھے۔ ❹

۷-بیع مصراۃ

دودھ والے جانور کو فروخت کرنے سے ایک دو دن قبل سے دوہنا چھوڑ دیتے تاکہ بیچتے وقت تھنوں میں دودھ زیادہ نظر آئے اور خریدار سے زیادہ قیمت وصول کی

---

① (بدائع الصنائع، کتاب البیوع: ۳۲۶/۴، مکتبة رشيدية)

② (الكفاية على الهداية في ذيل فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵۵/٦، رشيديه)

③ (صحيح مسلم وشرحه للنووي، كتاب البيوع، باب النهي عن المحاقلة: ۱۰/۱، سعيد)

④ (حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ٦۵/۵، سعيد)

جاسکے۔[1]

۸-بیع عربان

نسائی (ادھار) اور بیعانہ والے معاملہ کو کہتے ہیں کہ مشتری بائع کو کچھ رقم پیشگی بطور بیعانہ دے دیتا، اس شرط پر کہ اگر مشتری بیع کو مقررہ وقت کے اندر نہ خرید سکے تو بائع بیعانہ کی رقم بطور جرمانہ ضبط کرلے گا، اور اگر بائع مطلوبہ مبیع فروخت نہ کرنا چاہے تو بیعانہ کے برابر اور رقم بطور جرمانہ دے گا۔[2]

۹-بیع نجش

ایسی بیع جس میں زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنے کے لیے چالاک بائع (جو عموماً سرمایہ دار ہوتا ہے) یہ حیلہ اختیار کرتا ہے کہ وہ چند اشخاص کو اس لیے مقرر کرلے کہ جب مبیع کی بولی ہورہی ہو تو وہ صرف قیمت بڑھانے کے لیے اپنی طرف سے زیادہ دام بتاتے جائیں، تاکہ مشتری زیادہ قیمت پر خریدنے پر مجبور ہوجائے۔[3]

۱۰-بیع مضطر

ایسے حاجت مند شخص کی بیع جو اپنی سخت حاجت میں اپنا مال اونے پونے داموں فروخت کرے، یا اپنی مجبوری کی وجہ سے انتہائی مہنگے داموں چیز خریدے۔[4]

---

① (فتح الباري، كتاب البيوع، باب النهى أن لايحفل: ٤/ ٤٥٤، ٤٥٥، قديمى)

② (حجة اللّٰه البالغة، باب البيوع المنهى عنها: ٢٨٦/٢، زمزم پبلشرز كراتشي)

③ (فتح الباري، كتاب البيوع، باب النجش: ٤٤٧/٤، قديمى)

④ (حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب بيع المضطروشراءه فاسد: ٥٩/٥، سعيد)

۱۱-بیع الکالی بالکالی

اس کو بیع الدین بالدین بھی کہتے ہیں، ایسی بیع جس میں دونوں طرف ادھار ہو۔ ❶

اس کی کئی صورتیں ہیں: موجودہ دور میں رائج سٹہ بازی (Speculation) بھی اس کی ایک صورت ہے۔

۱۲-بیع غرر

ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں عوضین میں سے ایک کی مقدار، مدت، یا قیمت متعین اور معلوم نہ ہو، جیسے ہوا میں اڑتے پرندوں کی بیع، جانور کے پیٹ میں بچے کی بیع وغیرہ۔ ❷

۱۳-شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنا

اس بیع کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی دیہاتی اپنا فروختنی مال لے کر شہر آتا کہ موجودہ قیمت پر اس کو فروخت کرے، شہر کے لوگ اسے ترغیب دیتے کہ اس وقت بازار اترا ہوا ہے وہ ان کو بیچنے کا مجاز بنادے اور مال ان کے حوالے کرے، تا کہ گرانی بڑھنے کے بعد وہ فروخت کریں اور اسے زیادہ نفع حاصل ہو؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ❸

۱۴-تلقی جلب

بیرونی، تجارتی قافلوں کی شہر آمد سے قبل ہی شہر کے تاجران کا سرمایہ خرید لیتے

---

① (بدائع الصنائع، کتاب البیوع، شرائط الرکن: ٤٣٣/٤، رشیدیه)

② (فتح الباري، کتاب البیوع، باب بیع الغرر وحبل الحبلة: ٤ / ٤٤٩، قدیمی)

③ (صحیح مسلم وشرحه، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادي: ٢ / ٤، سعید کراچی)

تھے، تاکہ ان سے سستے داموں خرید کر سرمایہ دارانہ ذہن رکھنے والے لوگ مصنوعی گرانی پیدا کرنے کے بعد اسے مہنگے داموں فروخت کرسکیں۔ ❶

۱۵- بیع سنین ومعاومہ

اس طرح بیع کی جائے کہ اس سال جو کچھ پھل اس درخت پر آئے وہ فروخت کیا جائے۔، ناپید اور معدوم شئ کی بیع ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا ہے۔ ❷

زمانہ جاہلیت کی بیوعات کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر

زمانہ جاہلیت کی مذکورہ بالا صورتوں کے درست نہ ہونے کی وجہ یا تو طرفین کی رضامندی اور خوشنودی کا فقدان، دھوکہ دہی اور غرر ہے، یا پھر آئندہ طرفین کے درمیان نزاع پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اسلام نے خرید وفروخت کے سلسلہ میں نہایت متوازن اصول مقرر کیے ہیں، جس میں تاجر اور خریدار کی نفسیات اور ان کے جذبات کا پورا پورا لحاظ ہے، جس میں اس بات کی پوری رعایت ہے کہ گراں فروشی کو روکا جائے، جس میں اس بات کا پورا پورا خیال ہے کہ آئندہ کوئی نزاع پیدا نہ ہونے پائے، جس میں اس امر کا پورا پاس رکھا گیا ہے کہ طرفین کی رضامندی کے بغیر کوئی معاملہ ان پر مسلط نہ کیا جائے، اور جس میں قدم قدم پر یہ احتیاط ملحوظ ہے کہ ایک فریق دوسرے کا استحصال نہ کرے، تجارت کے معاملے کو دھوکہ دہی، فریب اور چالبازی سے محفوظ رکھا جائے، اور جہاں کوئی ایسا کر گزرے

---

① (أوجز المسالك إلى مؤطا مالك، كتاب البيوع، باب ماينهى عنه من المساومة والمبايعة: ۱۵/۵، مكتبه امداديه ملتان)

② (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، للسهارنفوري، كتاب البيوع، باب في بيع السنين: ۵ / ۲۵۱، مكتبه امداديه ملتان)

تو اس کی تلافی کی تدابیر بھی فراہم کی جائیں۔ ❶

ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب کی تحریر

ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب دور جاہلیت کی مختلف تجارتی شکلوں کو شرح وبسط سے تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ''یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان اشکال مبادلہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب طلب ورسد کے فطری قوانین سے بخوبی آگاہ تھے، احتکار اور اکتناز کے ذریعے مال کو روک کر مصنوعی قلت پیدا کرنا اور قیمتوں کو بڑھا چڑھا کر وصول کرنا ان کا بھی عام فن تھا، وہ تخمین اور سٹہ بازی (Speculation) میں بھی ماہر تھے، وہ شہر کے باہر سے آنے والے تجارتی کاروانوں سے سامان تجارت اور خصوصا غلہ خرید کرتے اور بازار میں مصنوعی قلت کی حالت پیدا کر کے اپنی من مانی قیمتیں وصول کرتے، کسانوں کو (بالخصوص طائف اور مدینہ میں) سودی قرضے دیتے اور ان کی تمام فصل (پیداوار) پر قبضہ کر لیتے، گویا تاجر ''زیادہ سے زیادہ نفع'' (Profit Maximization) کے استحصالی حربہ کے استعمال میں آج کے سرمایہ داروں سے ملتے جلتے تھے، جو اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ سرمایہ دار کی استحصالی ذہنیت ہر دور میں ایک جیسی رہی ہے۔ ❷

عہد قدیم میں تجارتی اور سودی قرضے

آگے آنے والے جدید معاشی نظریات کے عنوان کے ذیل میں ہم اس بات

---

① (قاموس الفقہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، (ب) بیع: ۳۵۰/۲، زمزم پبلشرز کراچی)

② (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، ڈاکٹر نور محمد غفاری، دور جاہلیت کی چند تجارتی شکلیں، ص: ۱۴۱، شیخ الہند اکیڈمی کراچی۔ تجارت کے اسلامی اصول وضوابط، ڈاکٹر نور محمد غفاری، ص: ۵۷، شیخ الہند اکیڈمی کراچی)

سے بھی بحث کریں گے کہ بینک، تجارتی بنیاد پر سودی قرضے دینا اور بینکاری معاملات درحقیقت سترہویں صدی عیسوی کی ایجاد نہیں، بلکہ ان کی تاریخ کم از کم دو ہزار سال قبل مسیح پرانی ہے۔ (1)

اس بات سے ہر سلیم الفطرت شخص واقف ہے کہ سود کی بنیاد ظلم پر ہے کہ مالدار شخص غریب کی حاجت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اپنے لیے مقررہ نفع کی ضمانت ہر حال میں مشروط کر لیتا ہے، چاہے معاملہ کی ابتداء میں ہو یا وقت ادائیگی میں مزید مہلت دیتے وقت ہو۔ (2)

آج کی دنیا میں رائج معاشی نظام درحقیقت ایک مکمل سودی نظام ہے، جس کے تانے بانے زمانہ جاہلیت کے سودی معاملات سے ملے ہوئے ہیں، سود سے بحث کرنے والے حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ قبل از اسلام عصر جاہلیت میں صرفی قرضوں کے ساتھ تجارتی اور پیداواری قرضوں کا بھی بھرپور رواج تھا، جن کی عمومی بنیاد سودی نفع پر تھی، مذکورہ نوعیت کے قرضے اہل عرب کے لیے اجنبی نہ تھے۔ (3)

اسلام سے پہلے حضرت عباس اور خالد بن ولید (رضی اللہ عنہما) نے زمانہ جاہلیت میں سودی شراکت کی تھی، بنو عمرو تجارتی بنیادوں بنو مغیرہ کو قرضے دیا کرتے تھے۔ (4)

علامہ سیوطی اور علامہ ابن جریر الطبری نے اس سودی کاروبار کی نوعیت کو واضح

---

(1) (سود پر تاریخی فیصلہ، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ص:۵۴، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

(2) (القرض المصرفي للدكتور محمد علي البناء، باب تمهيدي، التطور التاريخي للقرض: المطلب الثاني، أنواع القروض عند العرب، ص: ۵۷، ۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(3) (سود پر تاریخی فیصلہ، ص:۵۴، ۶۰-۶۶)

(4) (الدر المنثور للسيوطي، ص: ۳۷۴، دار هجر، مصر)

الفاظ میں بیان کیا ہے:

"كان ربا يتبايعون به في الجاهلية".[1]

(ترجمہ) یہ وہ سود تھا، جس سے دور جاہلیت میں لوگ لین دین کرتے تھے۔

بنوثقیف کے ان قبائل کے تجارتی معاملات اور قرضوں کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کا آپس میں سودی لین دین صرفی قرضوں (Consumption Lons) کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تجارتی قرضوں (Commercial Lons) کی بنیاد پر تھا، اور ان قبائل اور سودی قرضے دینے والوں کی حیثیت آج کی اصطلاح میں تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔[2]

گذشتہ تفصیل سے قدیم معاشی نظریات اور اس وقت کے رائج خرید وفروخت کے طریقے اور خدوخال واضح طور سے سامنے آجاتے ہیں، یہاں اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہوئے آئندہ سطور میں جدید معاشی نظریات سے بحث کی جائے گی۔

جدید معاشی نظریات

آج دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف معاشی نظام رائج ہیں، ان میں سب سے غالب اور نمایاں سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) ہے، عربی زبان میں اسے "الرأسمالية" کہا جاتا ہے، ۱۹۹۱ء تک روس جو "سویت یونین" کے نام سے ایک عالمی قوت کا درجہ رکھتا تھا، وہاں اشتراکیت (sochilism) کے غلغلے تھے، عربی زبان میں اسے "الاشتراكية" کہتے ہیں، اور اسی کی انتہائی صورت اشتمالیت (communism)

---

① (تفسير الطبري: ٥/١٥، دار هجر، مصر)

② (القرض المصرفي للدكتور محمد علي البنا، باب تمهيدى، التطور التاريخي للقرض، المطلب الثاني، أنواع القروض عندالعرب، ص: ٥٧، ٥٩، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، جسے عربی میں "الشیــــوعیۃ" کہا جاتا ہے، جہاد افغانستان کے نتیجے میں روس بطور "یونین" دنیا کے نقشے میں باقی نہ رہا، چین بھی اس شکست کے بعد عملاً سوشلزم کے اصولوں سے دستبردار ہو چکا تھا، ان دونوں ممالک کے مقبوضہ علاقوں میں اشتراکیت اگرچہ اب ایک معاشی نظام کے طور پر باقی نہیں، لیکن ایک سیاسی قوت اور ناکام نظریہ حیات کے طور پر تاریخ کا حصہ ضرور ہے۔

سرمایہ داریت اور اشتراکیت کی جائے پیدائش چوں کہ یورپ ہے، اس لیے وہاں کی تاریخ کا ایک سرسری سا جائزہ لیں گے، تاکہ ان نظاموں کا پس منظر، مزاج اور نفسیاتی محرکات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ یورپ اور اس کے حواری آج مادی ترقی کی معراج اور تسخیر کائنات کے جتنے بلند بانگ دعوے کرتے نظر آرہے، اتنے ہی یہ قرون وسطی یعنی ۱۳۰۰ء سے ۱۴۰۰ء تک سیاسی، معاشی اور مذہبی اعتبار سے تاریخ کے انتہائی سیاہ اور تاریک حالات کا شکار رہے ہیں۔

اسلام جو دین فطرت ہے، انہی ایام میں عرب کے پہاڑوں اور ریگزاروں سے نکل کر چہار دانگ عالم میں پیغام الٰہی کے زمزمے سنا رہا تھا، مسلمان قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو تاراج کرتے ہوئے مصر اور شمالی افریقہ تک جا پہنچے، یہاں تک انہوں نے ۶۵۰ء میں یورپ کے عظیم الشان ملک اسپین کو بھی فتح کرنے کے بعد لوگوں کو انسان کی غلامی سے چھڑا کر ان پر قانونِ الٰہی نافذ کر دیا تھا۔

جاگیردارانہ نظام

قرون وسطی کے اس پورے عہد میں یورپ کی معاشی زندگی کا دارومدار جاگیردارانہ نظام پر تھا، زرعی بیداوار ہی واحد ذریعہ معاش تھا، صنعت و تجارت نہ ہونے کے برابر تھیں، تجارت کی راہیں مسدود ہونے میں ایک طرف عیسائی کیتھولک مذہب کی طرف

سے تاجر پر عائد پابندیوں کا دخل تھا تو دوسری طرف بیرونی دنیا سے رابطے کے تمام سمندری راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اس لیے کاروبار کو ترقی دینا، یا زیادہ دیر تک چلانا ممکن نہ تھا، لہٰذا پوری معاشی زندگی کا انحصار زراعت اور زمین کی پیداوار پر موقوف تھا۔

جاگیردارانہ نظام میں اگرچہ زمیندار، جاگیردار اور کاشتکار کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، مگر عملی طور پر کاشتکار اور جاگیردار کا تعلق بالکل غلام اور آقا والا تھا، جاگیرداروں نے اس قدر طاقت حاصل کر لی تھی کہ وہ کسانوں کے سیاہ وسفید کے ملک بنے ہوئے تھے، مرکزی حکومت وقت برائے نام تھی، رعایا کے حقوق اور جان و مال کی حفاظت ان کے دست قدرت سے باہر ہو چکی تھی، نفاذ قانون کا کام بھی جاگیرداروں کے قبضے میں آ چکا تھا، رعایا (کسانوں) کے لیے ان کا ظلم وستم برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

عیسائی کیتھولک کلیسا کی پورے یورپ پر مذہبی اجارہ داری تھی، حکمرانوں سے زیادہ پوپ کا رعب تھا، اسے خدائی اختیارت حاصل تھے، مالدار اور جاگیردار غریبوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے کے بعد ایک مقررہ قیمت ادا کر کے ''مغفرت نامہ'' حاصل کر لیتے، دنیاوی گرفت کے ساتھ اخروی پکڑ سے بھی خود کو مامون کرتے، ان تمام چیرہ دستیوں کی تان جس طبقے پر ٹوٹتی وہ کسانوں کا طبقہ تھا، وہ دہرے مظالم کی چکی میں پس رہے تھے، ایک طرف جاگیرداروں کا سنگدل گروہ انتہائی بے دردی سے ان کا خون چوس رہا تھا تو دوسری طرف کلیسا کے مذہبی ٹھکیداران کی ہڈیوں کا گودا نکال رہے تھے۔

جاگیردارانہ نظام کا زوال اور عہد جدید کا آغاز

تیرہویں اور چودہویں صدی میں یورپ کے حالات میں بڑے پیمانے پر تبدیلی آنا شروع ہوئی، اس کا اہم سبب اسلام اور عیسائیت کے درمیان لڑی جانے والی صلیبی جنگیں تھیں، جس کے نتیجہ میں مشرقی بحیرہ روم اور اس کے بڑے جزیرے مسلمانوں کے

تسلط سے نکل کر اہل یورپ کی دسترس میں آ گئے، ان جنگوں کی بدولت جہارانی اور تجرات ارتقاء پذیر ہوئے، تاجروں اور ساہوکاروں کا ایک بڑا طبقہ وجود میں آیا، جو ان جنگوں میں شریک ہونے والے فوجی سرداروں اور جاگیرداروں کو مالی امداد بطور قرض دیا کرتے تھے، تجارتی ترقی اور سرمایہ داروں کے اس نئے طبقے نے آہستہ آہستہ داگیرداری نظام میں دراڑیں ڈال دیں۔

جاگیرداروں کی چیرہ دسیوں سے یورپی عوام اور حکمران دونوں تنگ تھے، لہٰذا وہاں کے بادشاہوں نے عوامی تائید کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور یورپ کے اکثر ممالک خصوصاً انگلستان اور فرانس میں پائیدار مرکزی حکومتیں قائم کیں اور تجارت وصنعت کی خود براہ راست سرپرستی کر کے انہیں خوب ترقی دی ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے قبضے سے آبنائے باسفورس اور اہل یورپ کی مشرقی ممالک سے تجارتی گزرگاہیں مسلمانوں کے زیر تصرف آ گئیں، جس کی وجہ سے اہل یورپ کو نئے بحری راستوں کو تلاش کرنا پڑا، جب کہ دوسری طرف ۱۴۹۲ء میں عیسائی بادشاہ فرڈی ننڈ (Frdi Nand) اور ملکہ ازابیلا (Isabella) کے گٹھ جوڑ اور سازشوں کی وجہ سے اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سال سے قائم حکومت کا خاتمہ ہوا، وہاں ایک عیسائی ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی۔

۱۵۹۸ء میں اہل مغرب نے واسکوڈی گامہ (Vascode Gama) کی سرکردگی میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا، جب کہ اندلس کے باشاہ اور ملکہ کی سرپرستی میں کولمبس (Columbus) نے مسلمان جہاز رانوں کی مدد سے امریکہ کا نیا براعظم دریافت کر لیا تھا۔ امریکہ کی دریافت اور ہندوستان کے بحری راستوں کی تلاش سے یورپ کی تجارت، صنعت اور زراعت میں نمایاں اور ایسی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جنہیں مجموعی طور سے ایک صنعتی انقلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس صنعتی انقلاب سے اہل یورپ

کے لیے صنعت اور تجارت کے لیے ایک وسیع میدان میسر ہوا، نئی نئی صنعتیں وجود میں آنے لگیں، بڑے بڑے شہر آباد ہوئے، غرض سولہویں صدی کے ان بدلے ہوئے حالات کے سامنے قرون وسطی کے جاگیرداری نظام نے دم توڑ دیا۔

سترہویں سے اٹھارویں صدی تک مطلق العنان شاہی نظام اپنے پورے جوبن پر رہا، ہر طرف خود مختار بادشاہی کا راج تھا، عوام کو نہ تو شخصی حقوق حاصل تھے اور نہ ہی سیاسی حقوق، انسانی حوائج اور مصالح عامہ کے حق میں آواز اٹھانا شہنشاہیت کی شان کے خلاف تھا۔ یورپ اور کلیسا نے جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے نتیجے میں ابھرنے والی علمی تحریک کی ابتدا میں شدید مخالفت کی، اس تحریک کے علمبرداروں کو انتہائی شدید اور سخت ترین سزائیں دیں، حتی کہ اس تحریک کے ایک معروف رہنما جان ہس (John Huss) اور اس کے شاگرد جیروم (Jerome) کو نذر آتش کیا گیا، کلیسا کے ان لرزہ خیز مظالم اور نام نہاد مذہبی پیشواؤں کی تنگ نظری اور نفس پرستی بالآخر ان کے لیے موت کا پھندا بن کر رہی۔

اصلاح مذہب، جدید سائنسی تحقیقات اور فلسفے میں نئے افکار و نظریات کی نومولود تحریک چوں کہ حقیقی بیداری کا نتیجہ تھی، اس لیے تشدد سے دبنے کے بجائے مزید آگے بڑھتی چلی گئی، آزادی فکر اور جدت پسندی کے سیلاب نے مذہبی اقتدار کا خاتمہ کر دیا، اس نئی تحریک کے نتیجے میں جیسے کلیسا کے مذہبی اقتدار کا خاتمہ ہوا، قریب تھا کہ عیسائی مذہب ہی کی جڑیں اکھڑ جاتیں اور اس کا مکمل خاتمہ ہو جاتا کہ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ (Protestant) کے نام سے ایک نیا فرقہ وجود میں آیا، جس نے مذہب کو دنیا سے جدا قرار دیا، جدید علمی تحقیقات کی حوصلہ افزائی کی، حکمرانوں اور بڑے بڑے رئیسوں کی آغوش میں پناہ لے کر ان کے ہر جائز و ناجائز کام کی تائید کی، نتیجہ یہ نکلا کہ روشن خیال اور آزاد فکر طبقہ نے نہ صرف مذہب کا انکار کیا، بلکہ وہ سرے سے خدا کے وجود ہی کے

منکر بن بیٹھے، یوں اس طرح یورپ میں جنم لینے والے جدید فلسفہ اور نظریات، خالص مادیت، دہریت اور الحاد کا شکار ہوتے چلے گئے، نئے سیاسی انقلابات اور جدید معاشرے نے قدیم مذہب اور اخلاقی روایات کی ہر قید سے آزاد ہو کر ایک سیاسی دنیا بنائی، جس میں قدیم جاہلیت کی رسموں، طور طریقوں اور معاشی اصطلاحات کو جدیدیت اور آزادی فکر کے خوشنما لبادے میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism)

گذشتہ صفحات میں جاگیردارانہ نظام کی حقیقت، پس منظر، زوال کے اسباب اور عہد جدید کا تذکرہ آچکا ہے، اسی کے ذیل میں صنعتی انقلاب کے بارے میں کچھ سطور لکھی گئی تھیں، اب مزید اس بارے میں وضاحت پیش خدمت ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں صنعتی انقلاب نے مزید ترقی کی، بھاپ اور بجلی کی ایجاد و استعمال نے صنعت و حرفت، زراعت و مواصلات کے شعبوں کو چار چاند لگا دیئے، زندگی کے ہر شعبے میں ہونے والی عجیب و غریب ایجادات سے اہل یورپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا، دستکاریوں کی جگہ ملوں، کارخانوں اور فیکٹریوں نے لے لی، گاؤں اور دیہات کے لوگ حصول روزگار کے لیے شہروں کا رخ کرنے لگے، جس کے نتیجے میں بڑے بڑے شہر وجود میں آگئے، اسباب راحت و تعیش بآسانی دستیاب ہونے لگے، اور نفسیانی خواہشات کی تکمیل کا ایک نہ رکنے والا سیلاب اُمڈ آیا، مگر خالص مادی اور لادینی بنیادوں پر حاصل کی جانے والی صنعتی ترقی اس عیارانہ نظام سرمایہ داری (Capitalism) کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جس کے بے رحم جال میں پھنسنے کے بعد عوام کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ موت اس جال کی گرفت میں زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے، یا جاگیرداروں کی اس چکی میں جس کے درمیان وہ کئی سال پستے رہے تھے۔

صنعتی انقلاب اور اس کی پیدا کردہ خوشحالی پر سود، سٹے اور قمار وغیرہ کے ذریعہ چند سرمایہ دار اور مہاجن سانپ بن کر بیٹھ گئے، انہوں نے صنعت وتجارت کا جو نظام قائم کیا اسی نظام کو نظام سرمایہ داری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زیر نظر تحریر میں گفتگو نظام سرمایہ داری کے اصل فلسفے سے ہو رہی ہے، اس کی رائج الوقت صورتوں سے نہیں، بعد کے حالات سے مجبور ہو کر مختلف ممالک نے اس نظام میں کچھ ترمیم شروع کی جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، صنعت وتجارت میں حکومت کا دخل بڑھ رہا ہے اور فرد کی آزادی گھٹ رہی ہے، تاہم یہ ترمیمیں ایسی جزوی اور غیر مؤثر ہیں کہ ان سے معاشرے کے مجموعی حالات پر کوئی گہرا اثر مرتب نہیں ہوتا اور وہ الجھنیں ختم نہیں ہوتیں جن سے اس نظام کا خمیر تیار ہوا ہے۔

معیشت کے بنیادی ستون کہلانے والے چار مسئلوں کا جو حل اس نظام نے پیش کیا ہے، اس پر گفتگو کرنے سے پہلے اس کی حقیقت پر کلام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس نظام کی بنیادوں، اہم اصول اور نتائج سے بھی واقفیت حاصل ہو جائے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت

اس نظام کا بنیادی اصول ''بے قید مشقت'' ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ صنعت و تجارت اور کسب معاش کے تمام طریقے اور معاشیات کا پورا نظام ہر قسم کے سرکاری قانون اور مذہبی پابندیوں سے کامل طور پر آزاد ہونا چاہیے، حکومت اور مذہب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ فرد کے معاشی اور اقتصادی نظام میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔ فرد کی حد سے بڑھی ہوئی یہ آزادی اس مفروضے پر قائم ہے کہ ہر شخص اپنے اچھے برے کی سمجھ خود رکھتا ہے، اس کو یہ بتانے کی نہ حکومت کو ضرورت ہے کہ وہ اپنا معاشی کاروبار کیسے چلائے، اور نہ کسی معلم اخلاق کی ضرورت ہے جو حرص وطمع سے باز رہنے اور ایثار وسخاوت جیسی صفات کی تلقین کرے۔ رہا مذہب تو وہ ایک ڈھونگ ہے، جس کی پیروی آزادی فکر کے اس دور میں ایک

مہذب انسان کو زیب نہیں دیتی۔

انفرادی ملکیت خواہ وسائل پیداوار کی شکل میں ہو، یا عام اشیاء، وہ کلی طور پر آزاد ہوتی ہیں، خرید وفروخت کی جو بھی صورت فریقین کی باہمی رضامندی سے طے پائے اسے روکنے کا نہ مذہب کو اختیار ہے، نہ کسی حکومت کو، افراد ہر طرح سے آزاد ہوتے ہیں کہ جس طرح چاہیں نفع کمائیں، اس مقصد کے لیے پیداوار کو جس قدر چاہیں گھٹائیں یا بڑھائیں، پیداوار جس قسم کی چاہیں تیار کریں، کسی قسم کی کوئی قانونی یا مذہبی تحدید عائد نہیں کی جاسکتی۔

اس نظام میں جس طرح حصول ''انفرادی ملکیت'' کے تمام ذرائع میں فرد کو کھلی چھٹی دی گئی ہے، اسی طرح خرچ وصرف کے معاملے میں بھی اس سے کوئی باز پرس نہیں، مادی منافع کے علاوہ کسی دوسرے مد میں دولت کا خرچ کرنا ناپید ہوتا ہے، نہ ہی کوئی مذہب یا قانون فرد سے اس کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس پورے نظام میں ذاتی نفع کو کل معاشی نظام کی روح قرار دیا گیا ہے، ذاتی نفع کی خاطر ہر وہ طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے، جو اس کے لیے مفید ہو، اگرچہ اس میں ملک وقوم کا نقصان ہو رہا ہو، اس حوالے سے وہ کسی کو جوابدہ نہیں۔

بنیادی معاشی مسائل

یہ بات تو معاشی مفکرین کے نزدیک مسلم ہے کہ انسانی ضروریات اور خواہشات انسانی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہیں، دستیاب وسائل کو اس طرح استعمال کرنا کہ زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری ہوجائیں، اسے معاشیات، اقتصاد اور انگریزی زبان میں اکنامکس (Economics) کہتے ہیں، اس نقطہ نظر سے معیشت کے چار بنیادی مسائل ہیں، جن کو حل کیے بغیر کسی بھی معیشت کی گاڑی نہیں چل سکتی، وہ مسائل درج ذیل ہیں:

۱-ترجیحات کا تعین (Determinatian of Priorties)

فرد اور ملک کے وسائل محدود ہوتے ہیں، ان کے ذریعے تمام انسانی خواہشات کی بیک وقت تکمیل ناممکن ہے، لہٰذا یہ متعین کرنا کہ ان وسائل کے ذریعے کن ضروریات کو پورا کیا جائے؟ اور کس چیز کی پیداوار کو ترجیح دی جائے، کون سی ضرورت اور خواہش کو مقدم کیا جائے اور کس کو مؤخر کیا جائے؟ اس مسئلہ کا نام ''ترجیحات کا تعین'' ہے۔

۲-وسائل کی تخصیص (Allocatian of Resources)

وسائل پیداوار، سرمایہ، محنت اور زمین کو کن کاموں میں اور کس مقدار سے لگایا جائے؟ زمین پر کیا اگایا جائے؟ کارخانوں سے کس طرح کی اشیاء اور مصنوعات حاصل کی جائیں، اس بات کا فیصلہ ''وسائل کی تخصیص'' کہلاتا ہے۔

۳-آمدنی کی تقسیم (Distributian of Income)

مذکورہ بالا وسائل کو استعمال میں لانے کے بعد ان سے حاصل شدہ پیداوار، یا آمدنی کو کس طرح اور کن بنیادوں پر تقسیم کیا جائے؟ یہ بات ''آمدنی کی تقسیم'' کہلاتی ہے۔

۴-ترقی (Development)

معاشی حاصلات کو ترقی دینا کہ ان سے حاصل شدہ پیداوار کمیت و کیفیت کے لحاظ سے اچھی ہو، اسباب معیشت میں اضافہ ہو اور نئی نئی ایجادات وجود میں لائی جائیں، تاکہ لوگوں کو ذرائع آمدن بسہولت مہیا ہوں، اور معاشرہ ترقی پذیر ہو سکے، اس بات کو معیشت کی اصطلاح میں ''ترقی'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بنیادی معاشی مسائل کا حل اور سرمایہ دارانہ نظام

ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب اپنی کتاب ''اسلام کا معاشی نظام'' میں بعنوان

''سرمایہ دارانہ نظام کا حل'' لکھتے ہیں: ''سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کے معاشی مسئلہ کے حل کی بنیاد دو باتوں پر رکھی ہے:

ا-فرد کو اس کے معاشی مسئلہ کے حل کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے، یعنی اس کی معاشی سرگرمیوں پر کسی قسم کی اخلاقی یا قانونی پابندی نہ ہو، وہ جس طریقہ یا ذریعہ سے چاہے، کمائے اور اس کمائی ہوئی دولت کو جس طرح چاہے خرچ کرے، وہ جو ذریعہ معاش اپنے لیے چاہے پسند کرے، اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔

۲-ریاست فرد کی معاشی سرگرمیوں میں دخل اندازی نہیں کرے گی، بلکہ ان کی دیکھ بھال کرے گی، انہیں قانونی تحفظ دے گی، جس کے عوض فرد ریاست کو چند ٹیکس بطور معاوضہ حفاظت اور سہولت ادا کرے گا۔

سرمایہ دارانہ نظام نے تین اصولوں کی روشنی میں معیشت کے بنیادی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی:

ا-ذاتی ملکیت(Private Property)

اس نظام کا پہلا اصول اور فلسفہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی اشیاء چاہے ان کا تعلق استعمال سے ہو، یا پیداوار سے ہو، انہیں وہ اپنی ذاتی ملکیت میں رکھ سکتا ہے۔

۲-ذاتی منافع کا محرک(Profit Motive)

پیداوار کے عمل میں ذاتی منافع کے حصول کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہی چیز اساسی محرک قرار پایا ہے۔

۳-حکومت کی عدم مداخلت(Laissez faire)

''کرنے دو'' کی پالیسی کے تحت تیسرا اصول یہ اپنایا گیا ہے کہ تجارتی معاملات

میں حکومت تاجر کو تنگ نہیں کرے، اسے کھلی چھوٹ حاصل ہوگی کہ وہ جس طرح چاہے تجارت کرے، حکومت اس کی معاشی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرے گی، اگرچہ بعد میں اس پالیسی پر مکمل عملدرآمد نہیں کیا جاسکا، سرمایہ دارانہ ممالک میں حکومت کی مداخلت کسی نہ کسی عنوان سے جاری رہتی ہے، جو اس کے اصول اور فلسفہ کے خلاف ہے۔

معاشی مسائل حل کرنے کا طریقہ کار

معیشت کے بنیادی مسائل کے حل کے لیے سرمایہ دارانہ نظام نے ذاتی منافع کے محرک کا سہارا لیا، اس نظام کا کہنا یہ ہے کہ ان چاروں مسائل کو حل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہر انسان کو تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں کے لیے بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے، اور اسے اختیار دیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لیے جو طریقہ بھی وہ مناسب سمجھے اسے اختیار کرے، تو مذکورہ مسائل خود بخود ہی حل ہوتے چلے جائیں گے، کیوں کہ ہر شخص زیادہ نفع کی لالچ میں وہی کام کرے گا جس کی معاشرے کو ضرورت ہے؛ کیوں کہ دنیا میں قانون رسد وطلب (Supply and Demand) کارفرما عمل ہے، لہٰذا اگر تاجر کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے نفع کی خاطر وہ چیز مارکیٹ میں لائے گا جس کی ضرورت یا طلب زیادہ ہوگی، اسی طرح معاشرے میں انہی اشیاء کی پیداوار بڑھے گی جن کی معاشرے کو ضرورت ہے، اور اتنی ہی مقدار میں ان کی پیداوار ہوگی جتنی اس ضرورت کو پورا کرنے کرنے لیے واقعتاً درکار ہے، اس کو ترجیحات کا تعین کہتے ہیں۔

وسائل کی تخصیص کا تعلق ترجیحات کے تعین سے ہے، لہٰذا رسد وطلب کے قوانین جس طرح ترجیحات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وسائل کی تخصیص کا عمل بھی سر انجام دیتے ہیں، نتیجتاً ہر مارکیٹ کی طلب کو پورا کیا جاسکے اور اسے زیادہ منافع حاصل ہوجائے، جب

کہ آمدنی کی تقسیم کے بارے میں سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا ہے کہ عوامل پیدائش: زمین محنت، سرمایہ اور آجر یا تنظیم کے درمیان آمدنی کی تقسیم کا عمل انجام پائے گا، بایں طور زمین والے کو کرایہ، محنت کرنے والے کو اجرت، سرمایہ فراہم کرنے والے کو سود اور آجر اس عمل پیدائش کا اصل محرک ہے اسے منافع دیا جائے، اور عوامل پیدائش کے معاوضے تعین بھی طلب ورسد کی بنیاد پر ہوگی کہ جس کی طلب جس قدر زیادہ ہوگی اس کا معاوضہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

باقی رہی بات ترقی کی، تو طلب ورسد کے قوانین کی بنیاد پر تاجر جب زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کا طلب گار ہوگا تو لازماً وہ نئی سے نئی چیزیں، بہتر سے بہتر انداز میں مارکیٹ میں لائے گا، جس کے نتیجے میں ترقی کا عمل بھی وجود میں آجائے گا، اور معیشت ترقی پذیر ہوگی۔

سرمایہ داریت اور جمہوریت کا اشتراک

یورپ میں معاشی تبدیلیوں کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی ایک ہمہ گیر انقلاب انگڑائیاں لے رہا تھا، آزاد فکر طبقہ شخصی حکومتوں کو ختم کر کے جمہوری حکومتیں قائم کرنا چاہتا تھا، دوسری طرف سرمایہ دار لوگ بھی حکومت کی ان قانونی پابندیوں سے بیزار تھے، جو ان کی نفع اندوزی کو پابند کر رہی تھیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ انیسویں صدی میں یورپ کے اکثر ممالک جمہوری حکومتوں کے زیر اثر آ گئے، معاشی وسائل اور ملکی دولت پر قابض ہونے کی وجہ سے نئی جمہوری حکومتیں سرمایہ داروں کے قبضے میں آ گئیں، یوں یورپ کی کل آبادی دو حصوں میں بٹ گئی، ایک طرف گنے چنے سرمایہ دار جو پوری دولت اور تمام وسائل پیداوار کے مالک تھے اور عنان حکومت بھی ان کی ذاتی اغراض کے تابع ہو چکی تھی، دوسری طرف وہ بے یارومددگار مفلس لوگ تھے جو انتہائی شدید محنت ومشقت کے باوجود بھی زندگی کی بنیادی

ضروریات کو ترس رہے تھے، مزدوروں اور محنت کشوں کا طبقہ اپنے معاشی حالات سے تنگ آ گیا اور ایک عرصہ تک سرمایہ داروں کے ظلم کی چکی میں پسنے کے بعد انہوں نے اپنے حقوق منوانے کے لیے مزدور انجمنیں قائم کرنا شروع کر دیں، یورپ کے بعض مفکرین بھی اس تحریک کی حمایت کرنے لگے، یوں یہی تحریک رفتہ رفتہ اشتراکیت کی بھیانک صورت میں ڈھلتی چلی گئی، سوشلٹ علمبرداروں نے مزدوروں اور محنت کشوں کے جذبات کو ہڑتالوں، توڑ پھوڑ، قانون شکنی اور تشدد میں استعمال کر کے متعدد ممالک میں انقلاب برپا کر کے سوشلٹ نظام نافذ کر دیا۔

اشتراکیت (Socialism)

سوشلزم جسے اردو میں ''اشتراکیت'' اور عربی میں ''الاشتــــرکیة'' کہتے ہیں، درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام کے ردعمل کے طور پر وجود میں آیا، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس نے سرمایہ دارنہ نظام کے بنیادی فلسفے کو چیلنج کرتے ہوئے یہ ماننے سے انکار کیا کہ معیشت کے بنیادی مسائل محض ذاتی منافع کے محرک، شخصی ملکیت اور رسد و طلب کی قوتوں کی بنیاد پر حل کیے جا سکتے ہیں۔

اشتراکیت ان تمام خرابیوں کے سدباب کا دعوی لے کر میدان میں آئی، جو سرمایہ دارانہ نظام کے مرہون منت تھے، اشتراکیت نے سرمایہ داریت کے بنیادی فلسفے انفرادیت کو رد کرتے ہوئے اجتماعیت اور جماعت کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ جماعت ہی سب کچھ ہے، فرد کچھ نہیں، لہٰذا وسائل پیداوار کو فرد کی ملکیت قرار دینا درست نہیں، بلکہ حکومت ہی تمام وسائل پیداوار کی مالک ہے، اس کو یہ علم ہوگا کہ کل وسائل کتنے ہیں؟، معاشرے کی ضروریات کیا کیا ہیں؟، لہٰذا وہی تمام زرعی، صنعتی اور تجارتی پالیسیاں بنانے اور نافذ کرنے کی مجاز ہے، وہی افراد کے پیشے معین کرنے کا حق رکھتی ہے، گویا وسائل کی

تخصیص، ترجیحات کا تعین اور ترقی کے تینوں کام حکومت کی منصوبہ بندی کے تحت انجام پائیں گے، جہاں تک آمدنی کی تقسیم کا معاملہ ہے، تو اشتراکیت کا کہنا ہے کہ حقیقت میں عامل پیداوار صرف زمین اور محنت ہیں، زمین انفرادی ملکیت نہیں، بلکہ حکومت کی ملکیت ہے، تو اس کا لگان دینے کی ضرورت نہیں، رہی محنت تو اس کی اجرت کا تعین بھی حکومت اپنی منصوبہ بندی کے تحت کرے گی، گویا ان کے نزدیک بھی معاشی مسائل کا ایک ہی حل ہے اور وہ حکومتی منصوبہ بندی ہے، اسی وجہ سے اسے منصوبہ بند معیشت (Planned Economy) بھی کہا جاتا ہے۔

اشتراکیت سے بحث کرنے والے حضرات نے اس کی تین بڑی قسمیں بیان کی ہیں:

۱-قدیم اشتراکی نظریات

۲-ارتقائی، یا معاشی اشتراکیت

۳-مارکس کی انقلابی اشتراکیت۔ ❶

ہم یہاں ان کی تفصیلات سے تعرض نہیں کریں گے، البتہ اشترکیت کے بنیادی اصولوں پر ایک نگاہ ضرور ڈالیں گے، تاکہ اس کی پوری حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اشتراکیت کے بنیادی اصول

اشتراکیت کے فلسفے کا جائزہ لینے سے اس کے مندرجہ ذیل چار بنیادی اصول سامنے آتے ہیں:

۱-اجتماعی ملکیت (Collective Property)

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ وسائل پیداوار قومی ملکیت میں ہوں گے اور حکومت

---

① (یورپ کے تین معاشی نظام، ص:۴۸، ادارۃ المعارف کراچی)

کی منصوبہ بندی کے تحت استعمال ہوں گے، ذاتی استعمال کے علاوہ وسائل پیداوار پر کوئی ذاتی ملکیت نہیں ہوگی، حکومت وقت ہی قومی نمائندہ کی حیثیت سے ان کی مالک ہوگی۔

۲-منصوبہ بندی (Planning)

اس نقطہ نظر کا خاصہ یہ ہے کہ تمام معاشی مسائل کا حل اور فیصلے حکومتی منصوبہ بندی کے تحت کیے جائیں گے، حکومت ہی یہ فیصلہ کرے گی کہ کون سے وسائل کہاں اور کتنی مقدار میں لگائے جائیں؟ اور محنت کرنے والوں کی کیا اجرت مقرر کی جائے؟ غرض اس میں ہر معاشی فیصلہ سرکاری منصوبہ بندی کے تابع ہوتا ہے۔

۳-اجتماعی مفاد (Collective interest)

اس نظام میں حکومتی منصوبہ بندی کے تحت اجتماعی مفاد کو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

۴-آمدنی کی منصفانہ تقسیم (quitable Distributian of Income)

امیر اور غریب کے درمیان موجود فاصلوں کو کم کرنے کے لیے یہ اصول پیش کیا کہ جو کچھ بھی آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم ہو، عملاً ایسا ہوا یا نہیں؟، یہ ایک الگ بحث ہے، البتہ اشتراکیت میں کم از کم یہ دعوی ضرور کیا گیا کہ اس نظام میں تنخواہوں اور اجرتوں کے درمیان تفاوت بہت زیادہ نہیں ہے۔

اشتراکیت اور معاشرے پر اس کے اثرات

اشتراکیت صرف معاشی یا سیاسی نظام نہیں، بلکہ یہ ایک مستقل فلسفہ، مرتب، مربوط اور تمام مذاہب سے مختلف ایک الگ نظریہ حیات ہے، جو سیاست و معیشت، اخلاق و معاشرت، مابعد الطبیعی تخیلات و عقائد اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کا مدعی ہے۔

کارل مارکس(Karl Marx)نے جوایک ٹھیٹ یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اورساری عمراحساس محرومی کاشکار رہا، اپنے ساتھی فریڈرک اینجلز کے ساتھ مل کراشتراکیت کے نام سے جوفلسفہ مرتب کیااس میں دوچیزیں نمایاں ہیں:

۱-سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نفرت وبغاوت

۲-دین ومذہب کی حقارت، بیزاری اورعداوت

اس فلسفے کی رو سے ''اشتراکی حکومت'' ایک ایسی آمریت اورڈکٹیٹر شپ ہے، جونہ خداکے سامنے جوابدہ سمجھی جائے، نہ عوام کے سامنے، جوکسی مذہب کی پابندہونہ اخلاق کی، آئین کی پابندہونہ قانون کی، اس مطلق العنان ڈکٹیٹرشپ نے فرد کے ساتھ وہ سلوک کیاجوکسی مشین کے بے جان پرزے کے ساتھ کیاجاتاہے۔ پیشےاوراظہاررائے کی آزادی اورانفرادی ملکیت چھین کراس کواتناگھونٹ دیاکہ اس کی فطری آزادی بھی سلب ہوکررہ گئی۔

رسدوطلب کے قدرتی قوانین کاانکارکرکے اس کی جگہ حکومتی منصوبہ بندی کوہرمرض کاعلاج قراردیا، حالاں کہ انسانی زندگی اورمعاشرے کوسینکڑوں ایسے مسائل درپیش رہتے ہیں، جس میں انسان کی وضع کی ہوئی منصوبہ بندی ناکام ہوجاتی ہے، اوراس منصوبہ بندی کے نتیجے میں فردومعاشرہ ایک غیرفطری اورمصنوعی نظام کے جال میں پھنستا چلاجاتاہےاوروسائل چندبرسراقتدارافرادکے قبضے میں چلے جاتے ہیں، ذاتی منافع کے محرک کوختم کردینے سے فکروعمل دونوں میں سستی اورکاہلی کے جراثیم پیداہوجاتے ہیں، اور لوگ ظالم وجابرحکومتوں کے ایسے شکنجوں میں پھنستے ہیں جہاں کسی کوپھڑپھڑانے اورچیخنے چلانے کی آزادی بھی حاصل نہیں ہوتی۔

اشتراکیت نے دنیاکوکیادیا؟

اشتراکیت نے دنیاکوکیادیا؟ خوداس کے سب سے بڑے داعی اورمرکزروس

جو سویت یونین کہلاتا تھا، اس کے خاتمے کے موقع پر روس کے صدر یلسن نے کہا: ''کاش اشتراکیت (UTOPAIN) نظریے کا تجربہ روس جیسے عظیم ملک میں کرنے کے بجائے افریقہ کے کسی چھوٹے رقبے میں کرلیا گیا ہوتا، تاکہ اس کی تباہ کاریوں کو جاننے کے لیے چوہتر [۷۴] سال نہ لگتے۔'' اسی طرح مشرقی جرمنی میں لوگوں نے دیوار برلن کو توڑ کر اشتراکیت کی ناکامی کا عملاً اعتراف کیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات

اشتراکیت کے زوال اور ناکامی کے بعد سرمایہ دار ممالک نے بڑی شد و مد سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ سوشلزم کی ناکامی ان کی کامیابی کی دلیل ہے، جب کہ حقیقت میں اشتراکیت کے زوال کا سبب سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقی غلطیوں کی اصلاح کے بجائے غلط لائحہ عمل کا اختیار کرنا تھا، جس پر ہم گذشتہ صفحات میں گفتگو کرچکے ہیں۔ اب یہاں سرمایہ داریت کے بنیادی اصول ذاتی منافع کے محرک کو کھلی چھوٹ دینے اور خود اس نظام کے نتیجے میں جو خرابیاں سرمایہ دار معاشرے میں پیدا ہوئیں اور ملک وقوم پر اس کے جو مہلک اثرات پڑتے ہیں، ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱- مذہب کو نظام سیاست ومعیشت سے الگ کر کے گرجاؤں، مسجدوں اور خانقاہوں تک محدود کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ ان کے ناجائز نفع اندوزی میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

۲- ذاتی منافع کے محرک کو بے لگام چھوڑنے کی وجہ سے یہ اکثر لوگوں کے سفلی جذبات کو ہوا دے کر ان کی غلط خواہشات کی تسکین کا سبب بنتا ہے، منافع کے حصول کے لیے حلال وحرام میں کوئی تفریق نہ ہونے کی وجہ سے لوگ نفع کمانے کے لیے ایسے ذرائع کو اختیار کرتے ہیں، جن سے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ پھیلتا ہے، چناں چہ مغربی ممالک میں عریانی اور فحاشی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے۔

۳- اس نظام میں تجارت وصنعت اور دولت کی گردش سود، قمار، اور آڑھت کی بنیادوں پر ہوتی ہے، حالاں کہ ان کی وجہ سے معیشت کے فطری توازن میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، پورے ملک کے وسائل پیداوار اور دولت کے تمام خزانے چند ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں سمٹ کر جمع ہوجاتے ہیں، رسد وطلب کے فطری قوانین مفلوج ہوجاتے ہیں، شخصی اجارہ داریوں کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں کا نظام متوازن نہیں رہتا اور ایک مصنوعی نظام وجود میں آجاتا ہے، جس کے بے رحم شکنجے میں پھنس کر پورا معاشرہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

۴- بڑے سرمایہ دار اور تاجر عملاً پورے نظام تجارت پر قابض ہو جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے تاجروں کو اس قابل نہیں چھوڑتے کہ وہ اپنے کاروبار کو ترقی دے سکیں، یا باقی رکھ سکیں، چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والے روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں، یا بڑے سرمایہ داروں کی تجارتی پالیسیوں کے تابع محض ہوکر زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

۵- سرمایہ داروں اور نوکر شاہی کے گٹھ جوڑ سے سرمایہ دارانہ حکومتیں اپنے ہی اصول ''عدم مداخلت (Laissez Faint)'' سے انحراف کرکے مختلف قوانین اور ناجائز ٹیکسوں کے ذریعے کسی تجارت کی ہمت افزائی اور کسی کی حوصلہ شکنی کرتی رہتی ہیں، جس کا فائدہ صرف بااثر سرمایہ داروں کو پہنچتا ہے۔

۶- اس نظام میں غریب غریب تر اور امیر اور سرمایہ دار کی دولت میں بڑھوتری اور روزانہ اضافہ ہونے کی وجہ سے وہ امیر تر ہوتے جاتے ہیں، معیار زندگی کو اتنا بلند کردیا جاتا ہے کہ متوسط اور سفید پوش طبقہ اس کا ساتھ نہیں دے پاتے، جس سے اَن گنت معاشرتی الجھنیں اور بے شمار معاشی ناہمواریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۷-سرمایہ دارانہ نظام میں تقسیم دولت کا نظام ناہمواری کا شکار ہو جاتا ہے، سود اور قمار پر مبنی اس نظام کی وجہ سے ملک کی کل آبادی دو طبقوں میں بٹ جاتی ہے، دولت کے بہاؤ کا رخ امیروں اور سرمایہ داروں کی طرف رہتا ہے، غریبوں اور مزدوروں کی طرف نہیں ہوتا، اسی وجہ سے سرمایہ دار اور مزدور کی طبقاتی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے۔

۸-ملوں اور فیکٹریوں کی اجارہ داری کی وجہ سے گھریلو صنعتوں اور دستکاریوں سے تیار ہونے والا مال ان کی پیداوار اور سیلنگ ریشو (Saling Ratio) کا مقابلہ نہیں کر پاتا، دستکار اپنا پیشہ چھوڑ کر مزدوری اور ملازمت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے گھریلو صنعتیں اور دستکاریاں زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

۹-ملازمت اور مزدوری کے طلب گاروں میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے، مشینوں کے روز افزوں استعمال کی وجہ سے انسانی کھپت میں کمی آجاتی ہے، جس سے پورے ملک میں بے روزگاری کا طوفان برپا ہو جاتا ہے، نتیجتاً مزدور کم سے کم اجرت پر مشکل اور ہر طرح کا محنت طلب کام بھی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۱۰-سرمایہ دار طبقہ اپنے سرمایہ کے زور سے حکومتی پالیسی کو اپنی حکمت عملی کے تابع کر لیتا ہے، مارکیٹ میں وہی اشیاء لائی جاتی ہیں جس سے سرمایہ دار کا زیادہ سے زیادہ نفع ہوتا ہے۔ ملک وقوم کا کوئی فائدہ ان کے پیش نظر نہیں ہوتا، یہ نظام پوری سوسائٹی اور اس کے تمدن کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے، صرف مال دار ہی ہر عزت وشرافت کا معیار بن جاتا ہے، علم، عقل اور اعلی اخلاق کے بجائے انسان کی قدر ومنزلت اس کے بینک بیلنس سے پہچانی جاتی ہے، مادیت پرستی اور کمانے کا ایسا دھن لوگوں پر سوار ہو جاتا ہے کہ وہ خود غرضی، سنگدلی، عیاشی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ❶

---

① (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ''اسلام اور جدید معاشی مسائل اور یورپ کے تین معاشی نظام'')

خلاصہ یہ کہ یہ پورا نظام سرمایہ دار کے سرمایہ میں اضافے کا ایک آلہ ہے، سود کے اس نظام میں پوری قوم کے سرمائے کو چند بڑے سرمایہ دار اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں، اور اس کے بدلے قوم کو بہت تھوڑا سا حصہ واپس کرتے ہیں، اور یہ تھوڑا سا حصہ بھی اشیاء کی لاگت میں شامل کر کے دوبارہ عام صارفین ہی سے وصول کر لیتے ہیں اور اپنے نقصان کی تلافی بھی عوام کی بچتوں سے کرتے ہیں، اور اس طرح سود کا مجموعی رخ اس طرف رہتا ہے کہ عوام کی بچتوں کا اصل کاروباری فائدہ بڑے سرمایہ داروں کو پہنچے اور عوام اس سے کم سے کم مستفید ہوں، اس طرح دولت کے بہاؤ کا رخ ہمیشہ اوپر کی طرف رہتا ہے۔[1]

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی حقیقت

قارئین کرام! یہ ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام جس میں Accumulation of wealth دولت کی اس ریل پیل سے معاشرے اور انسانی گروہوں کو کنٹرول کیا جاتا ہے، جب کہ دولت کا بہاؤ ہر حال میں عوام الناس سے خاص الخواص (سرمایہ داروں) کی جانب ہی رہتا ہے، سب سے نچلی سطح پر عوام الناس اور ان کے متعلقین ہیں، خواہ ان کا تعلق زراعت، صنعت وحرفت، تجارت، ٹریڈنگ یا سروس وغیرہ کسی بھی شعبے سے ہو، یہ لوگ ایک ہی لگی بندھی آمدنی کا طبقہ کہلاتے ہیں، اور یہ دولت بصورت جنس یا خدمت کے پیداوار کر کے اپنے سے اوپر والی سطح پر پہنچاتے رہتے ہیں، اور ان کا اپنے معاوضوں پر قطعی کوئی اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اوپر والے سرمایہ داران کے لیے جو بھی معاوضہ مقرر کریں، یہ اس پر اکتفاء کرنے پر مجبور ہیں۔

اوپر والی سطح کے لوگ مختلف ذرائع سے اپنی دولت بڑھانے کی کوشش کرتے

---

[1] (معاشی نظام، ڈاکٹر محمد آدم ایڈووکیٹ، ص:115، ادارہ فروغ ادب کراچی)

ہیں، سطح در سطح یہ عمل انجام پاتے چلا جاتا ہے اور نتیجے میں چند مخصوص اشخاص کی عوام الناس پر کلی طور سے اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے، ان معاملات مین سب سے اہم رول کمپنیوں اور بینکوں کا ہوتا ہے، جن کی روح رواں وہ سودی نظامات ہیں، جن کے تحت یہ چلتے ہیں، خواہ ان کا نام کچھ بھی ہو، دوسری طرف ریاستی محصولات کی مد میں ٹیکسوں کا ایک ایسا نظام enforce کیا جاتا ہے جن کے منتہائے مقصود بینکوں میں رائج سودی نظام کو تقویت دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

چور معاشرہ کی تشکیل

بہر حال خواہ وہ کمپنیاں ہوں، یا بینکاری اور حکومتی ٹیکس، سب کا مقصد ناجائز دولت سمیٹنا ہوتا ہے، اگر چہ ان کے طریقہ واردات میں کچھ فرق ہو، سرمایہ دار عوام الناس سے دولت بٹورتا ہے، جب کہ دوسری طرف حکومت ان سے ناجائز حد تک ٹیکس وصول کرتی ہے، اب سب کے پاس اس نظام کے نتیجے میں ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے، اور وہ ہے چوری کا راستہ۔

ایک عام آدمی سے لے کر سرمایہ دار اور سربراہان مملکت تک سب کسی نہ کسی سطح اور صورت میں کمائی کے ناجائز اور چور دروازے تلاش کرتے ہیں، ان ساری تفصیلات کے بعد ہم یہ فیصلہ قاری پر چھوڑتے ہیں کہ کیا ایسا نہیں کہ اس نظام کا حاصل ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں سودی نظام کے سایہ تلے چوری کو ایک خاص امتیازی مقام حاصل ہو؟!!!، اب ایسے نظام میں عدل وانصاف کو تلاش کرنا اور اس کے ذریعے انسانی معاشرے کی تعمیر ترقی کے بلند و بانگ دعوے کرنا نری حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔!!!

ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں معیشت کے حوالے سے اسلام کی مقدس تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے اور اس کے بعد کمپنی اور بینک کی حقیقت سے کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

مسئلہ معاش اور اسلامی تعلیمات

کسب معاش اور اسلامی تعلیمات

اسلام کسی معاشی نظام اور معاشی نظریے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک دین اور مکمل نظام حیات ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق کامل واکمل رہنمائی موجود ہے، دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح معاش، کسب معاش اور ان سے متعلقہ امور کے لیے اسلام نے احکامات بیان فرمائے ہیں، بعض حضرات اسلام کو بھی ایک معاشی نظریہ اور نظام سمجھ کر اس کا تقابل دیگر جدید وقدیم معاشی نظاموں سے کرتے ہیں، جو کسی طرح بھی درست نہیں، اس لیے کہ تاریخ انسانی کے ہر دور میں معاشی مسائل کے حل کے لیے ہمہ نوع اور باہم دیگر متضاد نظریات پیش کیے جاتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا، لیکن زمانہ شاہد ہے کہ یہ نظریات زمان ومکان کے ساتھ ساتھ بدلتے، مٹتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں، جب کہ اسلام نوع انسانی کے لیے عالم گیر، دائمی، ابدی، حتمی اور کامیابی کا ضامن لائحہ عمل مہیا کرتا ہے، اپنی وسعت، ہمہ گیری، جامعیت اور اکملیت کے باوصف اسلام نے حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع ومانع پروگرام مرحمت فرمایا ہے، اس میں معاشی زندگی کے حوالے سے بھی رہنمائی کی گئی ہے۔

کسب معاش کے اسلامی اصول

کسب معاش کے لیے اسلامی احکامات اور اس کے فراہم کردہ اصولوں میں محنت، اس کی ضرورت واہمیت سرمایہ کا حصول وحرفت، زمین کی ملکیت، پیداواری

صلاحیت اور پیداوار کے احکام، لین دین میں معاہدات اور عہد کی پابندی، صداقت، امانت، دیانت داری، راست بازی، حق گوئی اور سچائی کی تلقین، دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی، ناجائز منافع خوری، بلیک مارکیٹنگ اور ملاوٹ کی مذمت وممانعت، رشوت اور سود کی قباحت وحرمت اور مخرب اخلاق ذرائع آمدنی سے اجتناب ودیگر کئی اور پہلوؤں سے متعلق احکام و ہدایات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ معاشرتی زندگی کے حوالہ سے ہمدردی، غم گساری، ایثار وقربانی اور اللہ کی راہ میں خرچ کو اہمیت دی گئی ہے، فرد اور معاشرہ کو ان کا حکم دیا گیا ہے۔

محنت کی اہمیت

کسب معاش کی جدوجہد میں محنت کو خاص اہمیت حاصل ہے، خود محنت کر کے کمانے کو سراہا گیا ہے، چناں چہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

"ماأكل أحدٌطعاماًقط خيراً من أن يأكل من عمل يده، وأن نبي الله داؤد-عليه السلام - كان يأكل من عمل يده". [1]

(ترجمہ): تم میں کوئی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی چیز نہیں کھاتا، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

"لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره خير من أن يسأل أحداً، فيعطيه، أويمنعه". [2]

---

① (البخاري، أبوعبدالله محمدبن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، رقم الحديث: ٢٠٧٤، دارالكتاب العربي، بيروت)

② (المرجع السابق، رقم الحديث: ٢٠٧٤)

(ترجمہ): تم سے کوئی اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے یہ اس بات سے بہتر کہ کسی سے کوئی سوال کرے، کوئی اسے دے یا نہ دے۔

حلال کمائی کو فریضہ سے تعبیر کیا گیا ہے، چناں چہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

"كسب الحلال فريضة بعدالفريضة". ❶

(ترجمہ): حلال روزی کمانا فرائض (لازمہ) کے بعد فریضہ ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طلب معاش کی فکر کو (مخصوص) گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے، چناں چہ ارشاد گرامی۔

"إن من الذنوب ذنوباً، لاتكفرهاالصلوة ولاالصيام ولاالحج ولاالعمر قالوا: فيمايكفرها يارسول الله؟!قال: الهموم في طلب المعيشة". ❷

(ترجمہ) "گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں، جنہیں نہ نماز معاف کرواتی ہے نہ ہی روزہ اور نہ حج وعمرہ معاف کراتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر انہیں کون سی چیز معاف کرواتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا کفارہ کسب معاش میں پیش آنے والی پریشانیاں ہیں"

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا اولین پہلو یہ ہے کہ آپ

---

① (البيهقي، أبوبكر أحمدبن الحسين بن علي، السنن الكبرىٰ، كتاب الإجار كسب الرجل وعمله بيده": ٦/١٢٨، رقم الحديث: ١٢٣٠، ط: ١٣٤٤هـ، مجلد النظامية، حيدر آباد، الهند)

② (الهيثمي، نورالدين علي بن أبي بكر، مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب ا والتجارة ومحبتها والحث على طلب الرزق: ٤/١٠٩، رقم الحديث: دار الفكر، بيروت)

علیہ وسلم خود محنت فرما کر اللہ تعالی کے خزانوں سے روزی کماتے، خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے، قبل از نبوت کی حیات طیبہ میں کئی ایک تجارتی اسفار جو شام، بصرہ اور یمن کی طرف اختیار فرمائے قابل ذکر ہیں۔ (1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور پاکیزہ تعلیمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے محنت کر کے حلال روزی کمانا شریعت میں محمود اور مطلوب ہے۔

سرمایہ اور اس کا حصول

اسلام دولت اور سرمایہ کو ناپسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا، بلکہ اسلامی تعلیمات میں جگہ جگہ اسے "خیر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وانه لحب الخير لشديد﴾. (2)

(ترجمہ) "بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہیں"۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وماتنفقوا من خير يوف اليكم﴾. (3)

(ترجمہ) "اور تم مال میں سے جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا کر دیا جائے گا"۔

حلال ذرائع آمدن

لیکن یاد رہے کہ مال کا حصول حلال طریقے سے ہونا ضروری ہے، حلال مال

(1) (علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ظہور قدسی، شغل تجارت: ۱/۱۸۷ کواپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس، لاہور، ط: پنجم)

(2) (العادیات: ۸)

(3) (البقرۃ: ۲۷۲)

وہی ہوگا جس کا ذریعہ بھی حلال ہوگا، ورنہ حلال رزق بھی حرام اور ناپاک تصور ہوگا، جیسے حلال اناج اور گندم چوری کے ذریعے، اسی طرح حلال روپے رشوت اور غبن کے ذریعے، ناپ تول میں کمی، یاملاوٹ کر کے اور جھوٹ بول کر کمائے جائیں تو یہ ساری چیزیں حلال رزق کو بھی حرام کر دینے والی ہیں۔

مال کے حصول میں دیانت وامانت کے اصول کو مرکزی نکتہ کی حیثیت دی گئی ہے، تاکہ باہمی مفادات کا احترام وتقدس قائم رہ سکے، چناں چہ باطل طریقہ ایک دوسرے کے مال کو کھانے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿یاأیھاالذین آمنوالاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ ❶

(ترجمہ) ”اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل طریقہ سے مت کھاؤ“۔

حلال رزق کو حلال طریقہ سے کمانے کی ترغیب آپ علیہ الصلوۃ السلام نے ایک دوسرے انداز میں بھی ارشاد فرمائی ہے، چناں چہ ارشاد مبارک ہے:

”أیماعبدنبت لحمه من السحت والربا، فالنار أولى به“. ❷

(ترجمہ) ”جس شخص کا گوشت پوست ظلم اور سود سے پلے بڑھے، اس کے لیے جہنم کی آگ ہی زیادہ بہتر ہے“۔

دوسرے کا حق چاہے زیادہ ہو یا معمولی، ناجائز طریقہ سے قبضہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، حدیث آیا ہے:

”من اقتطع شبراً من الأرض ظلماً، طوقه الله إياه يوم القيمة من

---

① (البقرة: ١٨٨)

② (الطبراني، أبوالقاسم سليمان بن أحمد، المعجم الأوسط: ٣١٠/٦، رقم لحديث: ٦٤٩٥، ت: طارق بن عوض الله الحسيني، ط: دارالحرمين القاهرة، ١٤١٥هـ)

سبعين أرضين". ❶

(ترجمہ) ''جس شخص نے ظالمانہ طور پر کسی سے زمین کا کچھ حصہ لے لیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات زمینوں کا بوجھ اس کے گلے میں ڈال دے گا''۔

ایک اور روایت میں معمولی اشیاء کے بارے میں فرمایا:

"من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقدأوجب الله له النار وحرم عليه الجنة، فقال له رجل: وإن كان شيئاًيسيراًيارسول الله؟!قال: وإن كان قضيباًمن أراك". ❷

(ترجمہ) ''جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ذریعے ختم کردیا، اللہ نے اس کے لیے جہنم واجب کردی اور اس پر جنت کو حرام کردیا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر بہت معمولی سی چیز کا معاملہ ہو تو؟ (پھر بھی ایسا ہی ہوگا) فرمایا: اگرچہ اراک درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو''۔

جدید معاشی نظریات اور اسلام

معاشی مسائل میں غوطہ زنی سے پہلے ایک بنیادی نکتے کا سمجھنا ضروری ہے، جس کی وجہ سے جدید معاشی نظریات اور معاش کے اسلامی احکام میں تمیز اور فرق سہل ہوجاتا ہے،

---

① (القشيري، أبوالحسين مسلم بن حجاج بن مسلم، صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، ص: ٧٠٣، رقم الحديث: ٤١٣٢، ط، دارالسلام، الرياض ١٤١٩هـ)

② (الأصبحي، مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامربن الحارث، مؤطاالإمام مالك، كتاب الأقضية، باب ماجاء في الحث على منبرالنبي صلى الله عليه وسلم، ص: ٦٣٦، قديمي، كراتشي)

وہ یہ کہ اسلام اگرچہ سہولیات دنیوی کے ترک اور طلب رزق کی مشغولیت کو ناپسندیدہ سمجھنے میں رہبانیت کا مخالف ہے، اور معاشی میدان میں انسانی حرکت کو نہ صرف مباح بلکہ بعض اوقات اسے پسندیدہ اور ضروری قرار دیتا ہے، لیکن اس سب کے باوجود معاش کو انسان کے لیے بنیادی اور اساسی مشکل ومسئلہ قرار نہیں دیتا، جیسا کہ معاشی ترقی کو حیات انسانی کا مقصود ومنتہا نہیں سمجھتا، یہیں سے مادیت پر مبنی معیشت اور معیشت کے اسلامی احکام میں بڑا اور بنیادی فرق واضح ہو جاتا ہے کہ مادیت پرست معیشت ہی کو انسان کی زندگی کا مقصود ومنتہا قرار دیتے ہیں، جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ بقدر ضرورت طلب معاش سے کوئی فرد بشر مستغنی نہیں، لیکن اسی کو انسانیت کی معراج سمجھنے کی ہرگز اجازت نہیں کہ انسان اسے اپنے علم، فکر وچاہت اور کامیابی وناکامی کے لیے معیار قرار دے۔ ❶

مسائل اربعہ کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

معاش کو انسانی زندگی کا مقصد ومنتہا قرار دینے والوں نے جن چار مسائل کو معیشت کی بنیاد بنایا اور انہیں حل کرنے کے لیے اپنے مذعومہ نظریات پیش کیے، اسلامی احکامات کے تناظر میں ان کا جائزہ لینے سے جو باتیں سامنے آتی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

طلب ورسد کے فطری قوانین کا اعتراف

اسلام طلب ورسد کے فطری قوانین کا نہ صرف معترف ہے، بلکہ اس حوالے سے ہدایات بھی فراہم کرتا ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق

---

① (العثماني، محمد تقي المفتي، تكملة فتح الملهم، كتاب البيوع، مسئله الاقتصاد في الإسلام (ملخصاً): ١/٣٠٠، ٣٠١، مكتبة دار العلوم كراتشي، ١٤١٤ﻫ)

بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا﴾ ①

(ترجمہ) ''ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکیں''۔

یہاں کام لینے والے کو طلب اور کام کرنے والے کو رسد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی باہمی کشمکش اور امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آسکتی ہے۔

ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ اسلام اس حوالے سے ہدایات بھی فراہم کرتا ہے، لہٰذا ایک موقعہ پر جب آپ علیہ السلام سے بازار میں فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمتیں اور نرخ متعین کرنے کی درخواست کی گئی تو جواب میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق''. ②

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی قیمت مقرر کرنے والے ہیں، وہی چیزوں کی رسد میں کمی اور زیادتی کرنے والے ہیں، اور وہی رزاق ہیں''۔

ایک اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ بازار میں رائج طلب و رسد کے قوانین فطری ہیں، ان میں تبدیلی درست نہیں، آپ نے شہریوں کو دیہات

① (الزخرف: ٣٢)

② (السجستاني، أبوداؤد سليمان بن الأشعث الأذدي، سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة، باب في الشعير: ٣/٣٧٤، ٣٧٥، رقم الحديث: ٣٤٥١، دار إحياء التراث العربي، ١٤٢١هـ)

والوں کے لیے یعنی ان سے مال لے کر خود شہر میں مہنگے داموں فروخت کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:

"دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض". ❶

(ترجمہ) "لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تا کہ اللہ تعالی ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائے"۔

اس حدیث میں تیسرے شخص کی مداخلت کو منع فرمایا گیا، تا کہ طلب ورسد کا صحیح توازن قائم ہو، اور ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کر کے طلب ورسد کے قدرتی نظام میں بگاڑ سے حفاظت ہو سکے، گویا اسلام کے معیشت کے حوالے سے بیان کردہ احکام سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فی الجملہ طلب ورسد اور ذاتی منافع کے محرک کا اعتبار ہے، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ جدید معاشی نظریات کی طرح ان کو بے لگام نہیں چھوڑا گیا کہ جس طرح چاہیں معاملہ کریں، کیوں کہ مطلق آزادی ذخیرہ اندوزیوں کو جنم دیتی ہے، جس سے مارکیٹ کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ❷

متوازن معیشت

مارکیٹ کو سرمایہ داروں کے تسلط اور دیگر مفاسد سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے معیشت کے حوالے سے بیان کردہ احکامات سے واقف ہوں اور ان پر عمل پیرا ہوں، تا کہ شخصی آزادی اور مارکیٹ کی آزاد فضا کے درمیان توازن و معاشرہ کی آزادی

① (الترمذي، أبوعيسى محمدبن عيسى بن سورة، سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء لايبيع حاضر لباد: ٢٦٦/٢، رقم الحديث: ١٢٢٣، دارالكتب العلمية، بيروت ١٤٢١ه)

② (العثماني، تكملة فتح الملهم، كتاب البيوع، المذهب الاقتصادي الإسلامي: ٣١٠/١، ٣١١، مكتبة دارالعلوم كراتشي)

کے درمیان توازن قائم ہوسکے۔

اسلام کے بتائے ہوئے احکام میں سود، قمار اور سٹہ بازی کی حرمت خاص اہمیت رکھتی ہے، کیوں کہ یہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے سے مال وسرمایہ سمٹ کر صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آجاتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ سرمایہ داریت ومادیت کا طوفان انہی مذکورہ بالا اسباب کے نتیجے میں برپا ہوا، اور آج پورے خطہ ارضی کو اپنے لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ ذخیرہ اندوزی، قافلوں کے شہر میں آمد سے قبل ہی خرید وفروخت، شہری کا دیہاتی کے لیے معاملہ اور تمام بیوعات فاسدہ اور باطلہ کی حرمت کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان سے مارکیٹ کے فطری اصول متاثر ہوتے ہیں، رسدوطلب کے قوانین معطل ہوکر چند سرمایہ داروں کے ہاتھ کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں۔ ❶

ذاتی منافع کے محرک پر عائد اسلامی پابندیاں

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے مقابلے میں سرمایہ داریت میں ذاتی منافع کے محرک کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ خرابیاں پیدا ہوئیں جن کا ذکر گذشتہ سطور میں کیا گیا، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ذاتی منافع کے محرک پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں وہ تین طرح کی ہیں:

ا-خدائی پابندیاں

سب سے پہلے تو اسلام نے معاشی سرگرمیوں پر حلال وحرام کی کچھ ایسی ابدی پابندیاں عائد کی ہیں جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں نافذ العمل ہیں، یہ پابندیاں نہ صرف عقل انسانی کے موافق ہیں، بلکہ وحی الہی کے ذریعہ سے ان کو ابدی حیثیت بھی دی گئی ہے، تا کہ

① (المرجع السابق: ۳۱۱/۱، ۳۱۲)

کوئی مادہ پرست اور فاسد العقل شخص اپنی عقلی تاویلات فاسدہ کے ذریعے ان سے چھٹکارا حاصل کر کے معیشت اور معاشرے کو ناہمواریوں میں مبتلا نہ کر سکے۔

تکملۃ فتح الملہم میں ان پابندیوں کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"فلا یجوز لأحد من المکتسبین أن یکسب المال بطریقة غیر مشروعة من الربوٰ والقمار والتخمین وسائر البیوع الفاسدة أو الباطلة". (1)

یعنی "کسی تاجر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ سود، قمار، سٹہ بازی وردیگر تمام بیوع فاسدہ وباطلہ کے غیر مشروع طریقہ سے مال کمائے"۔ (کیوں کہ یہ چیزیں عموماً اجارہ داریوں کے قیام کا ذریعہ بنتی ہیں)۔

۲-حکومتی پابندیاں

تمام حالات میں جب کہ معاملات ہدایات الٰہیہ کی روشنی میں انجام دیئے جا رہے ہوں تو اسلام معاشی سرگرمیوں میں حکومت کو مداخلت کی اجازت نہیں دیتا، البتہ اگر کوئی عمومی مصلحت ہو، یا کوئی اپنی ذاتی اجارہ داری قائم کر رہا ہو تو حکومت وقت تجار پر ایسی پابندیاں عائد کر سکتی ہے، جن سے معیشت ناہمواری کا شکار ہونے سے بچ جائے۔

چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص کوئی چیز اس کے معروف نرخ سے بہت کم داموں میں فروخت کر رہا تھا، تو آپ نے اس سے فرمایا:

---

(1) (تکملة فتح الملهم، کتاب البیوع، المذهب الاقتصادي الإسلامي: ۳۱۲/۱، مکتبة دار العلوم کراتشي)

"إما أن تزيد في السعر، وإما أن ترفع من سوقنا". ❶

(ترجمہ) "یا تم دام میں اضافہ کرو، ورنہ ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ"۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکومت کسی مصلحت کے تحت کوئی پابندی عائد کرسکتی ہے؛ کیوں کہ مارکیٹ میں اگر کوئی معروف نرخ سے کم قیمت پر خرید وفروخت کرے تو اس سے دیگر تاجروں کے لیے جائز نفع کا راستہ بند ہوسکتا ہے، لہٰذا اس سے کہا گیا یا تم معروف نرخ پر فروخت کرو، ورنہ یہ بازار چھوڑ کر چلے جاؤ۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندیاں قرآن وسنت کے کسی حکم سے متصادم نہ ہوں، وگرنہ وہ پابندیاں قابل التفات وقابل عمل نہیں ہونگیں، کیوں کہ اسلام ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے کہ خدائی احکام کے مقابلہ میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

"لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق". ❷

(ترجمہ): "خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔

۳-اخلاقی پابندیاں

اسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ معاشی سرگرمیاں اوران سے حاصل ہونے والے مادی فوائد انسان کی زندگی کا منتہائے مقصود نہیں، بلکہ وجہ

---

① (إمام دارالهجرة، مالك بن أنس، موطاالإمام مالك، كتاب البيوع، باب الحكرة والتربص، ص: ٥٩١، قديمي، كراتشي)

② (التبريزي، الخطيب، ولي الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الله، مشكاة المصابيح، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثاني: ٣/ ٨، رقم الحديث: ٣٦٩٦، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٤ھ/٢٠٠٣م)

تخلیق آدم اخروی زندگی کی لازوال کامیابیوں کا حصول ہے، اگر کائنات کے کسی بھی خطے میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور احکام کا مکمل نفاذ ہو تو وہاں سے اشتراکیت، شیوعیت اور سرمایہ داریت کے تمام زہریلے اثرات ختم ہو جائیں گے، جس کے نتیجہ میں وہاں ظلم، قساوت اور نفس پرستی سے پاک معیشت وجود میں آئے گی۔ ❶

اسلام نے تجارت و معیشت کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے جو ضوابط وقوانین مقرر کیئے ہیں وہ نہ صرف دنیا میں حلال رزق کے حصول کا ذریعہ ہیں، بلکہ آخرت میں اعلیٰ درجات کا باعث بھی ہیں۔

عقیدہ، اخلاق اور معیشت

اسلام نے معیشت کی بنیاد عقیدہ اور اخلاق پر رکھی ہے، اور وہ تجار کو فہمائش کرتا ہے کہ اللہ ان کے ہر ڈھکے چھپے کو ہر وقت دیکھتا اور جانتا ہے:

﴿إن الله كان عليكم رقيبا﴾. ❷

اسلام تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی قرار دے کر ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کریں جو انہیں اپنے لیے پسند ہے:

"لايؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه مايحب لنفسه". ❸

(ترجمہ) ''تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا

---

① (تكملة فتح الملهم، كتاب البيوع، المذهب الاقتصادي الإسلامي، تدخل الأخلاق: ۳۱۳/۱، مكتبة دارالعلوم كراتشي)

② (النساء: ۱) .

③ (البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، رقم الحديث: ۱۳)

جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے،،۔

غور فرمائیں! جب ایک مسلمان دوسرے کے لیے وہی پسند کرے گا جو اس کی اپنی پسند ہے تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ ناپ تول میں کمی کر کے، یا عیب دار اور ناقص چیز فروخت کر کے زیادہ اور کھرے مال کی قیمت وصول کرے اور یوں اپنے بھائی کا معاشی استحصال کرے، اسلام تو اپنے ماننے والوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ عیوب کو چھپا کر چیزوں کو فروخت نہ کریں، ورنہ ان کا یہ عمل نہ صرف ان کے کاروبار سے برکت کو ختم کر دے گا، بلکہ اللہ کی لعنت کا باعث بھی بن جائے گا، حدیث شریف میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

"من باع عيباً لم يبينه، لم يزل في مقت الله، أولم تزل الملائكة تلعنه". ❶

(ترجمہ) ''جس کسی نے کوئی شئے فروخت کی، جس کے عیب پر اس نے خریدار کو آگاہ نہیں کیا تھا، تو وہ ہمیشہ اللہ کے غصہ میں رہے گا، یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے''۔

اسی طرح اسلامی تعلیمات میں یہ بھی ہے کہ خرید وفروخت کرنے والا بااخلاق ہو، نرم خوئی اس کی طبیعت میں رچی بسی ہوئی ہو، دوران معاملہ عزت نفس کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے، ایسے افراد کے لیے زبان نبوت سے ان الفاظ میں دعا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں:

---

① (القزويني، أبوعبدالله محمدبن يزيد، سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب من باع عيباًفليبينه: ٣ / ٥٧٨، رقم الحديث: ٢٢٤٧، دارالجيل، بيروت ١٤١٨ھ)

"رحم الله رجلاً سمحاً إذا باع وإذا اشترى وإذا اقتضى". ❶

(ترجمہ) "اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر کو جب کبھی بیچے، خریدے یا قرض لینے کا مطالبہ کرے تو نرم گوئی سے کرے اور درگزر کرے"۔

خدائی قیودات اور اخلاقی پابندیاں

ذیل میں ہم کچھ خدائی قیودات اور اخلاقی پابندیوں کا ذکر کرتے ہیں:

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

معیشت کے عمل کو صاف شفاف رکھنے اور اجارہ داریوں سے حفاظت کے پیش نظر اسلام نے ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کو اس کی تمام انواع واقسام کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے، اور اسلامی حکومت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اس ملعون عمل کو روکنے کے لیے دخل اندازی کرے۔

جو تاجر ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کرے اور پھر مارکیٹ میں اپنا مال اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کرے، اسے خطا کار اور ملعون قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"من احتكر يريد أن يتعالى بها على المسلمين فهو خاطى". ❷

(ترجمہ) "جس نے ذخیرہ اندوزی اس ارادہ سے کی کہ وہ اس طرح

---

① (البخاري، أبو عبدالله محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب البيوع، باب: السهولة والسماحة في الشراء، والبيع ومن طلب حقاً فليطلبه في عفاف، ص: ٤١٢، رقم الحديث: ٢٠٧٥، دار الكتاب العربي)

② (النيسابوري، أبو عبد الله محمد بن عبدالله الحاكم، المستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع، : ١٤٥/٢، قديمي كراتشي)

مسلمانوں پر اس چیز کی قیمت چڑھائے وہ خطا کار ہے''۔

دوسری روایت میں ہے:

"الجالب مرزوق والمحتكر ملعون". ❶

(ترجمہ) ''تاجر کو (اللہ تعالی کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے''۔

اسلام کے قانون تجارت نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو بھی مردود قرار دیا ہے، دور حاضر میں سرمایہ دار بسا اوقات کسی جنس کو ممکن طور پر مارکیٹ سے خریدتے ہیں، یا پھر وہ جنس صرف ان کے کارخانے اور مل میں بنتی ہے، اسے ذخیرہ کر لیتے ہیں، پھر بعد از اں اپنی مرضی سے رسد و طلب میں عدم توازن قائم کر کے من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں، کچھ عرصہ قبل وطن عزیز میں آٹے اور چینی کا بحران اس کی واضح مثالیں ہیں کہ حکمرانوں اور چند سرمایہ داروں کی ملی بھگت سے غریب ایک ایک لقمے کو ترس گئے تھے۔

ذخیرہ اندوزی کی مہذب صورتیں

موجودہ دور میں ذخیرہ اندوزی کی مندرجہ ذیل مہذب صورتیں رائج ہیں:

۱-شرکت قابضہ

ایسی شرکت میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں، لہذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداواری حد اور قیمت اپنی مرضی سے معین کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

❶ (القزويني، سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الحكرة والجلب: ۵۱۸/۳، رقم الحديث: ۲۱۵۳، دار الجيل، بيروت)

۲-اوماج

یہ ایک ایسا استحصالی طریقہ ہے جس میں چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت (Uonit) قائم کرتی ہیں، جس سے اشیاء کی پیداوار اور قیمتوں پر ان کی اجارہ داری قائم ہوجاتی ہے، وہ اپنی مرضی سے اشیاء کی پیداوار کو بڑھاتے اور گھٹاتے ہیں، مارکیٹ میں ضرورت کے باوجود صرف قیمتیں بڑھانے کے لیے اسے گوداموں میں اسٹاک کردیا جاتا ہے اور قیمتیں چڑھ جانے کے بعد بیچا جاتا ہے۔

۳-وحدت قیمت

سرمایہ دارانہ نظام کی ''برکات'' میں سے یہ بھی ہے کہ چند مل مالکان یا کارخانہ دار مل کر کسی شے کی بازار میں ایک قیمت طے کرلیتے ہیں، چوں کہ وہ شے ان کے علاوہ کوئی اور نہیں بناتا، تو اس متعین قیمت سے کم پر کہیں اور سے دستیاب نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے گاہک ان کی من مانی قیمت پر خریداری کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، یوں اس طرح سرمایہ دار عوام کا استحصال کرکے اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنالیتے ہیں۔

سود کی حرمت

دنیا کے قدیم اور جدید معاشی نظریوں میں سود کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، سرمایہ دارانہ نظام نے پورے معاشی ڈھانچے اور کاروباری لین دین کو کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ سود بین الاقوامی طور پر معاملات میں جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، معاشی تعلقات کے انفرادی اور اجتماعی پہلو ممکن طور سے اس کینسر میں مبتلا ہوچکے ہیں۔

سود اور اس کی تمام اقسام حتی کہ شبہ سود سے بھی مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے، مسلمان ہونے کے باوجود کسی کے لیے یہ ہرگز روا نہیں کہ وہ سودی معاملات میں ملوث ہو، اللہ نے

سود کی حرمت کو نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾.①

اس جرم میں ملوث افراد کو شدید ترین وعید سنائی گئی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يـاأيهـاالـذيـن آمـنـوااتـقوالله وذروامابقى من الربوا، إن كنتم مؤمنين، فإن لم تفعلوا فأذنوابحرب من الله ورسوله﴾.②

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سود کی باقی (تمام رقم) چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایمان دار ہو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو''۔

سودی معاملات میں کسی بھی طرح ملوث ہونے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے:

''لـعـن الله آكـل الـربـواومـوكـلـه وكـاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء''.③

(ترجمہ) ''اللہ نے سود خور، اور سود کھلانے والے اور سودی دستاویز لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت کی ہے، اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت میں وہ سب برابر ہیں''۔

① (البقرة: ٢٧٥)

② (البقرة: ٢٧٨)

③ (القشيري، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربوا وموكله، ص: ٦٩٧، رقم الحديث: ٤٠٩٣، دار السلام، الرياض)

سودی معاملات اور سود خواری کی شناعت وقباحت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"الربا سبعون حوبا أيسرها نكاح الرجل أمه". ①

(ترجمہ) ''سود کے ستر گناہ ہیں، (یعنی اس کے گناہ کے ستر درجے ہیں) اس کا کم تر درجہ آدمی کا اپنی ماں سے ہمبستری کرنا ہے''۔

ملاوٹ سے ممانعت

کسب معاش کی جدوجہد کے دوران حصول دولت کی بعض آسان راہیں بھی نکلتی ہیں، اشیائے صرف کی کوالٹی کو تبدیل کر کے گھٹیا اور معمولی شے کو صحیح داموں میں فروخت کرنا، ملاوٹ سے کام لینا عصر حاضر میں ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ بن چکا ہے، اسلام میں اس طرح کے عمل کو نہایت قبیح اور انسانیت سوز قرار دے کر ممنوع قرار دیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاوٹ کرنے والوں کو انتہائی شدید وعید سنائی ہے:

"من غش فليس منا". ②

(ترجمہ) ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''۔

مدینہ منورہ میں ایک بازار سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے ڈھیر کی نچلی سطح کو گیلا پا کر اس کے تاجر سے ارشاد فرمایا:

"أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس". ③

---

① (العبسي، أبوبكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبه، المصنف، كتاب البيوع والأقضية: ٣١٩/١١، رقم الحديث: ٢٢٤٣٧، المجلس العلمي، ١٣٢٧ھ)

② (القشيري، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من غش فليس منا، ص: ٥٧، رقم الحديث: ٢٨٣، دار السلام، الرياض ١٤١٩ھ)

③ (المرجع السابق)

(ترجمہ) ”گیلی گندم کو اس ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالتا، تاکہ لوگ اسے بہ آسانی دیکھ سکیں“۔

بغیر عیب بتائے شے کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے: ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”لایحل لمسلم باع من أخیه بیعاً فیه عیب إلا بینه“.❶

(ترجمہ) ”کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر بتائے کسی عیب دار چیز کو دینی بھائی کے ہاتھ فروخت کرے“۔

غرض اسلام نے ملاوٹ اور دھوکہ دہی کے تمام چور دروازوں کو بند کر کے ایک مامون اور پاکیزہ معیشت کا ماحول فراہم کیا ہے۔

رشوت اور سٹہ بازی کی ممانعت

آج کی معاشی زندگی میں رشوت معاشرہ کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے، لوگ اسے آسان اور سہل ذرائع آمدنی میں شمار کرتے ہیں، اسلام نے اسے ان الفاظ میں ممنوع قرار دیا:

”لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الراشي والمرتشي“.❷

(ترجمہ) ”رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے“۔

---

① (القزویني، سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب من باع عیباً فلیبینه: ۵۷۸/۳، رقم الحدیث: ۲۲۴۶، دارالجیل، بیروت)

② (الترمذي، سنن الترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء في الراشي والمرتشي في الحکم: ۳۳۵/۲، رقم الحدیث: ۱۳۳۷، دارالکتب العلمیة، ۱۴۲۱ھ)

جوا، سٹہ، قمار بازی، شراب سازی وشراب فروشی، زنا اور محرکات زنا اور دیگر مخرب اخلاق کام جن سے معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہوتا ہے، اسلام ایسے ذرائع آمدنی ووسائلِ دولت کو کسب معاش کے اسباب کے طور پر اختیار کرنے سے منع فرماتا ہے، موجودہ دور میں لاٹری، ریس، سٹہ بازی کی مختلف صورتیں جنہیں جدید ترین سائنٹیفک بنیادوں پر رواج دیا گیا ہے، وہ بھی اسلامی نقطہ نظر سے ممنوع قرار پاتی ہیں، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه﴾. ❶

(ترجمہ) ''بے شک شراب، جوا، بت اور (پانسے) جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں اور کار شیطان ہیں، ان سے بچو''۔

اجرت زنا کی حرمت

زنا کاری کو بطور ذریعہ معاش اپنانے سے منع کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کاری کی اجرت کو ناجائز قرار دیا، حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن''. ❷

(ترجمہ) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زنا کی اجرت

---

① (المائدہ: ۹۰)

② (النسائي، أبو عبدالرحمن أحمدبن شعيب، سنن النسائي، كتاب الصيد والذبائح، النهي عن ثمن الكلب: ٤ / ٢١٥، رقم الحديث: ٤٣٠٣، دار المعرفة، بيروت ١٤٢٢هـ)

اور کہانت کا معاوضہ لینے سے منع فرمایا ہے''۔

اسی طرح فلم سازی، فلم فروشی، ٹی وی، وی سی آر اور جرائد کے ذریعہ مخرب اخلاق مناظر اور لٹریچر کی ترویج واشاعت، ڈانسنگ کلب اور تھیٹر، غیر اخلاقی کام اور جانداروں کی تصویر سازی وغیرہ تمام مخرب ایمان واخلاق ذرائع آمدن سے اسلام منع کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"إن الله إذا حرّم شيئا حرّم ثمنه". (1)

(ترجمہ) جس چیز کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اس کی قیمت کو بھی حرام فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کا قول

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''زنا کی اجرت خبیث ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کو اجرت دینے اور مغنیہ کے کسب سے منع فرمایا ہے، اس کی دو حکمتیں نظر آتی ہیں، ایک تو یہ کہ ممنوعہ کسب اختیار کرنے سے لوگوں کو معصیت کی ترغیب ملتی ہے، جب کہ اس مال کی حرمت اور اس سے انتفاع کی ممانعت لوگوں کو اس برائی سے روکنے کا سبب بنتی ہے''۔

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

"الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية

---

(1) (الدارمي، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد بن حبان، صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، ذكر الخبر الدال على أن بيع الخنازير والكلاب محرم ولا يجوز استعماله: ٣١٣/١١، رقم الحديث: ٤٩٣٨، مؤسسة الرسالة)

وفسادفي الأرض". ❶

(ترجمہ) ''گناہ کے کام میں معاونت اور اس کی ترویج اور لوگوں کو گناہ کے قریب کرنا (یعنی اس کا ماحول فراہم کرنا) اللہ کی نافرمانی اور زمین پر فساد پھیلانے کا باعث ہے''۔

ناپ تول میں کمی کی حرمت

ناپ تول میں کمی ایک ایسی لعنت ہے جس میں آج کے لوگوں کی طرح بعض امم سابقہ کے تجار بھی مبتلا تھے، اللہ تعالی نے ہر زمانے میں جب یہ قبیح عادت لوگوں میں رائج ہوئی تو وقت کے نبی کے ذریعے اس کی مذمت کی، اور اس سے باز رہنے کا حکم دیا، سورہ اعراف میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو اس قبیح حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ❷

ناپ تول میں کمی یہ ایسا مکروہ حیلہ ہے جس کے ذریعے تاجر کم مال دے کر زیادہ دام وصول کر لیتے ہیں، قران مجید میں اس حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ويل للمطففين، الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون، وإذا كالوا هم أووزنوهم يخسرون﴾. ❸

(ترجمہ) ''خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لیے، وہ لوگ کہ جب دوسروں سے مال لیں تو پورا پورا لیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو

---

① (الدهلوي، أحمدبن عبدالرحيم الشاه ولي الله، حجةالله البالغة، باب البيوع المنهى عنها، وجوه كراهية البيوع: ٢٨٨/٢، زمزم پبلشرز كراتشي)

② (الأعراف: ٨٥)

③ (المطففين: ١، ٣)

کم دیں‘‘۔

اسلام تو ناپ تول میں عدل وانصاف سے آگے بڑھ کر لوگوں کے ساتھ مزید احسان کا درس دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’زن وارجح‘‘.❶

(ترجمہ) ’’تول اور جھکتا تول‘‘۔

ناپ تول پورا پورا دینے سے خوشگوار معاشرتی نتائج برآمد ہوتے ہیں، لوگ ایک دوسرے پر اعتماد کرنے لگ جاتے ہیں اور تعلقات میں بہتری پیدا ہو جاتی ہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ سے اس بات کی تعلیم دیتا ہوا آیا ہے کہ وہ نہ صرف ناپ تول میں عدل وانصاف سے کام لیں، بلکہ مزید احسان کرنے کو اختیار کریں۔

معیشت سے متعلق اسلامی احکامات کا سیکھنا

اس کے علاوہ معیشت کے اسلامی احکام میں خرید وفروخت سے متعلق عاقدین (معاملہ کرنے والے) کی اہلیت، رضامندی، خرید وفروخت میں اختیار، شرائط، بیع کی جملہ اقسام، مرابحہ، سلم، قبضہ کے مسائل، شرکت ومضاربت، قرض وتجارتی معاہدات حتی کہ غیر مسلموں سے بھی معاشی معاملات کے حوالے سے مکمل تفصیلات موجود ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو سیکھ کر عمل کیا جائے تاکہ ایک بہترین اور متوازن معیشت وجود میں آئے۔

خیر القرون کے زمانہ میں اس بات کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ لوگ معیشت

---

① (القزويني، ، سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الرجحان في الوزن: ۳ / ۵۶۲، رقم الحديث: ۲۲۲، دار الجيل، بيروت)

سے متعلق اسلام کے احکامات کو سیکھنے کے بعد مارکیٹ اور بازار میں آئیں، جولوگ اس حوالے سے اسلامی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے انہیں بازار میں خرید وفروخت کے لیے بیٹھنے سے منع کیا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی بات منقول ہے:

"كان عمر بن الخطاب يضرب بالدرة من يقعد في السوق وهو لا يعرف الأحكام، ويقول: لا يقعد في سوقنا من لا يعرف الربا". ❶

(ترجمہ) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو درہ سے مارتے جو بازار میں آکر (خرید وفروخت) کے لیے بیٹھتا، مگر وہ ان کے احکام سے جاہل ہو، اور فرماتے: جو شخص رِبا (سود) کے احکام نہیں جانتا وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھا کرے''۔

اس زمانے میں باقاعدہ محتسب (بازار کا نگران) مقرر کیا جاتا تھا، جو بازار میں گھوم پھر کر مختلف دکانداروں سے بیع وشراء کے متعلق سوالات کرتا، اگر کسی کو احکام کا علم نہ ہوتا تو وہ اسے دکان سے اٹھا دیتا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ امراء کو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ وہ تجار کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے پیش کریں، آپ ان میں کسی کو اس حوالے سے جاہل پاتے تو اس سے ارشاد فرماتے: ''پہلے خرید وفروخت کے احکام سیکھو، پھر بازار میں آکر بیٹھو''۔ ❷

قارئین کرام! جب تک اسلامی خلافت وحکومت قائم تھی تو مسلمانوں نے جیسے زندگی کے دیگر شعبوں میں قابل تقلید اور بے مثال کارنامے سرانجام دیے، ایسے ہی معیشت

---

① (الكتاني، عبدالحى، نظام الحكومة النبوية المسمى ب"التراتيب الإدارية، القسم التاسع، حتى يتعلموا أحكامه وآدابه وماينجى من الربا: ۱۸/۲، دار الكتاب العربي، بيروت)

② (المرجع السابق: ۱۹/۲)

اور کفالت عامہ کے حوالے سے بھی ایسا بھرپور کردار ادا کیا کہ رہتی دنیا تک کوئی اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا، مسلمان حکمرانوں اور ارباب حل وعقد کی جہاں یہ کوشش ہوتی تھی کہ تجار معیشت کے احکام سیکھ کر تجارت کریں؛ تاکہ سود اور دیگر ناجائز وحرام معاملات سے بچ سکیں، وہاں کفالت عامہ کا ایسا جامع نظام ترتیب دیا جس میں بلا کسی تخصیص واعتبار معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامان معاش ہر حال میں ضرور میسر ہو، جس کے بغیر عام طور پر کوئی بھی انسان نہ اطمینان کے ساتھ جی سکتا ہے اور نہ ہی اپنے متعلقہ فرائض وحقوق سرانجام دے پاتا ہے۔ ❶

معاشی مساوات

ان حضرات نے اسلام کے دیے ہوئے مقدس اور پاکیزہ احکام کو عملی طور پر نافذ کیا، جس کی وجہ سے ملکی اور قومی دولت کی گردش چند اغنیاء اور بڑے مالدار لوگوں تک محدود ہونے کے بجائے معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچی، خصوصاً غربا اور مستحقین کو اس سے بھرپور طور سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام افراد معاشرہ کے درمیان جس معاشی مساوات کو پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ نہیں کہ معاشرے کے تمام افراد دولت وثروت میں یکساں اور برابر ہوں، جتنی دولت اور وسائل معاش ایک فرد کے پاس ہوں، اتنے ہی دیگر تمام کے پاس بھی ہوں، کیوں کہ ایسی مساوات خیالی دنیا میں تو ممکن ہے، لیکن حقیقت کی دنیا میں ایسا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی سنت الہیہ کے مطابق؛ کیوں کہ اللہ تعالی نے درجات معیشت میں تفاوت کا جو نظام قائم فرمایا ہے، وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو آزما رہے ہیں کہ کون اس کا بندہ ہے اور کس

---

① (مروجہ تکافل کا جائزہ، مفتی محمد راشد ڈسکوی، باب اول، اسلام کا نظام کفالت، ص: ۱۰، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع)

نے مادے کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔

اسلام میں دولت کے بہاؤ کا رخ

اسلام کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کے مطابق معیشت میں ہمیشہ دولت کا بہاؤ اوپر سے نیچے کی طرف رہتا ہے، دولت وسرمایہ سمٹ کر چند مخصوص ہاتھوں میں کھلونا بننے کے بجائے معاشرے کے ہر فرد کی پہنچ میں ہوتا ہے، اگر کسی خطے میں بھی اسلامی نظام حکومت نافذ کر دیا جائے، اور کفالت عامہ کے شعبوں میں سے صرف زکوۃ کا عمل ہی صحیح معنوں میں شروع ہو جائے، تو سو فیصد یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ خطہ ہر طرح کے افلاس اور معاشی بدحالی سے پاک ہو جائے گا اور پھر سے قرون اولی کی یاد تازہ ہو جائے گی کہ معاشرہ میں پھر زکوۃ کا بھی کوئی محتاج نہیں رہے گا۔

اسلام میں معیشت وکفالت عامہ

اسلام میں معیشت کے احکام کو جاننے اور اسلام میں کفالت عامہ کے تصور کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں مذکور بیوع اور اس کی اقسام، قرض، سود، لین دین، ہبہ، عاریت، مضاربت، شرکت، مزارعت، پانی کے احکام، زمینوں کے احکام، زکوۃ کی فرضیت، وصولی اور تقسیم کے مسائل، غنائم، فئ، خراج اور جزیہ کے احکام، تقسیم دولت، وراثت، حلال وحرام، اجارہ، احتکار واکتناز کی ممانعت، ضرائب ونوائب، صدقات نافلہ اور ان سے متعلقہ دیگر تمام مضامین کا بغور مطالعہ کریں، تاکہ علی وجہ البصیرت مذکورہ نظام کو سمجھا جا سکے، اس فقہی معاشی خزانہ کے علاوہ مسلمان علماء کرام نے اس حوالے سے مستقل تصانیف بھی چھوڑی ہیں، جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے مختلف مسائل کا حل بتاتی ہیں، افسوس! صد افسوس! کہ ان کتب کا ترجمہ یورپ کے مستشرقین اپنی ا[illegible]

زبانوں میں کرکے ان سے استفادہ کررہے ہیں، اور ہم مسلمان اپنے اس وقیع علمی ورثے سے غافل ہیں۔

ان گراں قدر کتب میں سے چند یہ ہیں:

۱- کتاب الأموال: حمید بن زنجویہ اور ابوعبید قاسم بن سلام رحمہما اللہ کی ایک ہی عنوان سے الگ الگ تصنیف ہے۔

۲- کتاب الخراج: امام ابویوسف اور یحیٰ بن آدم القرشی رحمہما اللہ کی مایہ ناز تصانیف ہیں۔

۳- الأحکام السلطانیۃ: ابوالحسن علی بن حبیب البصری اور ابویعلی محمد بن حسین الفراء کی بیش بہا اور مستند کتب ہیں۔❶

اسلام جو اپنی حقانیت اور سچائی کی وجہ سے مختصر سے عرصے میں جزیرہ عرب سے نکل کر سارے عالم پر چھا گیا اور ہزاروں سال تک دنیا پر حکمرانی کی، لوگوں کو ہدایت کی راہیں دکھائیں، زندگی کے تمام شعبوں میں بہترین قابل تقلید کارنامے انجام دیئے، باطل روز اول سے ہی اس سے نالاں تھا، اس نے ہر ممکن کوشش اور سازش کے ذریعہ یہ چاہا کہ اسلام کا مقدس نظام زندگی خطہ ارض پر نافذ نہ رہے، وگرنہ لوگ اسلام کے نظام زندگی کے محاسن کی وجہ سے نہ صرف دیگر تمام باطل نظاموں کو ٹھکرا دیں گے، بلکہ خود مذہب اسلام کے پیروکار بن بیٹھیں گے، ساتویں صدی عیسوی کو وجود میں آنے والے نظام زندگی کو مٹانے کے لیے دنیا نے کیا کیا نہ کیا!!، تاریخ کا ہر ادنی طالب علم اس سے پوری طرح واقف ہے۔

افسوس! خلافت کے زوال کے بعد سے دنیائے باطل کو اس بات کا بھرپور موقعہ

---

① (تفصیلی تعارف کے لیے دیکھیئے: اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلامی معاشیات کے مصادر و مراجع: ۴۳-۵۷، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۹۴ء)

ملا کہ وہ اسلام اور اس کے پاکیزہ نظام کے خلاف کھل کر پروپیگنڈہ کرے، اور اسے ایک ناقص اور پرانے زمانے کا نظام قرار دے، خاص کر معاشیات کے شعبے میں نئے نظریات متعارف کروا کے اس نے انسانیت کو جس دردناک عذاب میں مبتلا کیا ہے اس کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ اسلامی نظام حکومت یعنی خلافت ہے۔

فقدانِ خلافت کے نقصانات

اب چوں کہ بدقسمتی سے اور بوجہ شامت اعمال ہمارے سامنے کوئی ایسا ماڈل اسلامی طرز حکومت وخلافت کا موجود نہیں کہ عملی طور سے جس میں زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح معاش کا نظام بھی عملی طور سے نافذ ہوتا اور تمام طبقات کے لوگوں کی کفالت عامہ کا کوئی عملی مظہر سامنے موجود ہوتا، تو ہم عالم انسانیت کو بتا دیتے کہ اسلام نے معیشت کے مسائل کا یوں حل بتایا ہے۔ خیر! اسلام چوں کہ قیامت تک کے لیے رہنمائی اور رہبری کرنے آیا ہے، تو اب ہم اسلام کے اصول وضوابط ہی کی روشنی میں موجودہ جدید نظریات کو پرکھیں گے اور ان کے صحیح اور غلط ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

جدید معاشی نظریات میں بینک اور کمپنی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، پھر ان دونوں سے سینکڑوں مسائل نے جنم لیا ہے، ان میں سے ایک کریڈٹ کارڈ اور اس طرح کے دیگر کارڈز کے ذریعے معاملات کا انجام دینا ہے۔

جدید معاشی نظریات سے پیدا شدہ مسائل

آج کی دنیا صنعتی انقلاب کے بعد تکنیکی اعتبار سے بہت آگے جا چکی ہے، تجارت اور سرمایہ کاری کی اس قدر جدید اور متنوع شکلیں پیدا ہو چکی ہیں جن کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی، مثلاً بینکنگ کا نظام، کرنسی کا نظام، موجودہ عالمی تجارت کا نظام، کریڈٹ

کارڈز کا نظام، انشورنس اور تکافل، شیرز کی خرید وفروخت کا نظام، اور ان سب نظاموں کو چلانے کے لیے اداروں، فرموں اور کمپنیوں کا نظام وغیرہ۔ ❶

اس طرح کے تجارتی مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا خریدی ہوئی شے پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا منافع حاصل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ آج قبضہ کے عنوان سے بہت سارے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، کیا چیک، ڈرافٹ، کریڈٹ کارڈ یا دوسری سندات مالی کو قبضہ تصور کیا جائے گا، یا نہیں؟ یا کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کو فوری قبضہ تسلیم کیا جائے گا یا نہیں؟ بین الاقوامی تجارت میں آج زیادہ تر معاملات، فیکس اور ای میل کے ذریعے انجام پا رہے ہیں، کروڑ ہا کروڑ روپے کے معاملات اور لین دین طے پاتے ہیں جب کہ ہر دو فریق ہزار ہا میل کی دوری پر ہوتے ہیں، اسی طرح ایک ملک کا تاجر دوسرے ملک میں LC (سند اعتماد) کھلوا کر کاروبار کرتا ہے، دوسرے ملک کا تاجر مال کا شمپنٹ (Shipment) کرتا ہے اور قبل اس کے کہ مال خریدار تک پہنچے، خریدار یہ محسوس کرتے ہوئے کہ بازار میں تیزی آچکی ہے، اگر میں ابھی اس مال کو فروخت کر ڈالوں تو مجھے زیادہ نفع ملے گا، وہ اس مال کو اپنے قبضہ میں آنے سے قبل ہی (جب کہ مال راستہ میں ہوتا ہے)، فروخت کر ڈالتا ہے۔ ❷

عصر حاضر میں ان تمام جدید صورتوں میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، معاملات میں عدل وقسط کی رعایت کم سے کم، یا معدوم ہے اور ر

---

① (شیئرز کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام، مقدمہ، ص: ۱، ۲، دارالإفتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع)

② (جدید تجارتی شکلیں، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب، ابتدائیہ، ص: ۷، ۸ ادارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ، کراچی)

غرر اور دھوکہ عام ہے، نہ ذہنوں میں خدا کا تصور ہے، نہ آخرت کی جواب دہی کی فکر، اس لیے تجارت کے رائج طریقوں میں صرف مادی اور نقد نفع مطلوب رہ گیا ہے۔ ❶

ایک متوازن معاشی نظام کو وجود دینے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظام خلافت قائم کیا جائے اور معیشت سے متعلق تمام اسلامی احکامات عملی شکل دی جائے۔

کمپنی کا تعارف

سرمایہ دارانہ نظام کے زہرآلود نظام کے سایے تلے وجود پانے والے جدید معاشی مسائل اور کاروباری صورتوں میں سے ایک کمپنی کا نظام بھی ہے، یورپ میں صنعتی انقلاب رونما ہونے کے بعد سترہویں صدی کے آغاز میں بڑے بڑے کارخانوں اور ملوں وغیرہ کے قائم کرنے کے لیے جب کثیر سرمایہ کی ضرورت پڑی، جسے فراہم کرنا فرد واحد یا چند معدودے اشخاص کے بس کی بات نہ تھی، تو اس وقت کے مکار اور شاطر دماغوں نے عام لوگوں کی منتشر بچتوں کو یکجا کر کے فائدہ اٹھانے کے لیے کمپنی کا نظام روشناس کرایا، ابتدا میں کمپنی نیم سرکاری طور پر کام کرتی تھی، آہستہ آہستہ ان کے اختیارات وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے، یہاں تک انہیں قوانین وضع کرنے، سکہ ڈھالنے، پولیس اور فوج تک رکھنے کی اجازت مل گئی، برصغیر پر قابض ہونے والی ایسٹ انڈیا کمپنی بھی اس قسم کی ایک کمپنی تھی، عصر حاضر میں تجارتی کمپنیاں اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح اختیارات کی مالک تو نہیں، البتہ سرمایہ داریت کے جھنڈے تلے وہ کسی بھی طاقتور ملک سے کسی طور بھی کم نہیں۔

کمپنی کے اعلان پر جو لوگ اس میں شریک ہو کر سرمایہ دیتے ہیں، کمپنی ان کے

---

① (جدید تجارتی شکلیں، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب، ابتدائیہ، ص: ۷، ۸ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی)

لیے ایک سٹوفکیٹ جاری کرتی ہے، جو اس بات کی سند ہوتی ہے کہ اس شخص کا کمپنی کے اثاثوں اور سرمایہ اس قدر ہے، یہی سٹوفکیٹ شیئر کہلاتا ہے، اس کی اب تک متعدد اقسام مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔

کمپنی کی شرعی حیثیت

کمپنی کی شرعی حیثیت کے حوالے سے علماء کی اب تک تین طرح کی آراء سامنے آ چکی ہیں:

۱- کمپنی شرکت کی چار معروف اقسام میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

۲- بعض حضرات اسے شرکت کی معروف اقسام میں داخل نہ ہونے کے باوجود اس لیے جائز کہتے ہیں کہ یہ شرکت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہیں۔

۳- کچھ حضرات اسے شرکت کی معروف اقسام میں سے شرکت عنان میں داخل مانتے ہیں، جب کہ بعض اسے مضاربت کی ایک نئی شکل قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا ابحاث کو تفصیلی طور سے جاننے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا:

۱- فقہی مقالات، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ۔

۲- شیئرز اور کمپنی، مولانا ابوبکر قاسمی صاحب۔

۳- شیئرز کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام، مفتی عمیر عادل صاحب۔ (دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع)

۴- اسلام اور جدید معاشی مسائل اور شرکت و مضاربت عصر حاضر میں۔

۵- شركة المساهمة في النظام السعودي، للدكتور المزروقي.

بینکاری کا قدیم وجدید تصور

بینک بھی بنیادی طور پر ایک جوائنٹ اسٹاک کمپنی ہے، عہد جدید کی تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام نے اس کی تشکیل جدید کی ہے، تاہم اس کی تاریخ اگرچہ کم ازکم دو ہزار سال قبل مسیح پرانی ہے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے بینکوں کی تاریخ پر بحث کے دوران تفصیل سے بینکاری کی ابتداء کی مثالیں بیان کی ہیں، اس کا متعلقہ مضمون درج ذیل عبارت سے شروع ہوتا ہے:

''گزشتہ اقوام مثلاً عبرانیوں نے جب سرمایہ قرض دینا شروع کیا، اس زمانے میں وہ ایسا کوئی بینکاری کا نظام نہیں رکھتے تھے جسے جدید نگاہ سے مکمل کہا جاسکے، لیکن ۲۰۰۰ ق م کی ابتداء سے بابل کے رہنے والوں نے اس کا ایک نظام تیار کرلیا تھا، یہ کسی انفرادی یا ذاتی تحریک کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ یہ مال دار اور منظّم مذہبی اداروں کی طرف سے ادا کی جانے والی ضمنی خدمت تھی، بابل کے عبادت خانے مصر کے عبادت خانوں کی طرح بینک بھی تھے، بابل کی ایک دستاویز سے پتہ چلتا ہے کہ چاندی کے سکے (Shekels) ''کواڈاڈری مینی'' کے بیٹے ماس شماخ نے ''وارڈاین ہل'' کی بیٹی سورج پرست امت شاخ سے قرضے کے طور پر لیئے تھے، وہ سورج دیوتا کا سودا کرے گا، فصل کی کٹائی کے وقت وہ اصل بمع سود کے ادا کرے گا''۔

ایک اور زمانے کی دستاویز اس قسم کی تھی کہ وہ بیان کرتی ہے کہ تاری بم کے بیٹے وارڈالی سچ نے اباتم کی بیٹی سورج پرست اِلتانی سے ایک چاندی کا سکہ (Shekel)

سورج دیوتا کی جمع پونجی (Balance) سے لیا، یہ رقم سرسوں کے بیج کی خریداری میں استعمال ہوتی تھی، سرسوں کی کٹائی کے وقت وہ اس کی قیمت پر یہ قرضہ سرسوں کی شکل میں اس سرٹیفکیٹ کے حامل کو ادا کرے گا"۔

اس مضمون میں یہ تفصیل بھی بیان کی گئی ہے کہ کس طرح عمل بینکاری نے مذہبی اداروں سے ترقی پا کر ذاتی تجارتی ادارے (Private Business institute) کی شکل اختیار کی، یہاں تک کہ ۵۷۵ ق م میں بابل میں ایک بینکاری کا ادارہ اے جیبی (Lgibi) کے نام سے قائم کیا گیا، اس بینک کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ یہ بینک درج ذیل کام سرانجام دیتا تھا، اپنے گاہک کے وکیل کے طور پر خریداری کرنا، فصلوں پر قرضے دینا، ادائیگی کو یقینی بنانے کے لیے فصلوں کو پیشگی رہن رکھنا، دستخطوں اور گروی رکھ کر قرضے دینا، اور سود پر کھاتے کھولنا وغیرہ"۔ [1]

سرمایہ دارانہ نظام اور بینکاری

سرمایہ دارانہ نظام میں بینکاری کی ابتداء کچھ یوں ہوئی کہ لوگ اپنا سونا صرافوں کے پاس بطور امانت رکھ دیتے تھے، اور سنار اس کی رسید لکھ دیتے تھے، پھر رفتہ رفتہ ان رسیدوں سے ہی معاملات شروع ہو گئے، لوگ سونا واپس لینے کے لیے کم آتے تھے۔ [2]

لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کی خاطر ان لوگوں نے محافظ بھی رکھ لیئے، آہستہ آہستہ ان کے خرچوں کو پورا کرنے کے لیے لوگوں سے اخراجات وصول کرنا شروع کیے،

---

① (سود پر تاریخی فیصلہ، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، عہد قدیم میں بینکاری اور پیداواری قرضے، ص: ۵۴-۵۶، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۱۴۲۹ھ۔)

① (اسلام وجدید معیشت وتجارت، بینکاری: ۱۱۵، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

بعد میں یہ عمل منافع بخش کاروبار بن گیا، پھر رفتہ رفتہ انہی صرافوں اور مہاجنوں نے لوگوں کی جمع شدہ رقوم کو سرمایہ کاری اور تجارت کے لیے استعمال کیا تو اس رجحان نے ایک نیا رخ اختیار کیا، اب لوگوں کو رقم جمع کروانے کے عوض ''سروس چارجز'' نہیں دینے پڑتے تھے، بلکہ اس کے برعکس رقم رکھوانے کے عوض بطور منافع سود بھی دیا جاتا تھا، یوں اس طرح جدید بینکاری کا تصور وجود میں آیا۔❶

بینکاری اور اصطلاتِ بینکاری، بینکاری کا مروجہ متبادل اسلامی اور غیر سودی بینکاری اور اس موضوع سے متعلق اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، جامعہ کراچی سے جاری ہونے رسالے ''جریدہ'' میں اس حوالے سے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، ''جریدہ'' میں اس حوالے سے انگریزی، فارسی اور اردو زبان میں لکھی گئی تصانیف، تالیفات، تراجم، رسائل، فرہنگیں، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات جات کا تذکرہ اور تعارف بھی کرایا گیا ہے۔❷

سرمایہ داریت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مختلف مسائل کا مختصر سا تذکرہ گذشتہ صفحات میں آچکا ہے، ان میں جیسا کہ ہم نے لکھا کہ بینک اور کمپنی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اگر موجودہ عالمی معیشت سے ان کے تصور کو نکال دیا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام کے کندھوں پر تعمیر کی گئی سود کی یہ خوشنما عمارتیں دھڑام سے گر پڑیں گی، گزشتہ صفحات میں معیشت کے قدیم، جدید اور اسلام کے عطاء کردہ احکام سے بحث کی گئی اور بینک و کمپنی کا مختصر تعارف بھی کروایا گیا، تاکہ کریڈٹ کارڈ کو اس کے تاریخی اور معاشیات کے مذہبی

---

① (سودی بنکاری اور اسلامی بنکاری، مفتی نذیر احمد، بینکاری کا پس منظر، ص: ۴، ۵، دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع)

② (تفصیل کے لیے دیکھئے: جریدہ[۳۷]: ۹/۶۴۷-۷۴۱، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی ۲۰۰۶ء)

پس منظر کے ساتھ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ان شاء اللہ! اگلے باب میں کریڈٹ کارڈ کی تعریف، تعارف، تاریخ، ان کو جاری کرنے والے ادارے، مختلف کارڈز کا تعارف، اور موجودہ نظام معیشت میں ان کی حیثیت واہمیت، مثبت اور منفی پہلو وغیرہ سے گفتگو کی جائے گی۔

❀❀❀
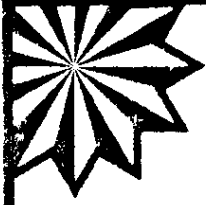
باب دوم

- کریڈٹ کا تاریخی پس منظر
- کریڈٹ کارڈ کی تاریخ قدم بقدم
- کارڈ جاری کنندہ کمپنیاں اوران کی ذمہ داریاں
- مختلف اقسام کے کارڈ اوران کا تعارف
- کارڈ کی مختلف جہات اور متعلقہ افراد وادارے اوران کی ذمہ داریاں
- کارڈز کے مثبت ومنفی پہلو
- کارڈ جاری کرنے کے اہداف واغراض
- کارڈ پر وصول کی جانے والی مختلف فیسیں، جرمانے اور ٹیکس
- کریڈٹ کارڈ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف
- مختلف کارڈوں کے درمیان موجود فرق
- مروجہ غیر سودی مالیاتی اداروں کی طرف سے جاری کردہ مختلف کارڈ

کریڈٹ کا تاریخی پس منظر

کریڈٹ (قرض) تاریخی اعتبار سے نہایت قدیم پس منظر کا حامل ہے، اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی اور قدیم ہے، جتنی خود حضرت انسان کی تاریخ ہے، زمانہ قدیم کی مشہور و معروف حکومتوں اور سلطنتوں میں اس کا رواج تھا، اس زمانے کے لوگ خاص کر فراعنہ، رومی، اغارقہ اور قدیم عراقی باشندے، ہندوستان اور چینیوں کی طرح کریڈٹ کی صورت میں معاملات کرتے تھے، چناں چہ اسی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد علی أحمد البناء اپنی کتاب ''القرض المصرفی'' کے مقدمہ رقمطراز ہیں:

"القروض قديمة قدم الإنسان، فقدتعامل بهاالفراعنة و الإغريق والرومان، وفي بلادالعراق القديم، كماتعامل بهاالهنودوالصينيون، وكانت في كل هذه الحضارات، إمابفائدة، أوبدون فائدة، لكن الشريعة اليهودية حرمت الرباتحريماًقاطعاً، وجاء ت المسيحية لتؤكدعلى ذلك، وجاء الدين الإسلامي الخاتم ليزيدالأمرتاكيداًوتوضيحاً، فحرم القرض بفائدة في كافة أشكاله وصوره، لكن بعدشيء من التبديل والتحريف أصبح اليهود والنصارى يستحلون الربا، مماكان له الأثربعد ذلك على بلادالمسلمين، حيث هبت رياح الفائدة على العالم الإسلامي، من خلال الأنشطة الاقتصادية المعاصرة، وتحت وطأة الغزو الفكري الغربي، استسلمت

الغالبية العظمى للفكرة قائلة: إن القرض بدون فائدة أصبح مستحيلاً؛ لأن الفائدة ضرورة من الضرورات التي لا يمكن الاستغناء عنها، والعرف إذا استقرض بين الناس، فإنه ينهض دليلاً شرعياً، ذلك إفكهم وما يفترون". ❶

(ترجمہ) ''قرضوں کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی، فراعنہ، اغارقہ، رومی اور قدیم عراق میں، ہندوستانیوں اور اہل چین کی طرح اس کا تعامل رہا ہے، ان تمام تہذیبوں میں یہ (قرض) یا تو کسی فائدہ کے پیش نظر تھا، یا بغیر کسی فائدے کے، لیکن شریعت یہودیت (دین موسی علیہ السلام) نے سود (سودی قرضے) کو مکمل حرام قرار دیا اور دین نصاری اس کی حرمت کی تاکید کے لیے آئی اور اسلام نے آخر میں آ کر نہ صرف اس کی مزید تاکید و وضاحت کی، بلکہ سودی قرضوں کی تمام شکلوں اور صورتوں کو حرام قرار دیا، لیکن یہود و نصاری (دین موسوی وعیسوی علیہما السلام) میں تبدیلی وتحریف کے بعد سود کو حلال کرنے لگے، جس کا اثر بعد میں بلاد اسلامیہ پر بھی پڑا بایں طور کہ سودی فائدوں کی (تیز و تند) ہوائیں عالم اسلام پر بھی ٹوٹ پڑیں، یہ سب کچھ نئے معاشی نظام اور مغربی افکار سے جنگ کے سایے تلے ہوا، جس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اکثریت یہ کہنے لگی کہ اب تو بلا فائدہ قرض محال ہو گیا ہے، اس لیے کہ فائدہ حاصل کرنا ان ضروریات میں سے ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، اور جب کوئی چیز لوگوں کے عرف میں رائج ہو جائے تو وہ اس کے جواز کی دلیل شرعی بن جاتا ہے، حالاں کہ یہ ان کا جھوٹ ہے جسے وہ گھڑتے ہیں''۔

---

❶ (القرض المصرفي، للدكتور البناء، المقدمة، ص: ٥، دار الكتب العلمية)

ڈاکٹر صاحب کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ نے تحریفات کے ذریعے سودی (نظام) کو جائز و روا رکھا، اس کے اثرات مسلمانوں اور ان کی معیشت پر بھی پڑے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ بغیر فائدہ کے قرض کو مستحیل سمجھنے لگے، اسے ضروریات زندگی میں سے قرار دیا گیا، معاشرہ میں اس کے رواج اور عرف بننے کو دلیل شرعی قرار دیا گیا، حالاں کہ یہ نہ تو عقل سلیم کو تسلیم ہے اور نہ ہی مزاج شریعت کے موافق، ہاں البتہ نئے معاشی نظریات اور نظاموں کے تحت جو معاملات رائج ہوئے ہیں یہ ان کی برکات وثمرات میں سے ہے کہ مسلمان بھی کفار یہود و ہنود کی طرح سود اور سودی منافع کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر رہے ہیں، قرض (کریڈٹ) کے حوالے سے کچھ گفتگو ہم گذشتہ باب میں ''عہد قدیم میں تجارتی اور سودی قرضے'' کے عنوان سے کر چکے ہیں۔

آیئے! اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کریڈٹ نے کارڈز کی صورت کب اور کیسے اختیار کی؟ ایک بات یہاں یہ ذہن میں رہے کہ کریڈٹ صرف قرض کے معنی میں ہی نہیں بلکہ ''ائتمان'' کے معنی میں بھی مستعمل ہے، جس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں ذکر کی جائیں گی۔

''کریڈٹ'' بصورت ''کارڈز'' تاریخ کے آئینے میں

زمانہ قدیم سے انسان تجارتی معاملات میں لین دین کے مختلف وسائل واسباب استعمال کرتا چلا آ رہا ہے، ابتداء میں اشیاء کے تبادلے کو ادائیگی کا ذریعہ بنایا، چناں چہ اس وقت اشیاء کو اشیاء کے بدلے خرید اور فروخت کیا جاتا تھا، جسے بیع مقایضہ بھی کہا جاتا ہے۔ ❶

جیسے آٹے کو کھجور کے بدلے، یا جو کے بدلے، خرید اور فروخت کیا جاتا تھا، پھر

① (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع: ۴/ ۵۰۱، سعید، کراچی)

معدنیات کو مبادلات تجاریہ میں استعمال کیا جانے لگا، جیسے: لوہا، پیتل وغیرہ ❶، یہاں تک کہ اشیاء کو نقود کے طور پر سامنے لایا گیا، پہلے پہل کپڑے، نمک اور کھانے، پھر جواہر جیسے: سونا اور چاندی وغیرہ بطور نقود کے استعمال کیے جانے لگے۔ ❷

بعض حضرات نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

''آخری زمانے میں جب کہ بینکوں کا وجود کثرت کے ساتھ ہوا اور عالمی سطح پر رابطوں کا سلسلہ بڑھا، ابتداء میں تو برتن بطور کرنسی استعمال ہوئے، پھر کپڑے، پھر نمک، پھر کھانے پینے کی چیزیں اور پھر سونے اور چاندی اور آخر میں سب سے مشہور وہ کرنسی نوٹ ہے، جو حکومت جاری کرتی ہے، قطع نظر اس کے کہ اس کے پیچھے سونا چاندی ہے کہ نہیں، بلکہ درحقیقت اس کی اپنی اعتباری قوت پر بھروسہ کیا جاتا ہے اور اس کے جاری کرنے والے ملک پر اعتماد کیا جاتا ہے، بس یہی کریڈٹ کا محور بن گیا۔ اس طرح جب بینکوں نے ترقی کی، جس کا اہم کام امانتوں کا قبول کرنا اور قرضوں کا مہیا کرنا ہے، تو اس میں ترقی پیدا ہوئی اور بجائے نقد رقوم کے منتقل کرنے کے چیک سسٹم متعارف ہوا اور پھر رفتہ رفتہ اس میں بھی ترقی ہوئی اور اس کی جگہ کریڈٹ کارڈ نے لے لی۔ ❸

کریڈٹ کارڈ کی ضرورت کیوں پیش آئی

کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کی وجہ اور اس کی ضروت کیوں پیش آئی؟ اس

---

① (مبارك، عبد المنعم، النقود البنكية، ص: ۲۱، ۲۲، مركز الاسكندريه للكتاب ۱۹۹۵م)

② (عرفات، فتحي شوكت، مصطفى، بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، المبحث الأول، نشأة البطاقات البنكية، المطلب الأول، نبذة تاريخية عن البطاقات البنكية، ص: ۷، جامعة النجاح الوطنية، نابلس فلسطين، ۲۰۰۷م)

③ (أبوزيد، بكر بن عبدالله، بطاقة الائتمان، المبحث الثالث، تاريخها، ص: ٤، ٥، الطبعة الثانية ۱۳۱۷ھ، السعودية)

بات کو علماء اور معاشیات کے ماہرین نے مختلف انداز اور تعبیرات میں بیان کیا ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ صحیح بخاری کی درسی تقریر ''انعام الباری، ، میں ''کریڈٹ کارڈ کی ضرورت کیوں پیش آئی'' کے عنوان سے فرماتے ہیں:

''پہلے یہ سمجھ لیں کہ کریڈٹ کارڈ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ چوری، ڈاکے بہت ہونے لگے ہیں، اگر کوئی آدمی گھر سے نکلے اور اسے لمبی چوڑی خریداری کرنی ہو، اب اگر وہ جیب میں بہت سارے پیسے ڈال کر لے جائے، تو خطرہ ہے کہ ڈاکہ پڑ جائے، کوئی چھین لے جائے، خاص طور پر اگر کہیں سفر پر جا رہا ہو تو ہر وقت اپنے پاس بڑی رقم لے کر پھرنے میں بہت خطرات ہیں، اس لیے اس کا ایک یہ طریقہ نکالا کہ بینک ایک کارڈ جاری کرتا ہے، جس کو کریڈٹ کارڈ کہتے ہیں''۔ [1]

المؤتمر الإسلامی جدہ کی طرف سے شائع ہونے والے معروف مجلّہ ''مجلة مجمع الفقه الإسلامي'' میں کریڈٹ کارڈ کے حوالے سے عرب وعجم کے موجودہ معروف اہل علم کے مقالہ جات اور مباحثے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے ہیں، ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ صاحب کا ایک مقالہ بعنوان ''بطاقة الائتمان و تكييفها الشرعي'' شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے اور ضرورت پیش آنے کی وہی وجہ لکھی، جو ابھی گذشتہ سطور میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ [2]

---

① (العثماني، المفتي محمدتقي حفظه الله، انعام الباری، كتاب الحوالات، کریڈٹ کارڈ: ٦/ ٤٩١، ٤٩٢، مكتبة الحراء كراتشي)

② (أبوغده، الدكتور، بطاقة الائتمان وتكييفهاالشرعي، بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٧/ ٢٨٠)

جب کہ بعض حضرات نے اسے نئے معاشی نظام کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ❶

فقہ اکیڈمی ہند کی طرف سے جو سوالنامہ کریڈٹ کارڈ پر بحث کے حوالے سے مرتب کیا گیا تھا اس میں گلوبلائزیشن اور اس کے نتیجے میں معیشت و تجارت میں رونما ہونیوالے اثرات اور رقوم کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کی حاجت و ضرورت کو کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کا سبب بتایا گیا ہے، چناں چہ اس سوال نامے میں مرقوم ہے:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ ذرائع مواصلات کی تیز رفتاری اور گلوبلائزیشن کے موجودہ نظام نے دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے اور حیرت انگیز حد تک فاصلے کم ہو گئے ہیں، اس صورت حال نے یوں تو زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالا ہے، لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر معیشت و تجارت پر ہوا ہے، اور اب انسان کے لیے یہ بات ممکن ہو گئی ہے کہ وہ ایک گمنام اور دور افتادہ گاؤں میں بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی شہر سے تجارت اور کاروبار کرے، تجارت کے اس پھیلاؤ نے ایک اہم مسئلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم منتقلی کا پیدا کر دیا ہے، اور ''سرمایہ دار'' چاہتا ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر، یا ایک ملک سے دوسرے ملک اس کی رقم جلد اور محفوظ طریقے سے پہنچ جائے، اس مقصد کے لیے بینک نے تین قسم کے کارڈ جاری کیے ہیں، جن کا چلن عام ہو چکا ہے: ۱- اے ٹی ایم کارڈ، ۲- ڈیبٹ کارڈ، ۳- کریڈٹ کارڈ''۔ ❷

---

① (مجلّة مجمع الفقه الإسلامي، بطاقات الائتمان، نبذة تاريخية للبطاقات المصرفية: ٨/١٠٦٣، ١٠٦٤، جده)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، فقہ اکیڈمی، انڈیا، سوالنامہ: ۱۵، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۸ء)

یہی مذکورہ بالا وجہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی کریڈٹ کارڈ کے حوالے سے اپنے مقالہ میں بھی تحریر کی ہے۔ ①

سماجی اور معاشی انقلاب

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی صاحب کریڈٹ کارڈ پر اپنے مقالہ "بطاقات الائتمان" میں اسے سماجی اور معاشی انقلاب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فإن بطاقة الائتمان أصبحت في الغالب في عصرناالحاضرفي بلادالغرب والشرق، وبنسبة محدودة في البلادالغربية والإسلامية هي أداة الوفاء المستعملة للالتزامات النقدية في البيوع والأشربة والقروض وتقديم الخدمات كسدادالفواتيروالرسوم والضرائب، والحصول على الحاجات من البضائع والسلع، وذلك بدلاًمن حمل النقودالمحلية أوصرفهابعملات أجنبية، أوالوفاء بالشيكات ونحوها، وتفادياًلأشكال وأنواع النصب والاحتيال والسرقات والغصب والنهب ونحوها، وربمافي المستقبل القريب تحل بطاقات الائتمان محل النقود، وهوتطوراقتصادي واجتماعي ملموس، واتجاه سريع نحوهذه الغايةبمايتم من الاعتمادعلى هذه البطاقات حالياً". ②

ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہی مقالہ فقہ اکیڈمی ہند کے اجلاس برائے "بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام" میں پیش کیا تھا، انہوں نے اس کی

---

① (حوالاسابق: ۸۳)

② (الزحيلي، وهبة مصطفى، بطاقات الائتمان، تحت عنوان: "تقديم"، ص: ۱، بحث ومحاظرة ألقاهالدورته الخامس عشرفي مسقط(سلطنة عمان)سنہ۲۰۰٤م)

ترجمانی کی ہے، وہی بطور ترجمہ کے یہاں نقل کیا جارہا ہے:

''دورِ حاضر میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال مشرق ومغرب میں زیادہ تر اور اسلامی اور عرب ممالک میں ایک حد تک خرید وفروخت کی رقم ادا کرنے (مشروبات کے حصول) قرض، بل، فیس اور ٹیکس کی ادائیگی، سروسز، نیز سامان ضرورت حاصل کرنے کے لیے کیا جارہا ہے، اس کا استعمال مقامی کرنسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے، یا اسے غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرانے، یا چیک وغیرہ سے ادائیگی کی جگہ پر ہورہا ہے تاکہ چوری، غصب اور لوٹ مار جیسے خطرات سے بچا جاسکے، اس بات کا امکان ہے کہ مستقبل قریب میں کریڈٹ کارڈ نقد رقم کی جگہ لے لے، یہ ایک واضح معاشی اور سماجی انقلاب ہے۔ (اور لوگوں کا تیزی سے ان کارڈوں کی طرف متوجہ ہونا ان پر اعتماد کی دلیل ہے'')۔ ❶

حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات اور تیز رفتار مواصلات کا شاخصانہ

بہر حال کریڈٹ کارڈ کے وجود میں آنے کی جو وجہ بھی بیان کی جائے وہ اپنی جگہ ہے، لیکن اتنی بات تو سب میں قدرے مشترک اور مسلم ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں وجود پزیر ہوا ہے، کیوں کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی منافع کے محرک کو بے لگام گھوڑے کی طرح آزاد چھوڑا گیا، جس کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے نت نئے طریقے اختیار کیے گئے، سرمایہ دار کے استحصالی دماغ نے لوگوں کے سرمایہ کو سمیٹنے کے لیے بینکنگ کے نظام کو متعارف کروایا، اسی پر بس نہیں، بلکہ آئے روز نئے ہتھکنڈوں کے ذریعے عوام الناس کا خون نچوڑا جارہا ہے، یہ کیسے ہورہا ہے، اس بارے میں شیخ محمد مختار سلامی صاحب، مفتی اعظم تیونس نے تفصیلی گفتگو کی ہے، وہ کریڈٹ

❶ (بینک سے جاری ہونے والے کارڈز کے شرعی احکام، ص:۵۹، دار الاشاعت)

کوعصر حاضر کی حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات اور تیز رفتار مواصلات کا شاخصانہ قرار دیتے ہیں، چناں چہ شیخ مختار صاحب ''کریڈٹ کارڈ کی حقیقت اس کی اقسام اور شرعی حکم'' کے عنوان سے تحریر میں کریڈٹ کارڈ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کارڈ دراصل موجودہ دور کی اس تہذیب کی دین ہے، جس نے ماضی قریب میں دنیا کی بھاگ دوڑ سنبھالی ہے، اس نے شخصی مفادات کو مقدم رکھا ہے اور انسان کو مکمل آزادی فراہم کرنے کا کام انجام دیا ہے، کیوں کہ انسان ہی اس کے نزدیک وہ محور ہے جس کے گرد آزادی گھومتی ہے اور یہ فعالیت کی انتہا ہے، اس کے پیش نظر ''ریان اسمتھ'' کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کو عمل کے لیے آزاد چھوڑ دو، اس نظریے نے اس کو سماجی اور اقتصادی نظاموں میں ایک لاثانی مقام عطا کیا ہے۔ انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنی سیاست اور ذہانت کا استعمال کر کے بہت منافع کمائے اور اقتصادیات کو اپنے ذاتی مفادات کا تابع بنالیا، یہ لوگ اپنے اکھٹے کیے ہوئے مال و دولت پر مطمئن ہیں، دوسری طرف سرمایہ دارانہ حرص بڑھتی چلی جارہی ہے اور شخصی دولت اندوزی اس حد تک بڑھ گئی کہ بڑے بڑے اہل ثروت کا سرمایہ بعض ملکوں کے بجٹ سے بڑھ کر ہے۔ دولت کی یہ کثرت اور اس کی بڑھتی ہوئی یہ تحریک دو[۲] ذرائع سے وجود میں آئی ہے:

۱- ان بین براعظمی کمپنیوں کے ذریعہ جو اپنی عظیم اقتصادی طاقت کی بنا پر ملکوں کی سیاست پر حاوی ہوچکی ہیں، یہ ان پر اپنے مفادات تھوپ کر مارکیٹ پر مزید اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہی ہیں، تاکہ بازار پر ان کا راج ہوجائے، ان کے قدم جم جائیں، پیداوار پر ان کو پورا غلبہ حاصل ہوجائے اور کائنات کے تمام مال واسباب ان کے زیردست آجائیں۔

۲- مال کو ذخیرہ اندوزی سے صَرف (خرچ) کی طرف منتقل کرنے کے لیے افراد معاشرہ پر اثر انداز ہونے کی کوشش، لہٰذا انہوں نے اس کی پوری پوری کوشش کی کہ عظیم الشان اقتصادی تحریک برابر ترقی کے راستہ پر گامزن رہے اور کمپنیاں اپنی مصنوعات بازار میں لاتی رہیں، علمی تجزیوں نے لوگوں پر ایسا نشہ طاری کردیا کہ وہ ضرورت، حاجت اور کمال کے مابین فرق کرنا بھول گئے، بازار میں جو نئی چیز بھی آ گئی اس پر ٹوٹ پڑے، خریدتے جاتے ہیں، خریدتے جاتے ہیں، اگرچہ ان کا مالی بجٹ اس کی اجازت نہ دیتا ہو، اور سرمایہ دارانہ قوت جو کہ انسان کی فکر اور محنت سے تیار کردہ تمام موجودہ اشیاء پر تسلط جمائے ہوئے ہے، آئندہ وجود میں آنے والی چیزوں کو بھی نگل جانے کے لیے تیار بیٹھی ہے، لہٰذا مستقبل میں ان کی محنتوں کے نتائج اس کے ہاتھ میں ہوں گے، مزدور اور متوسط طبقے غلام بن چکنے کے باوجود خود کو آزاد سمجھتے ہیں، اور سرمایہ دارانہ طاقت صرف مال و دولت اور پیداوار کی طاقتوں ہی پر قابض نہیں، بلکہ ساتھ ساتھ وہ ماضی، حال اور مستقبل میں انسان کی محنتوں پر بھی قابض ہے، مزدوروں نے اپنا آرام بیچ دیا اور اس کے بدلے ساز وسامان خرید لیا، انہوں نے مزید درد وغم کو گلے لگالیا جس سے لاعلاج نفسیاتی امراض پیدا ہوئے۔ مستقبل میں انسان کو غلام بنانے اور اس کی کمائی ہوئی دولت پر اس کے ہاتھ میں آنے سے پہلے قبضہ کرلینے کی واحد صورت یہ تھی کہ قرض لین دین کو زیادہ سے زیادہ آسان کیا جائے، انہوں نے سفر وحضر میں گھر، گاڑی، ساز وسامان، دوسری ضروری چیزیں اور زیب وزینت کے سامان قسطوں پر فروخت کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ چھٹیوں میں تفریح منانے کا بھی مالی فائدہ اٹھایا گیا، سرمایہ دار نے اپنی دونوں دھاروں سے انسانی

سرمایہ کو ذبح کردیا، ایک طرف اس نے سامان فروخت کر کے نفع حاصل کیا، اور دوسری طرف تاخیر کی صورت میں سود بھی وصول کیا، پھر ان کمپنیوں کو معلوم ہوا کہ خرچ کرنے کی کاروائیاں جتنی آسان ہوں گی ان کی دولت کا دائرہ اتنا ہی بڑھے گا، یہ ایک بدیہی بات ہے جسے ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ نقد خرچ کرنے اور بذریعہ چیک خرچ کرنے میں کیا فرق ہے۔

چیک اور ان دستاویزات نے جس پر آج انسانی معاملات منحصر ہیں، خرچ کو آسان بنادیا ہے، پہلے مزدور نقد پاتا تھا تو اسے شمار کرتا تھا، اسے دیکھ کر خوش ہوتا، اپنے کپڑے میں سب سے محفوظ جگہ پر اس کو رکھتا اور کئی کئی بار اس کو گنتا، اور جب بھی وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا تو دیکھتا کہ کتنا بچا ہے اور کتنا خرچ ہوگیا، اس سے نقد رقم سے اس کی قربت، اس کی محبت اور اس کی قدر میں اضافہ ہوتا، لیکن اب نقد کی جگہ چیک نے لے لی، جس کی وجہ سے صاحب مال کے دل میں مال کی قدر واہمیت نہ رہی اور اس کا خرچ کرنا اس کے لیے آسان ہوگیا۔ خریداری کے نتائج اقتصادی قوت وکمزوری کا معیار ہیں، یہ کمپنی کے مالکان ہر ہفتہ خریداری کے اتار چڑھاؤ کا حساب لگاتے ہیں، اور اس سے پتہ لگاتے ہیں کہ معیشت محفوظ ہے اور ترقی کررہی ہے، یا خسارہ میں ہے اور اسے بحران لاحق ہے۔ میرے نزدیک زیر بحث کریڈٹ کارڈ کا جو بیسویں صدی ربع اخیر میں معرض وجود میں آیا، پہلا محرک یہی ہے، اس نے اس وقت کی حیرت انگیز ترقی یافتہ الیکٹرونک ایجادات نیز نہایت تیز رفتار مواصلات سے فائدہ اٹھایا‘‘۔ ❶

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا، ص: ۱۱۹، ۱۲۱، درالاشاعت کراچی ۲۰۰۸ء)

کریڈٹ کارڈ کی تاریخ قدم بقدم

کریڈٹ کارڈ اور پیمنٹ (Payment) کارڈ انیسویں اور بیسویں صدی کی پیداوار ہیں، یہ اگرچہ ایک ایجاد نو ہے، مگر اس نے لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں اور اس سے بھی زائد لوگوں کی زندگی کو متاثر کیا ہے، خاص طور سے امریکہ، یورپ اور جاپان جیسے ترقیافتہ، جدت پسند اور صنعتی ممالک میں اس کی زیادہ چلت ہے، جیسے جیسے ذرائع مواصلات الیکٹرونک ایجادات میں ترقی ہوئی اور بینکوں نے بھی قدیم طرز سے ایک نئے اور جدید طرز کی طرف قدم بڑھایا، اور ان کے اکثر امور الیکٹرونک مشینوں کے ذریعے انجام پانے لگے، تو اہل معیشت وتجارت نے قرضوں کی لین دین و ادائیگیوں اور تجارتی معاملات کو انجام دینے کے لیے ایک نیا اور جدید نظام وضع کیا۔ (1)

اس طرح جب بینکنگ (Banking) نظام میں ترقی ہوئی، جن کا اہم کام امانتوں کا قبول کرنا اور قرضوں کو مہیا کرنا ہے، تو انہوں نے لین دین کے لیے نقد رقوم کی جگہ چیک سسٹم کو اپنایا، پھر جب معیشت اور تہذیب وتمدن میں مزید ترقی ہوئی تو لین دین کے معاملات میں چیک سسٹم سے بھی زیادہ سریع اور مؤثر طریقہ وجود میں آیا، جسے لوگ آج ''کریڈٹ کارڈ'' کے نام سے جانتے ہیں۔ (2)

شیخ ابوزید بکر بن عبداللہ کی رائے

شیخ ابوزید بکر بن عبداللہ صاحب جو سعودیہ کی ''اللجنة الدائمة للبحوث

---

(1) (الوثائق، الوثيقة رقم: ۱، بحث عن بطاقات الائتمان المصرفية والتكييف الشرعي المعمول به، ص: ۳، مركز تطوير الخدمة المصرفية، بيت التمويل الكويتي)

(2) (أبوزيد، بكر بن عبدالله، بحث عن بطاقة الائتمان، ص: ٤، ٥، الطبعة الثانية، =

والإفتاء" کے رکن ہیں، انہوں نے کریڈٹ کارڈ پر مستقل مقالہ لکھا ہے، وہ اس کی تاریخ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"البطاقة والتطورات التي مرت بها في مطلع القرن العشرين الميلادي، ويحدده بعضهم بعام١٩١٤ م، بادرت بعض الفنادق في المتميزين بالتعامل معهم في سكنى الفنادق، وذلك لتسهيل معاملاتهم، واختصار الوقت لهم، إضافة إلى مافيهامن تميزبمهلة زمينة لدفع الالتزامات المترتبة عليهم ومافيهامن مباهاة، فهي بمثابةمرتبة الشرف أيضاً. ثم قامت بإصادارهابعض المحلات التجارية، وبعض محلات الوقود، واستمرالعمل بهاحتى خلال الحرب العالمية الثانية بسبب القيودالتي ضربت على الائتمان، ثم رفعت تلك القيود، فعادمصدروالبطاقات إلى نشاطهم في إصدارها، وفي عام ١٩٤٩م راجت سوق البطاقات فتكونت أول شركة متخصصة في إصدارها وهي: "شركة داينز كلوب" واقتصرت في نشاطهاعلى إصدارهابطاقة لروادالمطاعم. ثم ظهرت "بطاقةأمريكان إكسبريس" و"وبطاقة كاردبلانش". وفي عام ١٩٥١ م انتقلت فكرة البطاقات إلى "البنوك التجارية" في أمريكا، حتى بلغت البنوك المصدرة للبطاقات: مائة بنك، ثم أخذت البنوك في تطويرهاوتنويعها؛ لأنهاصارت لهاجواداًرابعاً، وكان من إصداراتها: ضمان الشيك، بمعنى أن البنك يضمن للمستفيددفع المبلغ الذي يحمله الشيك المحررمن قبل حامل

= ١٤١٧هـ السعودية)

البطاقة. ثم ظهرت فكرة "بطاقة الائتمان"، في عشر السبعين (١٩٧٠م) ونشطت نشاطاً كبيراً؛ لأنها تؤدي فكرة: "القرض بفائدة" الذي قامت عليه البنوك، ثم تأسست جميعة بنكية بإصدار بطاقة منافسة لها، ثم تكونت جميعة تعاونية، فأصدرت البنوك بواسطتها "بطاقة فيزا" وهي مع سابقتها أكثر البطاقات انتشاراً". ❶

(ترجمہ): ''یہاں کریڈٹ کارڈ کے شروع ہونے کی تاریخ اور بیسویں صدی کی ابتداء میں اس پر جو مختلف مراحل پیش آئے ہیں، ان سے متعلق بحث ذکر کی جائے گی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں اس کی ابتداء ہوئی، اس حوالے سے بعض ہوٹلوں نے اپنے ہاں رہائش رکھنے والے خاص کسٹمرز (گاہک) کے ساتھ لین دین میں سہولت، اور ان کا وقت بچانے اور واجبات کی ادائیگی (Payment) میں مہلت دینے اور سہولت کی خاطر اس میں پہل کی، اور یہ بمنزلہ (First position) کے ہے۔ اس کے بعد بعض کاروباری مراکز اور پیٹرولیم کمپنیوں نے اسے جاری کیا، یہ معاملہ دوسری جنگ عظیم کے دوران اس پر لگنے والی پابندیوں تک چلتا رہا، پھر جب وہ پابندیاں ہٹیں، تو کارڈ جاری کرنے والے اداروں نے از سرنو اس میں دلچسپی ظاہر کی، ۱۹۴۹ء میں جب کارڈز کی مارکیٹ میں تیزی آئی، تو خاص اسی غرض سے ''ڈائنرز کلب'' کے نام سے ایک کمپنی وجود میں آئی، جس نے صرف ہوٹلوں میں کھانے والے لوگوں کے لیے کارڈ جاری کیا، اس کے بعد امریکن ایکسپریس (American Express)

---

① (أبوزيد، بكر بن عبدالله، بحث عن بطاقة الائتمان، ص: ٤، ٥، الطبعة الثانية، ١٤١٧ھ السعودية)

اور کارٹ بلانچ (Carte Blanch) کارڈ سامنے آئے، پھر ۱۹۵۱ء کو امریکہ میں کارڈ جاری کرنے کا طریقہ کار تجارتی بینکوں (Commercial Banks) میں رائج ہوا، یہاں تک کہ کارڈ جاری کرنے والے بینکوں کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ گئی۔

الموسوعة العربية العالمية میں لفظ ''ب'' بطاقة الائتمان (Credit Card) کے تحت کچھ فرق کے ساتھ کریڈٹ کارڈ کی یہی مذکورہ بالا تاریخ ذکر کی گئی ہے۔

فتحی شوکت مصطفیٰ عرفات صاحب نے ''بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۷، ۸ میں ''نبذة تاريخية عن بطاقات البنكية'' کے عنوان سے مذکورہ بالا ترتیب سے کریڈٹ کارڈ کی تاریخ بیان کی ہے۔

پھر بینکوں نے اسے مزید ترقی دی، کیوں کہ یہ ان کے لیے انتہائی منافع بخش ثابت ہوا، یہاں تک کہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے جاری کردہ چیک میں لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کی ضمانت بھی بینک قبول کرنے لگے، ۱۹۷۰ء میں کریڈٹ کارڈ کا (موجودہ) تصور نہایت واضح انداز سے سامنے آیا، اس کی وجہ بینک کی اس اساسی سوچ کی عکاسی تھی جو قرض دے کر فائدہ حاصل کرنا ہے، پھر اس معاملے میں دلچسپی رکھنے والے بینکوں کی ایک تنظیم وجود میں آئی، پھر ایک کوآپریٹیو تنظیم بنی، جس کے توسط سے بینکوں نے ''ویزا کارڈ (Visa Card) جاری کیا، مذکورہ بالا کارڈز میں سب سے زیادہ رواج پانے والا یہی کارڈ ہے''۔

بعض حضرات نے کریڈٹ کارڈ کی تاریخ سابقہ تفصیل کے مطابق ہی بیان کی ہے، مگر انہوں نے ان کمپنیوں کا باقاعدہ نام اور ترتیب وار تاریخ سال بہ سال بیان کرنے

میں سابقہ تفصیل سے ہٹ کر اعداد و شمار بیان کیئے ہیں، ان کی بھی وضاحت ضروری ہے، تا کہ کریڈٹ کارڈ کی تاریخ پوری وضاحت کے ساتھ تمام گوشوں سمیت قارئین کے سامنے آئے، چناں چہ "بيت التمويل الكويتي" کی طرف سے کریڈٹ کارڈ کی تاریخ کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

''پیمنٹ کارڈ (Payment Card) جاری کرنے کی طرف پہلا قدم امریکی ریاستوں میں ویسٹرن یونین (Western Union) نامی کمپنی نے اٹھایا، اس کمپنی نے ۱۹۱۴ م میں اپنے بعض خاص کسٹمرز کو واجبات کی ادائیگی (Payment) میں مہلت و سہولت فراہم کرنے کی غرض سے ایک کارڈ جاری کیا، ۱۹۱۷ء میں بعض بڑے ہوٹلوں، کاروباری مراکز، پیٹرولیم کمپنیوں اور اسٹیل ملز (Steel Mils) نے وسیع پیمانے پر خاص طرز کے کارڈ جاری کیے، جو صرف انہی مذکورہ بالا اداروں میں استعمال کیئے جا سکتے تھے، اسی بنیاد پر ۱۹۲۴م کو جنرل پیٹرولیم کارپوریشن (Genrel Petroliam Cord) نے عمومی سطح پر کیلی فورنیا میں ایک حقیقی کریڈٹ کارڈ جاری کیا، تا کہ اس کمپنی سے پیٹرولیم مواد خریدنے والے کسٹمرز اس کارڈ کی بنیاد پر فی الفور ادائیگی کے بجائے بعد کی مقرر تاریخوں میں پیمنٹ (Payment) کر سکیں۔ ❶

۱۹۲۴م کے بعد ڈنرز کلب (Diner's Club) کے نام سے جو کمپنی نے کریڈٹ کارڈ جاری کیا، اس کی ابتدا اور کارڈ جاری کرنے والے سال کے بارے دو قول

---

① (الوثائق، الوثيقة (رقم: ١) بحث عن بطاقات الائتمان المصرفية والتكييف الشرعي المعمول به، في بيت التمويل الكويتي، اعداد: مركز تطوير الخدمة المصرفية، بيت التمويل الكويتي، بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجدة: ٧/ ٣٤٣، شاہناز، نور احمد، کریڈٹ کارڈ، تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت، ص: ۱۳، ۱۴، اسکالرز اکیڈمی، کراچی)

ہیں، بعض حضرات جیسے ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید ❶ رکن اللجنة الدائمة للإفتاء والبحوث اورڈاکٹر محمد علی القری بن عید ❷ رکن مرکز أبحاث الاقتصاد الإسلامی، جامعۃ الملک عبدالعزیز، جدہ اور جناب فتحی شوکت صاحب، نابلس فلسطین ❸ کے نزدیک (Diner's Club) کے نام سے کارڈ جاری کرنے والی کمپنی ۱۹۴۹ء میں قائم کی گئی، ابتداء اس کمپنی نے صرف شام کا کھانا ہوٹلوں پر کھانے والوں (Diner's) کے لیے کارڈ کا اجراء کیا۔❹

جب کہ ''بیت التمویل الکویتی'' کی طرف سے کریڈٹ کارڈ پر کی گئی بحث اور دیگر کتب میں ''ڈائنرز کلب'' (Diner's Club) کے انشاء کی تاریخ ۱۹۵۰ء منقول ہے، بیت التمویل الکویتی کی بحث میں اس حوالے سے مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ Diner's Club نے اپنے ارکان کی مختلف ہوٹلوں، کاروباری مراکز اور ریسٹورنٹس میں رہائش اور خریداری پر بلوں کی ادائیگی کے لیے ایک نیا اسلوب اپنایا، بایں طور کہ اس نے Diner's کے نام سے ایک کارڈ جاری کیا، کارڈ ہولڈر ڈائنرز کلب (Diner's Club) کی ضمانت (Granti) پر مذکورہ کارڈ کو استعمال کرتا، اور اس میں رقم کی کوئی

---

① بطاقة الائتمان، لبكر بن عبدالله أبوزيد، المبحث الثالث، تاريخها، ص: ٥، الطبعة الثانية ١٤١٧ھ)

② بطاقات الائتمان للدكتور محمد علي القري بن عيد، نبذة تاريخية، بحث منشور في مجلة المجمع الفقه الإسلامي بجده: ٢٩٣/٧)

③ بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٨، جامعة النجاح الوطنية، نابلس فلسطين، ٢٠٠٧م)

④ (دیکھیے: کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، مولانا محمد اسامہ، ص: ۳۱، ۳۲، دارالاشاعت کراچی، کریڈٹ کارڈ، تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت، ڈاکٹر شاہناز: ۱۴، اسکالرز اکیڈمی، گلشن اقبال کراچی ۱۹۹۸ء)

خاص حد مقرر نہ تھی۔①

Diner's Club کے بعد امریکن ایکسپریس (American Express) اور کارٹ بلانچ (Carte Blanch) میدان میں آئے، پھر ۱۹۵۱ء میں بینکوں نے اس طرف پیش قدمی کی، نیویارک، امریکہ میں فرانکلین نیشنل بینک (Franklin National Bank) نے کریڈٹ کارڈ جاری کیا، کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کے نظریہ کی کامیابی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسال کے قلیل عرصہ میں صرف امریکہ کی مختلف ریاستوں میں سو[۱۰۰] کے قریب بینکوں نے کارڈ جاری کرنا شروع کیا۔

۱۹۵۵ء میں (First Nationat Bank of Bostan) نے (Ckeek Credit plan's) کے نام سے کریڈٹ کی دنیامین ایک نیا پلان پیش کیا، جس کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ نے مزید ترقی کی راہیں طے کیں، اس خاص پلان کا مقصد بینکوں کے صارفین کو مشینوں کے ذریعے بسہولت قرضے فراہم کرنا تھا، بینکوں نے اس حوالے سے مزید پیش رفت کی، یہاں تک کارڈ ہولڈر کی طرف سے جاری ہونے والے چیک (Cheque Guarantee Card) اور اس میں لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کی ضمانت بھی بینکوں نے قبول کرنی شروع کردی۔②

۱۹۵۹ء میں امریکہ کے سب سے بڑے بینک (Bank of Amrica)

---

① مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٧ / ٣٤٤، بحث عن بطاقات الائتمان المصرفية والتكييف الشرعي المعمول به، ص: ٤، بيت التمويل الكويتي)

② (القري، محمدعلي بن عيد، بطاقات الائتمان: ٢، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٤٩٣/٧، ٢٩٤، جدة)

نے بھی کریڈٹ کارڈ جاری کرنا شروع کیا۔❶ اسے (Chase Bank) کا تعاون بھی حاصل تھا، ان دونوں بینکوں کا اشتراک (Chase Manhatten) کے نام سے جانا جاتا تھا۔❷

Bank of Amrica نے کارڈ کی مانگ اور چلت کو دیکھتے ہوئے دیگر بینکوں کے تعاون سے (National Bank America Card Crop) کے نام سے ''کریڈٹ کارڈ'' جاری کرنے اور اس کے تمام معاملات کے لیے ایک اور ادارے کو قائم کیا۔❸

بینکوں کے اسی مذکورہ تعاون اور باہمی اشتراک کے نتیجے میں ماسٹر کارڈ وجود میں آیا، جو (First National Bank of tuisuiolle) کی ملکیت تھا، اس کارڈ کو عوام کی طرف سے زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔❹

Master Card کی شاندار کامیابی کے بعد ۱۹۷۷ء میں بعض بینکوں نے باہمی تعاون اشتراک کے نام سے (Visa Carporation) کے نام سے ایک اور ادارہ بنایا، جو (Visa) کے نام سے کریڈٹ کارڈ اور دیگر کارڈ جاری کرنے لگا۔❺

اس دوران عالمی سطح پر کریڈٹ کارڈز نے رواج وشہرت پائی، امریکن ایکسپریس

---

① (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٨)

② (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، ص: ٢، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٢٩٤/٧)

③ (بطاقات الائتمان لفتحي شوكت، ص: ٤)

④ (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، ص: ٣)

⑤ (بطاقات الائتمان لفتحي شوكت، ص: ٨)

(American Express)ماسٹر کارڈ(Master Card) یورو کارڈ (Euro Card)وغیرہ۔[1]

کریڈٹ کارڈ کی بے انتہا مقبولیت، شہرت اور رواج نے کارڈ جاری کرنے والے اداروں کو بین الاقوامی کمپنیوں کا مقام دیا، یہاں تک کہ ان کمپنیوں نے خود کارڈ جاری کرنے کے بجائے، مختلف کارڈ جاری کرنے والے بینکوں ک کوممبر بنانا شروع کیا، ممبر کو اس حوالے سے اصول وضوابط بنا کر دیئے، اور کریڈٹ کارڈ کے معاملات کی نگرانی کے بدلے یہ کمپنیاں ممبر بینکوں سے کمپنی کے نام سے کارڈ جاری کرنے پر اجرت وصول کرتی ہیں۔[2]

کارڈ جاری کنندہ کمپنیوں کی ذمہ داریاں

۱۳۶ سے زائد ممالک میں قائم ویزا(Visa)نامی کمپنی [3] اوراس طرز کی کمپنیوں اور آرگنائزیشنز کے فرائض اور ذمہ داریاں درج ذیل نوعیت کی ہوتی ہیں:

١- دراسة طلبات البنوك التي ترغب بإصدار بطاقة خاصة بها، وتقويم المراكز المالية لهذه البنوك وقبول أورفض هذه الطلبات.

٢- تزويد البنوك للأعضاء بالخبرة الفنية والإدارية في إدارة نشاط إصادر البطاقات.

---

① (مركز تطوير الخدمة المصرفية بيت التمويل الكويتي، بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده، على عنوان: بطاقات الائتمان المصرفية: ٣٤٥/٧)

② (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، ص: ٣، مجلّة مجمع الفقه الإسلامي: ٢٩٤/٧)

③ (أبو زيد، بكربن عبدالله، بطاقة الائتمان، المبحث الثالث، تاريخها، ص: ٥، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ)

٣- تقديم الخدمات المختلفة والقيام بدور الوسيط بين الأعضاء في الحالات التالية:

في الاتصالات والمراسلات الخاصة بالمنظمة.

في عمليات المقاصة والشديد.

في عمليات التفويض.

٤- إقامة بعض شكات الصرف الآلي في دول متفرقة في العالم لخدمة العملاء.

٥- تطوير خدمات البطاقات وملاحظة التطورات التقنية والفنية في هذاالمضمار وتزويدالأعضاء بهافور توفرها.

٦- مراقبة السوق المالية ومايحدث بهامن متغيرات ومراقبة المنافسة للحفاظ على قوة هذه المنظمة والبطاقة التي ترعاها. ❶

(ترجمہ)'': ١- کارڈ جاری کرنے کے خواہش مند بینکوں کی درخواستوں کا جائزہ لینا، ان بینکوں کے لیے مالیاتی مراکز کا قیام اور ان کی طرف سے کارڈ جاری کرنے اور دیگر مطالبات کی درخواستوں کو قبول یا رد کرنا۔

٢- ممبر بینکوں کو کریڈٹ کارڈ جاری کرنے کے سلسلہ میں فنی وادارتی تجربہ وتربیت فراہم کرنا۔

٣- مختلف خدمات فراہم کرنا اور ممبر بینکوں وکارڈ ہولڈرز کے درمیان لین دین، Set off اور توکیل یا، Proxy Power جیسے معاملات کے سلسلہ میں

---

① (مركز تطوير الخدمة المصرفية بيت التمويل الكويتي، ص: ٤، ٥. بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده، على عنوان: بطاقات الائتمان المصرفية: ٣٤٥/٧)

مراسلت کی خدمات پیش کرنا۔

۴- صارفین کی سہولت کے لیے دنیا کے مختلف ممالک میں ادائیگی ووصولی کا مشینی نظام قائم کرنا۔

۵- کریڈٹ کارڈ پر مہیا کی جانے والی خدمات وسروسز کو مزید بہتر بنانے اور انہیں ممبر بینکوں تک پہنچانے کی کوشش کرنا۔

۶- مالیاتی منڈیوں/بازاروں اور ان میں وقوع پذیر تغیرات کا جائزہ لینا، اور کمپنی اور کارڈ کی اہمیت وقوت کر برقرار رکھنے کے لیے، اس میں صارفین کی دلچسپی کی نگرانی کرنا، یعنی صارفین کو اس کارڈ میں دلچسپی اور سبقت لینے پر ابھارنے کی کوشش کرنا۔

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارے

کریڈٹ کارڈ جس طرح بینکوں کے لیے منافع حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے، اسی طرح عصر حاضر میں اسے تجارتی معاملات اور لین دین میں بھی ایک معتد بہ حیثیت حاصل ہے، زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے پیش نظر بعض کمپنیاں مستقل طور سے کریڈٹ کارڈ کے جاری کرنے یا اس کے مختلف امور کی نگرانی کے لیے وجود میں آئی ہیں، اور آئے روز ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، عالمی سطح پر معاشی معاملات میں ان کی اہمیت اور اثر انگیزی کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہم ان کمپنیوں اور اداروں کا بھی تعارف حاصل کریں، جنہیں کارڈ جاری کرنے کا حق ہے، یا جو مختلف کارڈ جاری کرنے والے اداروں کی نگرانی اور رہنمائی وغیرہ جیسے امور انجام دینے میں مصروف ہیں۔ [1]

---

(1) (ملخصاً من "بطاقات الائتمان في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، الفصل الثاني، المطلب الأول، المصدرون للبطاقة وحملة تلك البطاقات، ص: ۲۵)

کارڈ کون جاری کرسکتا ہے؟

شیخ بکر بن عبداللہ کریڈٹ کارڈ پر بحث کرتے ہوئے "معرفة من له حق إصدار البطاقة" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

البطاقة بأنواعها المتقدمة سواء كانت بطاقة صرف فوري، أم شهري، أم ائتماني بأنواعها أيضاً لا يصدرها إلا بنك معتمد فقط، ويكون إصداره لها من طريقين: مباشرة، أو من خلال عضويته في منظمة البنوك، وإن إصدار البنك يخضع لنظامه الداخلي، سواء كان إصداره لها مباشرة، أم بواسطة إحدى المنظمات، المهم: أن إصدارها، وشروطها، وموافقاتها، تعتمد سياسة البنك الراغب لإصدارها. ولهذا كانت البطاقة تصدر بواسطة المنظمة-الفيزا-مثلاً فتختلف شروطها من بنك إلى آخر. البطاقة يصدرها البنك مباشرة، أو بواسطة المنظمة، وهي على درجات حسب حدودها الائتمانية المنخفضة أو العالية المرتفعة، وقد جعل لهذا أوصاف مميزة، وهي على سبيل التعلى: الفضية، ثم الذهبية، ثم الماسية، وقد تأتي بوصف آخر مثل "الخضراء".

وهذه المنظمات البنكية متعددة منها:

"منظمة الأمريكان إكسبريس"، "منظمة الفيزا"، "منظمة الماستر كارد"، "منظمة اليورو كارد"، "منظمة الداينرز كلوب".❶

① (بطاقة الائتمان، للشيخ بكر بن عبد الله أبي زيد: ١٤١٧ھ، بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٧/ ٣٧٩)

(ترجمہ) ''کارڈ کی تمام انواع واقسام خواہ وہ ڈیبٹ ہو، چارج ہو یا کریڈٹ، سوائے معتبر ومستند بینک کے علاوہ کوئی جاری نہیں کرسکتا، اور بینک انہیں دو طرح سے جاری کرتا، خود جاری کرے گا، یا کسی کمپنی کے ممبر ہونے کی حیثیت سے جاری کرے گا، بہر صورت بینک اپنے اصول وضوابط کے تحت یہ کارڈ جاری کرتے ہیں، چاہے خود جاری کریں، یا کسی تنظیم کے واسطے سے جاری کریں، غرض ان کارڈز کے جاری ہونے کا طریقہ، شروط، اور طریقہ کا کارڈ جاری کرنے والے بینک کی پالیسیوں کے تابع ہے۔اسی وجہ سے اگر کوئی کارڈ ''ویزا'' کمپنی کے واسطے سے جاری ہوا ہو تو اس کی شرائط دیگر بینکوں سے جاری ہونے والے کارڈ کی شرائط سے مختلف ہوں گی۔کارڈ خواہ بینک خود جاری کرے، یا کسی کمپنی کے واسطے سے جاری کرے، کریڈٹ کے حوالے سے ان کے مختلف درجات ہیں، کم کریڈٹ والے اور زیادہ کریڈٹ والے (یعنی کم مدت اور زیادہ مدت والے) ان میں ہر ایک کے لیے الگ وصف (نام) مقرر کیا ہے، جیسے: سلور، گولڈن، ڈائمنڈ اور کبھی ''گرین'' کارڈ کے نام سے بھی جاری کیا جاتا ہے۔کارڈ جاری کرنے والی تنظیمیں اور کمپنیاں بہت ساری ہیں، ان میں سے امریکن ایکسپریس، ویزا، ماسٹر کارڈ، یورو کارڈ اور ڈائنرز کلب مشہور ہیں''۔

کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں کا تعارف

عالمی سطح پر مذکورہ بالا کمپنیاں براہ راست یا بینکوں کے واسطے سے مختلف نوعیت کے کریڈٹ کارڈ جاری کرتی ہیں، ان میں سے بعض کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ویزا انٹرنیشنل (Visa International)

''ویزا'' (Visa) ایک ایسی تنظیم اور کمپنی کا نام ہے، جو دنیا کے مختلف

خطوں میں موجود ممبر بینکوں کو کریڈٹ کارڈز کے حوالے مختلف انواع کی خدمات مہیا کرتی ہے، بینکوں کے داخلی نظام میں دخل دیے بغیر مذکورہ بالا کمپنی فیس لے کر ان کی رہنمائی کرتی ہے۔

''ویزا'' کے دو بڑے شعبے ہیں:

۱- Visa U.S.A یہ امریکہ میں ''ویزا'' کے نام سے کریڈٹ کارڈ کے معاملات کو سنبھالتی ہے۔

۲- ویزاانٹرنیشنل (Visa International) یہ بین الاقوامی اور عالمی سطح پر خدمات انجام دے رہی ہے، دنیا کے ۱۳۶ سے زائد ممالک میں اس کی برانچیں ہیں۔ ❶

ویزاانٹرنیشنل کے دو بڑے سیکشن ہیں، سیکشن اے (Section-A) یہ تقریباً ۲۴۶ بڑے بینکوں کا مجموعہ ہے، سیکشن بی (Section-B) یہ تقریباً ۳۵۰۵ چھوٹے بینکوں سے مل کر بنا ہے، ان میں سیکشن اے سے متعلق بنک نہ صرف کارڈ جاری کرتے ہیں، بلکہ کارڈ کے ذریعے صارفین کو کریڈٹ کی سہولت بھی فراہم کرتے ہیں، اور کارڈ ہولڈرز سے چارجز وصول کرنا بھی انہی بینکوں کے ذمہ ہے، اسی طرح کارڈ ہولڈرز یعنی جن کو کارڈ جاری کیا جاتا ہے ان کے بارے میں معلومات فراہم کرنا بھی اسی شعبے کے بینکوں کی ذمہ داری میں داخل ہے، جب کہ سیکشن بی کے بنک سیکشن اے کے بینکوں کے لیے مختلف امور میں رہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں، اور بعض کو ان کے مخصوص نام سے کارڈ جاری کرنے اور فیس وصول کرنے کی بھی اجازت دے دیتے ہیں۔ ❷

---

① (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ٥، اور بطاقة الائتمان المصرفية، بيت التمويل الكويتي، ص: ٥)

② (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، ص: ٢٥)

الغرض ویزا(Visa)ایک ایسے عالمی ادارے کا نام ہے جومختلف بینکوں اور مالیاتی اداروں کے مجموعے سے وجود میں آیا ہے، یہ کوئی مستقل بنک نہیں اور نہ ہی اب اس کا کام کارڈ جاری کرنا ہے، بلکہ یہ کارڈ جاری کرنے والے مختلف اداروں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے کے ساتھ، اس حوالے سے ان کی فنی تربیت بھی کرتا ہے، البتہ جو بینک اور مالیاتی ادارے ''ویزا'' کے نام سے کارڈ جاری کرتے ہیں وہ اس کمپنی کوممبر شپ فیس ادا کرتے ہیں۔ ❶

ویزاانٹرنیشنل تین طرح کے کارڈ جاری کرتی ہے:

۱– بطاقة الفيزا الفضية(Visa Silver Card)

۲– بطاقة الفيزاالذهبية(Visa Goldend Card)

۳– بطاقةا لفيزاالإلكترون(Visa Electronic Card) ❷

سلورویزاکارڈ"بطاقة الفيزا الفضية"

یہ ایک متعین اور محدود مقدار کا حامل کریڈٹ کارڈ ہے، جواکثر صارفین کوفراہم کیا جاتا ہے،اس کارڈ کے ذریعے سے ویزاانٹرنیشنل کی طرف سے فراہم کردہ تمام سہولیات کاحصول ممکن ہے، جیسے بینک یا اے، ٹی، ایم مشینوں سے نقدرقوم کا حصول، یا تجار سے خریدوفروخت وغیرہ۔

گولڈن ویزاکارڈ"بطاقة الفيزاالذهبية"

یہ بھی ایک متعین مقدار کا کریڈٹ کارڈ ہے،مگر پہلے والے سے ذرااعلی درجے

① (أبوسليمان، عبدالوهاب، البطاقات البنكية، الفصل الأول، المبحث الأول، المصدرون للبطاقات عالمياً، ص: ٣٤، دار القلم دمشق٢٠٠٣م، ١٤٢٤ه)

② (بطاقة الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٢٦)

کا ہے، یہ صرف صاحب ثروت اور مالدار صارفین کو فراہم کیا جاتا ہے، سلور کارڈ کے ذریعے حاصل ہونے والی سہولیات کے علاوہ اس کارڈ پر مزید بھی سہولیات دی جاتی ہیں، جیسے: لائف انشورنس (Life Inshorance)، ٹریلول ایجنسیوں اور ہوٹلوں میں ترجیحی بنیادوں پر ٹکٹ اور بکنگ (Booking) کی سہولت، میڈیکل انشورنس اور دیگر قانونی خدمات وغیرہ۔

الیکٹرانک ویزا کارڈ "بطاقة فيزا الالكترون"

مشینوں سے رقوم نکالنے کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے، اور اس طرح اس کارڈ کے حصول کے ذریعے میگنٹ سسٹم سے چلنے والی مشینوں سے بھی استفادہ ممکن ہے۔ ❶

امریکن ایکسپریس (American Express)

امریکن ایکسپریس (American Express) عالمی سطح کا ایک بہت بڑا بینک اور مالیاتی ادارہ ہے، بینکوں سے متعلق مالیاتی امور کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ کارڈ بھی جاری کرتا ہے، امریکن ایکسپریس کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

ویزا (Visa) کی طرح یہ دوسرے بینکوں اور اداروں کے ذریعے کارڈز جاری کرنے کے بجائے خود براہ راست کارڈ جاری کرتا ہے، کوئی بھی بینک یا مالیاتی ادارہ اس حوالے سے امریکن ایکسپریس سے متعلق نہیں، یہ ادارہ براہ راست خود تجار اور کاروباری مراکز کو ادائیگی (Payment) کرتا ہے، جو اس کے جاری کردہ کارڈز کی بنیاد پر کارڈ ہولڈرز کو اشیاء اور مختلف خدمات فراہم کرتے ہیں۔

امریکن ایکسپریس کارڈ ہولڈرز کے لیے، امریکن ایکسپریس بنک یا اس کی کسی ذیلی شاخ میں اکاؤنٹ کھلوانا بھی ضروری نہیں، کارڈ ہولڈر کی مالی حیثیت سے آگاہی

---

① (أبوسليمان، عبدالوهاب، البطاقات البنكية، ص: ٣٥)

ہونے اور اس پر اطمنان کے بعد مذکورہ بالا ادارہ اپنے قواعد وضوابط کی روشنی میں صارف کے لیے کارڈ جاری کرتا ہے۔

امریکن ایکسپریس کسی بھی بینک یا مالیاتی ادارے کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے جاری کردہ کارڈ پر امریکن ایکسپریس کا نام لکھے، گویا کسی بھی بینک یا مالیاتی ادارے کو اجازت نہیں کہ وہ اپنی طرف سے امریکن ایکسپریس کے نام سے کارڈ جاری کرے، ہاں! البتہ ایک صورت میں یہ ''ادارہ'' دیگر بینکوں کو اپنا نام استعمال کرنے اور اس مخصوص نام سے کارڈ جاری کرنے کی اجازت دیتا ہے، وہ صرف امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ کی صورت ہے، لیکن اس مخصوص صورت میں بھی امریکن ایکسپریس کی طرف سے یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ جو بینک اس نام سے جس کو کارڈ جاری کرے تو کارڈ ہولڈر کا اس بینک میں اکاؤنٹ ہو اور وہ بینک اپنے اس صارف کی ضمانت بھی قبول کرتا ہو، اس صورت میں وہ بینک اس بات کا استحقاق رکھتا ہے وہ امریکن ایکسپریس کے نام سے کارڈ جاری کرے۔ (1)

امریکن ایکسپریس (American Express) کارڈ میں تین اطراف میں تعامل ہوتا ہے، یعنی تین اعضاء یا افراد میں کارڈ کے حوالے سے تعلق ہوتا ہے:

۱- کارڈ ہولڈر

۲- تاجر، جو کارڈ کو قبول کر کے صارف کو اشیاء فراہم کرتا ہے۔

۳- امریک ایکسپریس

امریکن ایکسپریس کے جاری کردہ کارڈ

امریکن ایکسپریس تین طرح کے کارڈ جاری کرتا ہے، ان میں سے ہر ایک کی

---

(1) (بحث عن بطاقات الائتمان المصرفية والتكييف الشرعي المعمول به في بيت التمويل الكويتي، ص: ۸، ۹وفي مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۴۹/۷، ۳۵۰)

نوعیت کارڈ ہولڈر کی مالی حیثیت اور فراہم کی جانے والی سہولیات کے مطابق مختلف ہوتی ہے، وہ تین کارڈ درج ذیل ہیں:

۱-امریکن ایکسپریس گرین کارڈ(American Express Green Card)

۲-امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ(American Express Golden Card)

یہ کارڈ عام طور سے ان صارفین کو فراہم کیا جاتا ہے، جو بہت زیادہ مالدار اور صاحب ثروت ہوتے ہیں، اور اس کارڈ کے ذریعے کریڈٹ کی جو سہولت فراہم کی جاتی ہے، وہ محدود اور معین نہیں ہوتی ہے، بلکہ کارڈ ہولڈر جس قدر چاہے اس کارڈ کے ذریعے خرید وفروخت اور نقد رقوم حاصل کرسکتا ہے۔

۳-امریکن ایکسپریس ڈائمنڈ کارڈ(American Express Dionamd Card)[1]

ماسٹر کارڈ(Master Card)

ماسٹر کارڈ انٹرنیشنل مارکیٹ میں ایک جانا پہچانا اور معروف نام ہے، ۲۳۰۰ سے زائد مالیاتی اداروں کو اپنے صارفین سے معاملات کرنے میں ماسٹر کارڈ کا تعاون حاصل ہے۔

''ماسٹر کارڈ اور ویزا کارڈ'' کے (۲۰۰۰۰) سے زائد مالیاتی ادارے ممبر ہیں، جو دنیا کے مختلف اطراف واکناف میں صارفین کو سہولیات فراہم کررہے ہیں۔

---

① (البطاقات البنكية، للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ٣٤)

کارڈ جاری کنندگان کے اہداف

ماقبل میں مذکوران دونوں اداروں کے بنیادی، اہداف درج ذیل ہیں:

۱-ممبر بینکوں کو کارڈز کے اجراء کی کثرت پر ابھارنا، اور بینکوں کے اہم مطالبات کو پورا کرنا۔

۲-ہر کارڈ کی مالی حیثیت اور خرید وفروخت کے معاملات کا باریک بینی سے جائزہ لینا اور مطلوبہ معلومات کارڈ جاری کرنے والے بینکوں کو فراہم کرنا۔

۳-قواعد وضوابط اور ضابطہ اخلاق طے کرنا۔

۴-جاری کارڈز کو روکنے کے لیے باہم مل کر جدوجہد کرنا۔

۵-بڑے بڑے تجارتی مراکز اور ہوٹلوں کو کمپنی کا ممبر بنانا۔ ❶

مختلف کمپنیوں کی طرف سے جاری کردہ کارڈز کی تعداد

مختلف کمپنیوں اور مالیاتی اداروں کی طرف سے جاری کردہ کارڈز کی تعداد کے بارے میں زمانہ حال میں کوئی متعین اور یقینی بات اس لیے نہیں کہی جاسکتی؛ کیوں کہ آئے روز سینکڑوں، بلکہ ہزاروں کے حساب سے نئے کارڈز جاری ہوتے ہیں، البتہ محتاط اندازے کے مطابق ۱۹۸۷ء تک صرف برطانیہ میں اکتیس (۳۱) ملین کارڈ جاری ہو چکے تھے، جب کہ جاپان میں ۱۹۷۵ء میں پچاسی (۸۵) ملین کارڈ جاری ہوئے، عالمی سطح پر (۸۰۰) ملین تک کارڈ جاری ہو چکے ہیں۔

ان کارڈز کی بنیاد پر مختلف بینکوں نے بے انتہا منافع حاصل کیے، ۱۹۸٦ء میں امریکی بینکوں کی طرف سے جاری کردہ کارڈز پر ۲۷۵ بلین ڈالر منافع کمایا گیا اور

---

❶ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۲۷)

۱۹۸۹ء میں صرف امریکن ایکسپریس نے اپنے جاری کردہ کارڈوز کے ذریعے ۵۰۰ ملین ڈالر حاصل کیے۔

۱۹۹۰ء کے بعد کریڈٹ کارڈز نے یورپ سے اسلامی دنیا کا رخ کیا اور تمام معروف کاروباری مراکز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ❶

اسیس پرائیویٹ لمٹیڈ (Access Private Limitde)

برطانیہ میں کارڈ جاری کرنے اور ان کے ذریعے مالیاتی لین دین میں بینکوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، ایک کمپنی جو اسیس پرائیویٹ لمٹیڈ کے نام سے مشہور ہے، چار برطانوی بنکوں کے باہمی تعاون سے وجود میں آئی ہے، وہ چار بینک درج ذیل ہیں:

۱- لویڈس بینک (Lovidas Bank)

۲- میڈ لانڈ بینک (Maidelande Bank)

۳- نارتھ ویسٹرتھ بنک (North Whersth Bank)

۴- نیشنل بینک آف اسکاٹ لینڈ (National Bank of Iskatland) ❷

بارکلیز کارڈ (Bar Clay's Card)

بارکلیز کارڈ کے نام سے یہ کارڈ بھی برطانیہ کا ایک بینک بارکلیز بینک جاری کرتا ہے، ان دونوں کمپنیوں نے اپنے کارڈوں کی مانگ اور چلت کی وجہ سے انہیں عالمی حیثیت دینے کی پالیسی اپنائی، (Access) نامی کمپنی نے ماسٹر کارڈ انٹرنیشنل سے ۱۹۷۱

---

① (بطاقة الائتمان، لبكر بن عبدالله، ص: ٦)

② (البطاقات البنكية للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ٣٦)

حوالے سے معاہدات کیے، جس کے نتیجے میں جہاں جہاں ماسٹر کارڈ کو قبول کیا جاتا ہے، وہاں پر Access والوں کا کارڈ بھی استعمال کیا جانے لگا، اس طرح بارکلیز بینک نے ویزا (Visa) کمپنی سے تعاون حاصل کیا، اور اپنے صارفین کو انٹرنیشنل سطح پر "ویزا" کے مراکز اور "ویزا" کارڈ کی طرح کارڈ استعمال کرنے کی سہولت فراہم کی، لہٰذا جہاں بھی "ویزا کارڈ" مستعمل ہے وہاں پر بارکلیز کارڈ کے ذریعے بھی خرید وفروخت اور دیگر سہولیات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ریٹیل کارڈ (Retail Card)

بین الاقوامی سطح پر ایک اور کارڈ بھی معروف اور رائج ہے، وہ ریٹیل کارڈ کے نام سے مشہور ہے، بڑے بڑے کاروباری مراکز اسے جاری کرتے ہیں، ان میں سے سب سے بڑے اور معروف کاروباری سینٹر دو ہیں، جو کارڈ جاری کرتے ہیں:

۱- مارکس (Marks)

۲- سبنسر (Subnser)

(Retailcard) کو بھی (Store Card) بھی کہا جاتا ہے۔

تجار اور کاروباری مراکز کے مالکوں نے جب اس بات کا مشاہدہ کیا کہ ان کا مختلف کمپنیوں کے کارڈ قبول کرنے سے، کارڈ جاری کرنے والوں کو دوگنا فائدہ ہو رہا ہے، ایک طرف تو وہ کارڈ ہولڈر سے مختلف فیسوں اور جرمانوں کے عنوان سے رقم بٹورتے ہیں، تو دوسری طرف تاجر سے کمیشن کی صورت میں بھی بے انتہا نفع حاصل کرتے ہیں، ابتداء میں اگرچہ تاجروں نے اسے اپنی اشیاء کے زیادہ فروخت ہونے کا سبب جانا اور اسے رواج دیا، مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ کارڈ جاری کرنا خود ایک منافع بخش کاروبار ہے، تو انہوں نے خود اپنا کارڈ جاری کرنا شروع کیا، یہی وجہ ہے کہ سنہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں سب سے زیادہ

Retailcard جاری کئے گئے۔❶

کارڈ ہولڈر (Card Holder)

کارڈ ہولڈر وہ شخص کہلاتا ہے جس کے نام سے کمپنی نے کارڈ جاری کیا ہو، یا جسے کارڈ استعمال کی اجازت دی گئی ہو، اور اس نے کارڈ جاری کرنے والے ادارے سے اس بات کا معاہدہ کیا ہو کہ وہ کارڈ استعمال کرنے کے نتیجے میں لازم ہونے والے مصارف کی ادائیگی کرے گا، تو کارڈ ہولڈر کبھی تو وہ شخص ہوتا ہے جس کے نام کارڈ جاری ہوا ہوتا ہے، اور کبھی وہ شخص بھی کارڈ ہولڈر کہلاتا ہے، جس کے نام کارڈ تو جاری نہیں ہوا ہوتا، مگر جس کے نام جاری ہوا ہے وہ اسے استعمال کی اجات دے دیتا ہے۔❷

کارڈ ہولڈر کی اقسام

کارڈ ہولڈر کے اعتبار سے کریڈٹ کارڈ دو طرح کا ہوتا ہے:

۱- حقیقی کریڈٹ کارڈ: یہ وہ کریڈٹ کارڈ ہے جو اصلاً کسی کارڈ ہولڈر کے لیے جاری کیا جاتا ہے اور وہ کارڈ ہولڈر شخصی حقیقی یعنی انسان ہوتا ہے۔

۲- یہ وہ کریڈٹ کارڈ ہوتا ہے جو کارڈ ہولڈر کی درخواست پر کسی اور کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔

کارڈ ''ہولڈر'' ذات کے اعتبار سے دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱- پہلی قسم ان کارڈوں کی ہے جو حقیقی شخص (یعنی انسان) کے لیے جاری کیا جاتا ہے، چاہے کارڈ ہولڈر کے نام سے ہو، اسی کے استعمال میں ہو، یا اس کی درخواست

---

❶ (البطاقات البنكية للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ٣٧، ٣٨)

❷ (الضرير، الصديق محمدالأمين، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع١٢، ١٤٢١هـ، ٥٩٤/٢)

پر کسی اور کے لیے جاری کیا گیا ہو، دونوں صورتوں میں حامل کارڈ ایک شخص حقیقی ہوتا ہے۔

۲- دوسری قسم ان کارڈوں کی ہے جو شخص معنوی، یا معنوی اور قانونی اداروں کے نام سے جاری کیا جاتا ہے، یہ کارڈ عام طور سے بڑی کمپنیوں اور مالیاتی و دیگر اداروں کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔[1]

پھر کارڈ ہولڈر ہی وہ مرکزی کردار ہے جس کی وجہ سے کارڈ سے متعلق تمام معاملات کا عملی اور تطبیقی تعلق ہے، اس لیے کہ کارڈ ہولڈر کے کارڈ استعمال کرنے کے بعد ہی دیگر دوسرے مراحل پیش آتے ہیں، جن کا تعلق تاجر اور کارڈ جاری کرنے والے مرکزی ادارے اور واسطہ بننے والے بینک سے ہوتا ہے، لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کارڈ چاہے کوئی بھی استعمال کرے، اس کے نتیجے میں لازم ہونے والے مصارف کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ ہوتی ہے جس کے نام سے کمپنی نے کارڈ جاری کیا ہوتا ہے اور جس نے کمپنی سے اس حوالے سے معاہدہ کیا ہوتا ہے کہ کارڈ استعمال ہونے کے نتیجے میں لاگو ہونے والے مصارف وہ ادا کرے گا۔

اگر کارڈ ہولڈر ادائیگی نہ کرے یا مقررہ مدت سے تاخیر کرے تو کمپنی کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اس کی ممبر شپ ختم کرے اور کارڈ کو کینسل کرے، اسی طرح کارڈ ہولڈر بھی اگر کمپنی کی مہیا کردہ خدمات پر مطمئن نہ ہو تو وہ اپنی ممبر شپ ختم کر کے کارڈ کینسل کروا سکتا ہے، یہ سب اس لیے کہ مذکورہ معاملات ان فریقوں کی باہمی رضامندی سے طے ہوئے تھے۔

اس طرح اگر واجبات اور مصارف میں کوئی غلطی اور خطا ہو تو کارڈ ہولڈر کارڈ

---

① (العصيمي، محمد بن سعود بن محمد، البطاقات الدائنة، تاريخها وتعاريفها وتوصيفها ومزاياها وعيوبها، ص: ۲۱؛ دار ابن الجوزي السعودية، ۱٤۲٤هـ)

جاری کنندہ سے رجوع کر کے اس کی تصحیح کرواسکتا ہے (بشرطیکہ اس کے پاس اس بات کا تحریری ثبوت موجود ہو) کیوں کہ کارڈ جاری کنندہ ہی حقیقت میں تمام تجارتی لین دین کے حسابات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ❶

جس شخص کے نام سے کارڈ جاری ہوا ہے وہ کارڈ کے استعمال کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اگر اس کا کوئی نائب کارڈ استعمال کرے اور وہ کارڈ ہولڈر کے مصالح میں استعمال کرے، تو ہر صورت میں اس کا ضامن بنے گا، اور اگر کارڈ کا استعمال کارڈ ہولڈر کے مصالح میں نہ ہو، تو اس صورت میں کاڈر جاری کنندہ اور حقیقی کارڈ ہولڈر کے درمیان پہلے سے طے شدہ معاہدہ کے مطابق معاملہ ہوگا۔ ❷

کارڈ کی مختلف جہات اور متعلقہ افراد وادارے

عام طور سے کارڈ کی تین جہات ہوتی ہیں، یا تین طرح کے افراد و اداروں کا باہمی تعلق کارڈ کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، کبھی یہ تعلق تین سے تجاوز کر کے چار جہات اور افراد واداروں میں منقسم ہو جاتا ہے:

۱- کارڈ جاری کنندہ

۲- کارڈ ہولڈر

۳- تاجر

۴- کبھی کوئی بینک یا ادارہ کارڈ جاری کرنے والے عالمی اداروں کے نام سے

---

① (البطاقات البنكيةفي الفقه الإسلامي، ص: ٢٨)

② (المصري، الدكتور رفيق، بطاقة الائتمان، دراسة شرعية عملية موجزة، ص: ٢، مركز الاقتصاد الإسلامي، جامعة الملك عبدالعزيز بجده، والبحث منشورفي مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده: ٣١٦/٧)

کارڈ جاری کرتا ہے، تو وہ کاڈر ہولڈر اور کارڈ جاری کنندہ کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ ❶

کبھی کاڈر میں صرف دو ہی جہتیں پائی جاتی ہیں، یہ صرف بڑے تجارتی مراکز کی طرف سے جاری کنندہ Retail Card یا Store Card کی صورت میں ہوتا ہے۔

بعض دفعہ یہ اطراف اور جہات پانچ بھی ہوتی ہیں، جیسے ''ویزا'' کے کارڈ میں ہوتا ہے:

۱- کارڈ ہولڈر

۲- کارڈ جاری کرنے والا بینک

۳- تاجر یا کاروباری مرکز جو کارڈ کو قبول کرتا ہے۔

۴- وہ بینک جو بلوں کی ادائیگی میں کارڈ جاری کرنے والے بینکوں کی طرف سے بطور وکیل کے کردار ادا کرتا ہے۔

۵- ویزا انٹرنیشنل۔

اور کبھی یہ تعلق تین اطرف میں ہوتا ہے، جیسے امریکن ایکسپریس (American Express) کارڈ کے استعمال میں ہوتا ہے۔

۱- کارڈ ہولڈر

۲- تاجر

۳- (American Express) ❷

---

① (بطاقة الائتمان، دراسة شرعية عملية موجزة، ص: ٢، والبحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده: ٣١٦/٧)

② (بحث عن البطاقات الائتمان المصرفية، في بيت التمويل الكويتي، ص: ٨-١٠، و لبحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٤٩/٧، ٣٥١)

کارڈ کے مختلف اطراف بصورت جدول

کارڈ جاری کرنے والے بینک/یا ان کی نگرانی کرنے والی عالمی تنظیمیں

ویزا انٹرنیشنل — امریکن ایکسپریس

↓

واسطہ بننے والے لوکل بینک

↓ ↓
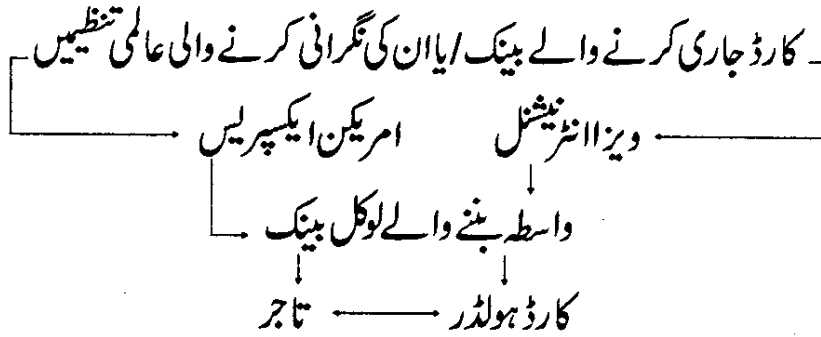
کارڈ ہولڈر ——— تاجر

کارڈ کے مختلف اطراف کی وضاحت

ماقبل میں ذکر کردہ جدول میں اطراف کارڈ کی نشاندی کی گئی ہے، یہاں پر ان کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

طرف اول

کارڈ جاری کنندہ یعنی Issuing Bank جو قانونی طور سے کارڈ ہولڈر کے لیے کارڈ جاری کرنے کا مجاز ہوتا ہے، اور کارڈ ہولڈر کی طرف سے تاجر کو خریدی گئی اشیاء فراہم کردہ سہولیات کے مقابلے میں مقررہ رقم کی ادائیگی کرتا ہے، اس بارے میں تفصیلی گفتگو گذشتہ صفحات میں آچکی ہے۔

طرف ثانی

کارڈ ہولڈر (Card Holder) وہ شخص جس کے نام سے کارڈ جاری کیا گیا ہو، یا جسے کارڈ استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہو، جس نے کارڈ جاری کنندہ سے کارڈ کے استعمال کے نتیجے میں لازم ہونے والے واجبات کی ادائیگی کا معاہدہ کیا ہو، اس حوالے سے بھی سابقہ سطور میں گفتگو کی جاچکی ہے۔

① (البطاقات البنکیة للدکتور عبدالوهاب، ص: ۲۸)

طرف ثالث

تاجر (Merchnt or Supplir) اس شخص کو کہتے ہیں جو کارڈ جاری کنندہ سے معاہدہ کرتا ہے کہ وہ کارڈ ہولڈر کو اشیاء وخدمات فراہم کرے گا۔❶

Supplier کی اصطلاح یہاں ایک وسیع مفہوم میں مستعمل ہے، اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو کارڈ ہولڈر کو کسی بھی طرح کی اشیائے ضرورت فراہم کرے، یا دیگر خدمات میں سے کسی خدمت کی سہولت مہیا کرے، یا نقد رقم فراہم کرے، چاہے مذکورہ عمل بیع کی صورت میں انجام پائے، یا اجارہ کی شکل میں۔

۱۹۷۴ء میں جاری ہونے والے قرض سے متعلق برطانوی قانون میں (Supplier) کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب نے "البطاقات البنكية" میں ان تمام تعریفوں کو نقل کیا ہے۔❷

ان سب کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ Supplier وہ تیسرا شخص ہے جو کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کے درمیان ہونے والے عقد کے نتیجے میں کارڈ ہولڈر کو مختلف سہولیات اور خدمات فراہم کرتا ہے، اور کارڈ جاری کنندہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کرتا ہے، پھر کارڈ ہولڈر سے مقرر وقت میں وہ اداشدہ رقم وصول کرتا ہے۔

کارڈ ہولڈر کے حوالے سے ہم گذشتہ صفحات میں گفتگو کر چکے ہیں، البتہ ایک اصطلاح جو کارڈ ہولڈر کے حوالے سے مستعمل ہے، وہ "PIN" سے معروف ہے، اس سے مراد (Personal Identification Number) ہے، جو کبھی مخصوص

---

① (البطاقات البنكية للدكتور عبدالوهاب، ص: ٤١)

② (البطاقات البنكية الاقراضية والسحب المباشر من الرصيد، للدكتور أبي سليمان عبدا لوهاب، ص: ٤١، ٤٢)

اعداد کی صورت میں اور کبھی مخصوص حروف ہجاء کی شکل میں ہوتا ہے۔ ❶

کاڈر کے مختلف اطراف پر عائد ذمہ داریاں

کارڈ کے حوالے سے گذشتہ ابحاث میں ہم نے مختلف اطراف کو بیان کیا، ان کی تعداد کبھی پانچ، کبھی، تین اور کبھی دو ہوتی ہے، کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کے تعلق میں تبدیلی سے ان میں بھی تبدیلی آتی ہے، الغرض ان اطراف میں سے ہرایک پر دوسرے کے اعتبار سے کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ذیل میں ان ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کارڈ جاری کنندہ کی نسبت سے کارڈ ہولڈر پر عائد ذمہ داریاں

بعض ذمہ داریوں کا تذکرہ گذشتہ کسی بحث میں ضمنی طور پر آیا ہے، یہاں مزید کچھ وضاحت کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱- کارڈ ہولڈر پر جو بڑی اور اہم ذمہ داری لاگو ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کاڈر ہولڈر مقررہ وقت کے اندر کارڈ جاری کنندہ کے تمام واجبات کی ادائیگی کرے، یہی وہ مرکزی ذمہ داری ہے جس کے نبھانے سے طرفین کارڈ جاری کنندہ اور کاڈر ہولڈر کا معاہدہ برقرار رہتا ہے، اور کاڈر ہولڈر اپنے اوپر عائد اہم اور بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے، واجبات کی ادائیگی میں کسی طرح کی تاخیر یا سستی طرفین میں موجود معاہدے کو خطرے میں ڈال دیتی ہے، بعض اوقات کارڈ جاری کنندہ عدم ادائیگی کی وجہ سے کارڈ منسوخ کر دیتا ہے۔ ❷

۲- کاڈر ہولڈر ان تمام واجبات کی ادائیگی کا بھی ذمہ دار ہوگا، جو اس کے وکیل یا نائب کے اس کی اجازت سے کارڈ استعمال کرنے کی صورت میں اس پر لاگو

---

① (المرجع السابق)

② (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، ص: ٥٤)

ہوتے ہیں۔ ❶

۳- کاڈر ہولڈر کے لیے ضروری ہے کہ وہ کارڈ جاری کنندہ کو تمام مطلوبہ معلومات فراہم کرے، جن کا تقاضہ کارڈ جاری کنندہ اس سے کرے۔

۴- کاڈر کو کارڈ جاری کنندہ کی ہدایات کے مطابق استعمال کرے، کارڈ کا صحیح استعمال اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے، بعض دفعہ کارڈ کا غلط استعمال جرمانے کا بھی باعث بنتا ہے۔ ❷

۵- فریقین کے مابین ہونے والے معاہدے کے تحت کاڈر ہولڈر چاہے تو قانونی طور سے باقاعدہ اطلاع دے کر کارڈ کو کینسل کروائے، یا اس کی طرف سے کارڈ کو استعمال نہ کرنا بھی معاہدہ ختم کرنے کی عملاً ایک صورت ہے۔ ❸

۶- کارڈ ہولڈر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی بھی کاروباری مرکز میں خریداری کے لیے جائے، یا کسی اور جگہ جیسے ہوٹل، یا ہوائی جہاز کے ٹکٹ وغیرہ کی بکنگ کی سہولت کو حاصل کرنا چاہے، تو وہ تاجر اور مدیران مکتب کو اپنا کارڈ دکھائے، کارڈ کے صحیح ہونے کی صورت میں فریق ثانی اسے مطلوبہ سہولت فراہم کرے گا، ورنہ نہیں۔

کارڈ ہولڈر کے لیے جاری کنندہ پر عائد ذمہ داریاں

کارڈ جاری کنندہ پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان میں سے بعض اہم ذمہ داریوں کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

---

① (البطاقات البنكية، للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ١٠٥)

② (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، ص: ٥٤، جامعة النجاح الوطنية فلسطين)

③ (البطاقات البنكية، للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ١٠٧)

۱- کارڈ جاری کنندہ کے ذمہ ہے کہ وہ کارڈ ہولڈر کی طرف طے شدہ مقدار کے دائرہ میں رہتے ہوئے واجبات کی ادائیگی (Payment) کرے۔❶

البتہ مقررہ مقدار سے زائد کی ادائیگی اس کے ذمے نہیں۔

۲- اگر کارڈ ہولڈر خریدی ہوئی شے میں کوئی عیب پائے، یا اس کی کوالٹی معیاری نہ ہو اور اس سے قیمت زیادہ وصول کی گئی ہو، تو اس صورت میں وہ تاجر اور کارڈ جاری کنندہ دونوں پر دعوی کر سکتا ہے، کارڈ جاری کنندہ کے ذمہ ہے کہ وہ اس دعوی کی معلومات کرے اور صحیح ہونے کی صورت میں کارڈ ہولڈر کے حساب سے مذکورہ مقدار جس کا دعوی کیا گیا ہے، اس کو منہا کر دے۔

۳- کاڈر جاری کنندہ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ حامل کارڈ کی طرف سے کی گئی خریداریوں کے بلوں کا بغور جائزہ لے، اس میں مذکور قیمتوں کا حساب لگائے، مقررہ مقدار میں مقررہ تاریخ سے پہلے اس کی طرف سے ادائیگی کرے۔

۴- اگر تاجر اور کارڈ ہولڈر کے بلوں میں فرق ظاہر ہو تو کاڈر جاری کرنے والے ادارے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تحقیق کرے اور مقررہ وقت کے اندر فریقین کو آگاہ کرے، بصورت دیگر اعتراض کا حق ساقط ہو جائے گا۔❷

کارڈ جاری کنندہ کی بنسبت تاجر پر عائد ذمہ داریاں

۱- کریڈٹ کارڈ کی قوت خرید کو تسلیم کرنے کے بعد تاجر کے لیے روا نہیں کہ وہ

---

① (علي جمال الدين عوض، عمليات البنوك من الوجهة القانونية، ص: ٥١٥، دار النهضة العربية بالقاهرة: سنة ١٩٨١م)

② (البطاقات البنكية، ص: ٥٥، رضوان فايز، بطاقات الوفاء، ص: ٧١، المطبعة العربية بالقاهرة: سنة ١٩٩٠م)

کارڈ کی جگہ نقد رقوم بطور قیمت کے طلب کرے، البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حوالے سے مقرر شدہ اصول وضوابط پر سختی سے عمل پیرا ہو، وہ اس بات کو بغور دیکھے کہ کارڈ میں مطلوبہ خریداری کی صلاحیت موجود ہو، اس پر کارڈ ہولڈر کے دستخط ثبت شدہ ہوں۔

۲- کارڈ جاری کنندہ سے اجازت طلب کیے بغیر تاجر کارڈ ہولڈر کو متعین مقدار خریداری کی سہولت فراہم نہ کرے۔ (1) بصورت دیگر کاڈر جاری کنندہ مقدار زائد کا ضامن نہیں ٹھہرے گا۔

تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ طے شدہ ترتیب کے مطابق کی گئی خریداریوں کے بل کاڈر جاری کنندہ کو ارسال کرے، تا کہ وہ ان کی ادائیگی کو ممکن بنائے۔ (2)

۳- تاجر کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ بطور ثمن کے پیش کیے گئے کارڈ کو رد کر دے، ورنہ اس کو کاڈر ہولڈر اور کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے لازم کردہ ذمہ داریوں کو قبول کرنا پڑے گا، تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس معاملے میں آسانی پیدا کرنے کی خاطر کاڈر کو بطور ثمن قبول کیے جانے کے واضح اعلانات دوکان پر آویزاں کرے، تا کہ کاڈر ہولڈر کو با آسانی کاڈر کا قبول کیا جانا معلوم ہو سکے۔ (3)

۴- تاجر کے ذمہ ہے کہ وہ کسی کمرشل بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھلوائے، تا کہ کاڈر قبول کرنے کی صورت میں جتنے واجبات کارڈ ہولڈر کے ذمے ہوں، با آسانی انہیں بینک وصول کر سکے۔ (4)

---

(1) (فداء يحيى أحمد الحمود، النظام القانوني لبطاقة الائتمان، ص: ٤١، دار الثقافة، عمان (سنة ١٩٩٩م)

(2) (عوض: عمليات البنوك من الوجهة القانونية: ٥٤٧)

(3) (البطاقات البنكية، ص: ٥٥)

(4) (أبي سليمان، البطاقات البنكية، ص: ٦٢)

۵-خریدے گئے سامان کی واپسی کی صورت میں تاجر کارڈ ہولڈر کو اس کی قیمت نقد میں واپس نہ کرے، بلکہ طے شدے معاہدہ کے مطابق اس کا ایک بل بنا کر دیگر بلوں کے ساتھ بینک کو ارسال کر دے، تا کہ مذکورہ بل کی قیمت اس کے حساب سے منہا کی جائے۔ ①

۶- تاجران تمام کارڈز کو قبول کرنے سے اجتناب کرے، جن کے بارے میں جاری کنندہ کی طرف سے ممانعت کی صراحت کی گئی ہو، جیسے جعلی کارڈ، یا ایکسپائرڈ کارڈ (Expired Card) یا جن کارڈوں کو جاری کنندہ منسوخ کر چکا ہو، اس بات کو جاننے کے لیے استعمال کیا جانے والا کارڈ، جاری کنندہ کے شرائط وضوابط کے مطابق قابل استعمال ہے یا نہیں؟ تاجر کو چاہیے کہ وہ اسے جاری کنندہ کی طرف سے فراہم کردہ مشین کے ذریعے جانچے۔ ②

۷-کسی بھی تجارتی لین دین کے نتیجے میں کارڈ ہولڈر کی طرف کیے گئے دعوی کی مکمل ذمہ داری تاجر پر ہوگی، نہ کہ کاڈر جاری کنندہ پر۔ ③

۸- تاجر ممبر شپ فیس اور کی گئی خریداریوں پر کمیشن کی ادائیگی کا پابند ہوگا، اس طرح وہ اس بات کا بھی پابند ہوگا کہ جاری کنندہ کی طرف سے کی گئی تبدیلیاں اس پر لاگو ہوں گی اور وہ جب چاہے مذکورہ عقد کو ختم کرے، تاجر کو اس پر اعتراض کا حق نہ ہوگا۔ ④

تاجروں کے حق میں کارڈ جاری کنندہ پر عائد ذمہ داریاں

۱- کارڈ جاری کنندہ کو چاہیے کہ تاجروں کو نقصان سے بچانے کے لیے کارڈ رینیو

---

① (المرجع السابق)

② (البطاقات البنكية، لفتحي شوكت، ص: ۵۵،)

③ (المرجع السابق)

④ (البطاقات البنكية، لفتحي شوكت، ص: ۵۵)

(Renew) کرتا رہے، اور کوشش کرے کہ تاجروں کو ایسے آلات فراہم کرے جن کے ذریعے سے جعل سازی اور چوری چکاری کا سدباب کیا جاسکے، مذکورہ آلات بطور امانت کے برائے استعمال ہوں گے، جنہیں تاجر عقد کے ختم ہونے پر واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔①

۲- کارڈ جاری کنندہ کی اہم ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے کی گئی خریداریوں کا تاجر کو بروقت ادائیگی کرے۔

کارڈ جاری کنندہ تاجر کو کن معاملات کا ذمہ دار ٹھہرا سکتا ہے؟

بعض صورتوں میں کارڈ جاری کنندہ تاجر کو معاملات کا ذمہ دار ٹھہرا سکتا ہے، وہ درج ذیل صورتوں میں ممکن ہے:

١- إذاعقدالبيع مع حامل بطاقة يثبت عدم قانونيتها.

٢- إذاكانت البطاقة ضمن قائمة البطاقات الممنوع اعتمادها، والقائمة الأخرىٰ المنتهية المدة، ولم تجدد.

٣- عندمايكون السندغيرموقع من حامل البطاقة نفسه، الذي اشترى البضاعة، أومن حوله صلاحية استعمالها.

٤- في الحالة التي لايوفي فيهاالبائع بتسليمْ البضاعة لمشتريهاحامل البطاقة.

٥- في حالة عدم وفائه بالضمان، أومطابقة المواصفات المطلوبة، أوحالات الغش.

---

① (فداء يحيى أحمدالحمود، النظام القانوني لبطاقة الائتمان، ص: ٤٧، دار الثقافة، عمان(١٩٩٩م)

٦-بيع بضاعة يزيد ثمنها على القرض المقرر من قبل البنك المصدر لحامل البطاقة من دون أخذ إذن سابق بذلك.❶

(ترجمہ): ١- کارڈ کے غیر قانونی ہونے کے باوجود حامل کارڈ سے عقد بیع مکمل ہو جائے۔

٢- اگر کارڈ قابل اعتماد نہ ہو، یا اس کی مدت استعمال ختم ہو گئی ہو اور تجدید نہ کرائی گئی ہو۔

٣- جب بل پر کارڈ ہولڈر یا اس کے مجاز کے علاوہ کسی اور کے دستخط ہوں۔

٤- کارڈ ہولڈر کو مطلوبہ سامان ادا نہ کرنے کی صورت میں۔

٥- ضمان کی عدم ادائیگی کے وقت، یا غیر معیاری اور ملاوٹ شدہ اشیاء کی فروختگی کی حالت میں۔

٦- جاری کنندہ سے پیشگی اجازت لیے بغیر مقرر شدہ حد سے زائد قیمت کی اشیاء فروخت کرے۔

ان تمام مذکورہ بالا صورتوں میں ذمہ داری تاجر پر ہوگی، اور بینک اس کے نتیجے میں بلوں کی ادائیگی (Payment) کینسل کر سکتا ہے۔ لہٰذا تاجر کو چاہیے کہ وہ ان تمام قوانین وضوابط کا پابند رہے، جن کے بارے میں کارڈ جاری کنندہ نے ابتداء عقد میں ہی اسے آگاہ کیا تھا، تاکہ ہر طرح کے ممکنہ نقصان سے حفاظت ہو سکے۔

تاجروں کے حوالے سے کارڈ ہولڈر پر عائد ذمہ داریاں

١- کارڈ ہولڈر کے ذمہ ہے کہ جب وہ کسی کاروباری مرکز یا دیگر جگہ سہولیات وغیرہ کے حصول کی غرض سے جائے، تو کمپنی کی طرف سے اس کے نام جاری کردہ کارڈ اس

❶ (أبو سليمان، عبدالوهاب، البطاقات البنكية، ص: ١٢٤)

کے ہمراہ ہو۔

۲-مطلوبہ خریداری، یا سہولت کے حصول کے لیے وہ تاجر یا ہوٹل اور بکنگ آفس کے کاؤنٹر پر اپنا کارڈ دکھائے، خریداری کا عمل مکمل ہو جائے تو تاجر کی طرف سے بنائے گئے بل کا جائزہ لے، اطمینان ہو جانے کے بعد اس پر دستخط ثبت کرے۔

۳-کارڈ ہولڈر تاجر کی طرف سے بنائے گئے بل پر دستخط ثبت کر کے گویا واجبات کی ادائیگی سے فی الوقت بری الذمہ ہو جاتا ہے، اگرچہ بعد میں بینک کی طرف سے مقررہ وقت پر اسے ادائیگی کرے گا۔

تنبیہ

کیا تاجر کے بنائے بل پر دستخط سے کارڈ ہولڈر کا ذمہ واقعی میں فارغ ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اس کا مدار اس معاملے کی فقہی تکییف پر ہے، جو آگے چل کر ان شاء اللہ ذکر کی جائے گی، لیکن چوں کہ ضابطے کے طور پر جب تاجر اور کارڈ ہولڈر، کارڈ جاری کنندہ کے واسطے سے باہمی طور پر متفق ہوں کہ مذکورہ طریقہ سے تاجر کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، تو اس معاہدے کے پیش نظر اسے فارغ الذمہ تصور کیا جائے گا۔ (۱)

اجرائے کارڈ کا طریقہ کار

کارڈ جاری کنندہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں کارڈ ہولڈرز اور تاجروں سے ڈیلنگ کرتا ہے، اور اس کے گاہکوں میں آئے روز اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہ بات نہ صرف بہت ہی مشکل بلکہ عملی طور سے تقریباً ناممکن ہے کہ کارڈ جاری کنندہ ہر کارڈ ہولڈر سے مستقل الگ الگ شرائط اور اس کی مالی حیثیت کے مطابق معاملہ کرے، لہٰذا اس بات کی ضرورت

(۱) (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٥٧، البطاقات البنكية للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ١١٢)

محسوس کی گئی کہ کچھ قوانین ایسے وضع کیے جائیں جن کی روشنی میں تمام لوگوں کے ساتھ معاملات کو باآسانی انجام دیا جا سکے، ہاں ایسا ضرور ہے کہ مختلف کارڈوں کی نوعیت کے اعتبار سے قوانین وضوابط میں فرق ضرور ہے، مگر خواہشمند افراد جو ایک ہی طرح کا کارڈ لینا چاہتے ہوں تو ان کے لیے ضوابط میں کوئی فرق نہیں، سب کے لیے یکساں ہیں۔

کارڈ جاری کرنے کا طریقہ کار جو عموماً تمام کمپنیوں میں مشترک ہے، وہ کچھ اس طرح ہے کہ کمپنی ممبر شپ یا کارڈ حاصل کرنے والے افراد اور مقامی بینکوں کے لیے ایک فارم جاری کرتی ہے، جس میں خواہشمند افراد وداروں سے متعلق کچھ بنیادی معلومات طلب کی گئی ہوتی ہیں، اور اس میں کچھ ضوابط وشرائط کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے، خواہش مند افراد وادارے اس فارم کو پر کرتے ہیں، اور اس پر مذکور شرائط کے ساتھ عملاً متفق ہو جاتے ہیں۔ ❶

کارڈ کے استعمال اور حصول کو قانونی طریقے سے مکمل کرنے لیے تین طرح کے عقود کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، ان میں دو ابتدائی عقد جو کارڈ کے اجراء اور اطراف کارڈ کی ذمہ داریوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جب کہ تیسرا عقد اس کے عملِ اجراء اور اس کو ایکٹیویٹ کرنے کے مراحل پر مشتمل ہوتا ہے، اور وہ درج ذیل مراحل میں مکمل کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

پہلے مرحلے میں کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ جاری کروانے کے خواہش مند افراد کے درمیان ہونے والے عقد میں دونوں فریق اساسی اور بنیادی شرائط پر اتفاق کرتے ہیں، اور کارڈ کے ذریعہ حاصل ہونے والی سہولیات کی آخری حد کو بھی متعین کیا جاتا ہے۔

خواہش مند افراد جب فارم پر درج شدہ تمام معلومات کو تحریر میں لا کر اس پر دستخط

❶ (البطاقت البنكية، للدكتور أبي سليمان عبد الوهاب، ص: ٤٩)

ثبت کر دیتے ہیں، تو یہ ان کی طرف سے ایجاب شمار کیا جاتا ہے، جب کہ اس درخواست کو قبول کرنا وہ بینک یا کارڈ جاری کرنے والی کمپنی پر موقوف ہوتا ہے، وہ درخواست کا جائزہ لے گا، تاکہ کارڈ جاری کیے جانے یا نہ کرنے کا فیصلہ کیا جا سکے، جب بینک درخواست گزار کی اہلیت اور فراہم کردہ معلومات پر اطمینان کر لیتا ہے تو اس کے نام کارڈ جاری کر دیتا ہے، جو اسے بذریعہ ڈاک ارسال کر دیا جاتا ہے، کارڈ وصول ہونے پر کارڈ ہولڈر فراہم کردہ معلومات اور دیئے گئے پن کوڈ کی بنیاد پر اسے ایکٹیویٹ کرالیتا ہے، جس کے بعد وہ قابل استعمال قرار پاتا ہے، یوں ابتدائی طور سے یہ عقد فریقین میں مکمل ہو جاتا ہے۔ (1)

کریڈٹ کارڈ اور بینک سے جاری ہونے والے دیگر کارڈز سے متعلق قوانین کی رو سے ایجاب وقبول کے ساتھ تیسرے رکن ''عوض'' کا پایا جانا بھی ضروری ہے، عوض کا نقد ہونا ضروری نہیں، بلکہ عوض کی ادائیگی درج ذیل اشیاء کی صورت میں متحقق ہو جاتی ہے:

ممبر شپ، فیس، نفع، اطراف عقد میں سے کسی کو نفع حاصل ہو جانا، بعض سہولیات کا فراہم ہونا، یا بعض سہولیات کو ترک کرنا، کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے ''دین'' کا دعوی نہ کرنا، کسی بھی قسم کے نقصان، ضرر اور گمشدگی کی صورت میں اس کا ازالہ کرنا، وغیرہ۔

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلے میں تاجر طے شدہ شروط اور طریقہ کار کے مطابق کارڈ ہولڈر کو مطلوبہ اشیاء اور سہولیات فراہم کر دیتا ہے، اس کی وجہ سے گویا کریڈٹ کارڈ کا اصل عقد عملی طور سے متحقق ہو جاتا ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد کریڈٹ کارڈ کی فراہمی کی گئی اور اس کے ذریعے سے مطلوبہ ضرورت کا حصول ممکن ہوا، اور وہ ضرورت باقاعدہ سے پوری بھی ہو گئی،

(1) (المرجع السابق، ص: ۵۰)

اب اگلے مرحلے میں کارڈ ہولڈر مقررہ وقت پر بلوں کی ادائیگی کرے گا، اور اس کے ساتھ جو دیگر فیسیں مقرر تھیں وہ ادا کرے گا۔

کارڈ کے تمام اطراف میں کارڈ جاری کنندہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے، اس لیے کہ اس کی چاہت کے بغیر نہ تو کارڈ جاری ہوسکتا ہے اور نہ ہی تاجر اس نظام کے تحت اپنی اشیاء فروخت کر کے نفع حاصل کرسکتا ہے، اسی وجہ سے ماہرین قانون میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ آیا یہ معاملہ قانونی طور سے درست ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اس مذکورہ طریقہ کار میں گویا ایک اکراہ و جبر کی صورت ہے۔ (1)

لارڈ بلاک (Lard Blak) کہتا ہے: ''یہ دوسرے عقود کی بنسبت ایک نیا عقد ہے، یہ چند لوگوں کے مخصوص عملوں (طریقہ کار) کا نتیجہ ہے''۔

تمام معالات کا دارومدار کارڈ جاری کرنے والی قوت پر ہوتا ہے، اسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہوتا ہے، قوت و طاقت کی لگام اسی نے تھامی ہوئی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ صارفین سے کہتے ہیں: مطلوبہ کارڈ اگر ہماری شرائط کے مطابق قبول ہے تو لے لو، ورنہ ہم اسے تمہاری مرضی کے مطابق جاری نہیں کریں گے، اسی طرح ان کے تعاون سے تاجر بھی گاہک کو یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ فراہم کردہ اشیاء اور خدمات جیسی بھی ہیں قبول کرنی ہیں تو کرلو، ورنہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔

ممکن ہے انہی مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد پر مستقبل میں کارڈ ہولڈر کے حق میں ظاہر ہونے والے اس کمزور پہلو کے سدباب کے لیے عدالت کوئی اقدام کرے اور اسے کالعدم یا نامعقول قرار دے۔ (2)

---

(1) (البطاقات البنكية، للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ٥٦)

(2) (المرجع السابق، ص: ٥٧)

قارئین کرام! غور کریں کہ جس پہلو کی نشاندہی قانونی ماہرین کررہے ہیں یہ وہی مرکزی اور اساسی پہلو ہے، جو سرمایہ داریت اور اس کے ترتیب دیے ہوئے اقتصادی نظام کا خاصہ ہے کہ دولت وطاقت سمٹ کر صرف چند لوگوں کے ہاتھ کی لونڈی بن جاتی ہے۔

کارڈ جاری کرنے کے اہداف واغراض

مختلف کارڈ جاری کرنے کی غرض اصلی اور مرکزی ہدف ان کمپنیوں کا زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا ہے، کیوں کہ جتنے بھی کارڈز ہیں وہ موجوہ اقتصادی نظام (سرمایہ داریت) اور اس کے بنیادی عناصر، زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے ذاتی منافع کے محرک کی آزادی، اور سودی بنیادوں پر وجود میں آنے والے بینک اور کمپنیوں کا نتیجہ ہے، سرمایہ داریت کے علمبرداروں نے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے پہلے پہل لوگوں کی منتشر بچتوں پر قبضہ جما کر کمپنیاں بنائیں، پھر سودی بنیادوں پر قائم بینکوں کا عالمی نظام وجود میں لایا گیا جس پر سرمایہ داریت کی معاشی عمارت تعمیر کی گئی، اس کے بعد لوگوں کی منتشر بچتوں اور پاس موجود رقم کے علاوہ ان کی کمائی ہوئی دولت اور مستقبل میں حاصل ہونے والی آمدنی پر ان کے ہاتھوں میں آنے سے پہلے قبضہ کرنے کے لیے انہوں نے قرض کی مختلف شکلوں کو رواج دیا، ان میں کریڈٹ اور دیگر کارڈز کا نظام بھی ہے، جس کے ذریعے سرمایہ داروں نے انسانوں کو نہ صرف غلام بنانے، بلکہ ان کی کمائی ہوئی دولت پر قبضہ سے پہلے ہاتھ صاف کرنے کا ایک عالمی نظام وضع کیا ہے۔

مستقبل کی کمائیوں پر قبضہ کرنے کا آسان طریقہ

یہ بات ہم نے کریڈٹ کارڈ کے تاریخی پس منظر کے تحت شیخ محمد مختار سلامی، مفتی

اعظم تیونس کے حوالے سے بھی نقل کی ہے۔ جس میں انہوں نے تفصیلی طور سے کریڈٹ کارڈ کے محرک اور غرض کو بیان کیا ہے، اس تحریر کا ایک اہم اقتباس پیش خدمت ہے جس سے با آسانی ان کارڈوں کے اجراء کے مقصد کو سمجھا جا سکتا ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''سرمایہ دارانہ قوت جو کہ انسان کی فکر اور محنت سے تیار کردہ تمام اشیاء پر اپنا تسلط جمائے ہوئے ہے، آئندہ وجود میں آنے والی چیزوں کو بھی نگل جانے کے لیے تیار بیٹھی ہے، لہٰذا مستقبل میں ان کی محنتوں کے نتائج اس کے ہاتھ میں ہوں گے، مزدور اور متوسط طبقے غلام بن چکنے کے باوجود خود کو آزاد سمجھتے ہیں، اور سرمایہ دارانہ طاقت صرف مال و دولت اور پیداوار کی طاقتوں ہی پر قابض نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ماضی، حال اور مستقبل میں انسان کی محنتوں پر بھی قابض ہے، مزدوروں نے اپنا آرام بیچ دیا اور اس کے بدلے ساز و سامان خرید لیا، انہوں نے مزید درد و غم کو گلے لگا لیا جس سے لاعلاج نفسیاتی امراض پیدا ہوئے۔ مستقبل میں انسان کو غلام بنانے اور اس کی کمائی ہوئی دولت پر اس کے ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی قبضہ کر لینے کی واحد صورت یہ تھی کہ قرض لین دین کو زیادہ سے زیادہ آسان کیا جائے''۔ ❶

مادی منافع کا حصول

بعض حضرات نے مادی نفع کے حصول کو براہ راست غرض و ہدف قرار دینے کے بجائے، خدمات و سہولیات کی فراہمی کو کریڈٹ کارڈ کا ہدف و غرض قرار دینے کی کوشش کی ہے، اگرچہ ضمناً وہ بھی اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے کہ نتیجتاً ان کا مقصد و ہدف

① (فقہ اکیڈمی انڈیا، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، شیخ محمد مختار سلامی، کریڈٹ کارڈ کی حقیقت، اس کی اقسام اور شرعی حکم، ص:۱۲، دارالاشاعت کراچی)

ان کارڈوں کے اجراء سے مادی منافع کا حصول ہی ہے، چناں چہ کریڈٹ کارڈ اور بینک سے جاری ہونے والے دیگر کارڈز پر ریسرچ کرنے والے جناب فتحی شوکت صاحب (فلسطین) نے اپنے مقالے "البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي" میں یہی اسلوب اختیار رہے، وہ لکھتے ہیں:

''کارڈ کے اجراء کا مقصد اول مادی نفع کا حصول نہیں، بلکہ دیگر اغراض ہیں، (ذیل میں کارڈ جاری کرنے کے اغراض کو بیان کیا جاتا ہے) اہداف کے اعتبار سے کارڈوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱- پہلی قسم ان کارڈوں کی ہے جن سے مباشرۃ (بغیر کسی اور واسطے کے) نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ وہ کارڈ ہیں جو خدمات کی فراہمی کے بدلے نفع حاصل کرنے کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، جیسے سفری کارڈ اور تعیش پرستی کے اسباب وسہولیات فراہم کرنے والے کارڈ وغیرہ۔

۲- یہ وہ کارڈ ہیں جن کے ذریعے نفع تو حاصل کیا جاتا ہے، مگر براہ راست نہیں، کیوں کہ ان کے اجراء کا مقصد براہ راست نفع کا حصول نہیں، بلکہ اپنے متعلقہ صارفین کو سہولت فرام کرنا مطلوب ہوتا ہے، جو اگر چہ بعد میں کارڈ جاری کنندہ کے لیے نفع کے حصول کا ذریعہ بن گیا ہے، جیسے لوکل اور انٹرنیشنل A.T.M کارڈز وغیرہ۔

۳- وہ کارڈ جو منافع کے حصول کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، جیسے کارڈ جاری کنندہ اس حوالے سے پیش آنے والی مشقتوں سے بچنے کے لیے کارڈ جاری کرتا ہے، یا صارفین اور لاکر بڑھانے کے لیے جاری کرتا ہے، تو گویا یہ کارڈ انتظامی اور مصلحتی بنیادوں پر جاری کیے جاتے ہیں نہ کہ نفع کمانے کے لیے۔

اس تقسیم کے بعد فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ تقسیم

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں کارڈ جاری کی غرض مادی منافع کا حصول نہیں، بلکہ دیگر اہداف جیسے ادائیگی کے نظام میں بہتری لانا، مالیاتی اداروں اور بینکوں کے پروڈکٹس میں اضافہ، مالیاتی نظام میں جدید ٹیکنالوجی کی سہولیات فراہم کرنا اور لوگوں کو بینک سے قرضوں کی سہولت فراہم کرنا، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ بینکوں سے معاملات پر ابھارنا اور معاشی تحریک میں ترقی پیدا کرنا وغیرہ ہے۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں، اور اس میں اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اگرچہ ابتداء میں مادی منافع کا حصول مطمح نظر نہیں تھا، لیکن آہستہ آہستہ کارڈ جاری کرنے پر لی جانے والی مختلف فیسوں، کارڈ کی تجدید پر لی جانے والی فیس اور تاجروں سے لیا جانے والا کمیشن اور لوگوں کو کریڈٹ کارڈ وغیرہ پر ابھارنے کے لیے دیے جانے والے انعامات وغیرہ، جیسے تمام اقدامات کارڈ جاری کرنے والوں کے لیے مادی نفع کے حصول کو یقینی بناتے ہیں۔[1]

ہم موصوف مقالہ نگار کی مذکورہ بالا رائے سے کلی طور سے اتفاق نہیں رکھتے، البتہ جزوی طور سے موصوف نے بھی وہی غرض ان کارڈوں کے اجراء کی تسلیم کر لی ہے، جسے ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں، صرف خدمات اور سہولیات کی فراہمی کو غرض اصلی قرار دینا، سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے مقاصد وثمرات سے ناواقفیت کی دلیل ہے، یا اسے ان کی طرف سے بطور وکیل ان کے اس جرم کو چھپانے اور اس بدنما داغ کو دھونے کی ایک ناکام کوشش قرار دینا زیادہ قرین از قیاس ہے۔

کارڈز سے متعلق بعض اصطلاحات

مالیاتی لین دین میں استعمال ہونے والے کارڈز جنہیں انگریزی زبان میں

---

① (البطاقات البنكية، لفتحي شوكت، ص: ٣٤، ٣٥)

(Financial Transaition Card's) اور عربی میں "بطاقات المعاملات المالیة" (مالیاتی معلاملات (تجارتی لین دین) کے کارڈ، یا (Payment Card) یعنی ''ادائیگی کارڈ'' کہتے ہیں۔

جب کہ معاشی ماہرین اسے کریڈٹ کارڈ کہتے ہیں، یا عرب معیشت دان اور اقتصادی ماہرین اسے بطاقات الائتمان یا بطاقات الاقراض سے تعبیر کرتے ہیں[1] جس کی تفصیل عنقریب ذکر کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

بینک کارڈ سے متعلق بعض اصطلاحات جیسے: اطراف ثلاثہ جن کا تعلق بینک کارڈ سے ہوتا ہے، کارڈ نمبر، کارڈ ہولڈر (Card Holder)، کارڈ استعمال کرنے والا (Card User) اور کاڈر جاری کرنے والے مختلف ادارے اور کمپنیوں وغیرہ سے متعلق ضروری باتیں گذشتہ ابحاث میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

قانونی نقطہ نظر سے ''دین'' کی تعریف

قانونی لغت میں دین (Credit) کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

''فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان طے شدہ اشیاء کی وہ قیمت، جس کا فروخت کنندہ کی طرف سے مقرر شدہ وقت پر ادا کرنا خریدار پر لازم ہو''۔

مذکورہ تعریف دین کی موجودہ تمام معروف صورتوں کو شامل ہے، اور اگر ظاہری شکل وصورت سے صرف نظر کیا جائے تو یہ تعریف آئندہ پیش آنے والی صورتوں کو بھی شامل ہوگی۔

قانونی طور سے قرض کی تعریف

قانون کی اصطلاح میں قرض ''نقدی بصورت قرض، یا ہر اس (مالیاتی) آلے

---

(۱) (البطاقات البنکیة للدکتور أبي سلیمان، ص: ۳۹)

اور ذریعے کو کہا جاتا ہے جو مالیاتی سہولیات فراہم کرتا ہے"۔ (1)

قرض کی قسمیں

۱۹۷۴ء کے برطانوی قانون قرض کے مطابق قرض کی دو قسمیں ہیں: ۱- پہلی قسم کو عربی میں "القرض الجاري" یا "القرض المتجدد" اور انگریزی میں (Running-account) کہا جاتا ہے، مذکورہ قسم میں مقرض وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق قرض کی سہولت حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ مقرر شدہ مقدار تک پہنچ جائے۔

۲- دوسری قسم کو عربی میں "القرض الثابت" یا "القرض المحدد" اور انگریزی زبان (Fixed-Sum Credit) کہتے ہیں، یہ رقم کی اس مخصوص مقدار کو کہا جاتا ہے جسے قرض خواہ بیک وقت یا مختلف اوقات میں وصول کرتا ہے۔

ان دونوں قسموں میں فرق یہ ہے کہ (Fixed-Sum Credit) دونوں فریقین کی باہمی اتفاق ورضامندی سے وجود میں آتا ہے اور ان دونوں کی رضامندی سے ختم خوتا ہے، جب کہ پہلی قسم (Running-account) فریقین کے درمیان موجود اس عقد کو کہتے ہیں، جس میں اگرچہ قرض خواہ عملی طور سے قرض حاصل نہ کرے، مگر فریقین میں سے ہر ایک کو عقد ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

قرض دہندہ (Crediter)

مقرض اور قرض دہندہ وہ شخص کہلاتا ہے جو قرض فراہم کرنے کے قانون کے تحت قرض دینے پر آمدگی ظاہر کرتا ہے۔

مقروض (Debtor)

قانون تجارتی قرض کے تحت قرض حاصل کرنے والا شخص مقروض (Debtor)

---

(1) (المرجع السابق، البطاقات البنكية: ٤٤)

کہلاتا ہے۔یا(Charge Card)استعمال کرنے والا بھی مقروض کہلاتا ہے۔[1]

وہ امور جو کارڈ ہولڈر کے علم میں ہوں

۱-کارڈ ایشو کرنے والا اسے بتائے کہ کتنی فیس وغیرہ اسے پہلے ادا کرنی ہے۔

۲-حقوق اور ذمہ داریاں جو معاہدہ کے نتیجے میں ان پر لاگو ہوں گی،اور وہ جن کی ادائیگی اس کے لیے ضروری ہے۔

۳-قرض کی وہ مقدار متعین ہونی چاہیے جو کارڈ جاری کنندہ اسے فراہم کرے گا۔

۴-قرض کی ادائیگی کا طریقہ،اور اس پر لی جانے والی اضافی رقم بھی اسے معلوم ہو۔

۵-کریڈٹ کارڈ پر لیئے جانے والے سود کی مقدار اور دیگر قرضوں پر وصول کی جانے والی اضافی رقم معلوم ہو،ورنہ کم ازکم اس کی فیصدی مقدار معلوم ہو۔

۶-قرض کی ادائیگی کا طریقہ کار،اور ادائیگی کی ادنی مقدار بھی معلوم ہو۔

۷-وہ شروط جو کارڈ جاری کنندہ کارڈ ہولڈر پر عدم ادائیگی قرض کی صورت میں لاگو کرتا ہے۔

۸-قرض دینے والے کے حقوق اور تمام دیون کا حساب اور ان کی فوری ادائیگی کا مطالبہ وغیرہ۔

۹-قانونی تحفظ اور دیگر سہولیات جو حسب قانون کارڈ ہولڈر کے لیے مقرر ہوں۔

۱۰-اور وہ چیز جس کا جاننا کارڈ ہولڈر کے لیے ضروری ہو۔

مذکورہ بالا امور کا علم کارڈ ہولڈر کو پہلے سے ہونا چاہیے؛تاکہ بعد میں کوئی قانونی

---

(1) (حوالا سابق: ٤٦، ٤٧)

پیچیدگی پیدا نہ ہو۔ ❶

کارڈ پر وصول کی جانے والی فیسیں، جرمانے اور ٹیکس

کارڈ سے متعلق مختلف معاشی اور اقتصادی پہلو، اور منافع کے حصول میں اثرانداز عوامل، اور مختلف فوائد کے حصول کے ذرائع وغیرہ کا جاننا بھی ضروری ہے، تاکہ آئندہ ان پر حکم شرعی لگانے میں سہولت ہو۔ ❷

کارڈ جاری کرنے والے اداروں کی کامیابی کا تمام دارومدار اس بات پر ہے کہ عامۃ الناس اور تاجر حضرات میں ان کے جاری کیے گئے کارڈ رواج پذیر ہوں اور لوگ اپنے تجارتی معاملات ان کارڈوں کے ذریعے انجام دینے لگ جائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک کارڈ جاری کرنے پر ایک کثیر اور بڑی تعداد میں لاگت لگتی ہے، اس میں مختلف مشینوں، کمپیوٹر، عالمی طور پر مراسلت، فنی اور تکنیکی مہارت اور دیگر بہت سارے آلات اور اس شعبے سے متعلق افراد و تجربہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہ بات عصر حاضر میں ہر ایک پر واضح ہے کہ کارڈ ان اشیاء میں سے ہے جن کو فروخت کرنے، یا اشو کرنے کے لیے گاڑیوں وغیرہ کی طرح شوروم میں رکھ کر صارف کو اس کے حصول کی ترغیب نہیں دی جاتی، بلکہ یہ ایک جدید نوع کی خدمت ہے، بہت سارے بینک اس خدمت کو صارفین تک باعوض پہنچانے کے لیے تجارتی میدان میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں، ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے جاری کیے ہوئے کارڈ زیادہ سے زیادہ استعمال ہوں، اور لوگ ان کے ممبر بنیں، اور یوں وہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرسکیں۔

---

① (البطاقات البنيكة، للدكتور أبي سليمان، ص: ٥٨، ٥٩)

② (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٣٥)

ان کمپنیوں میں سے ہرایک کی یہ چاہت ہوتی ہے وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائیں، اس کے لیے نئے نئے اسالیب اور طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، تاکہ صارفین کو بکثرت اپنے جاری کردہ کارڈز پر ابھارا جائے، ہر بینک یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اتنا سرمایہ حاصل کرے جس سے وہ تمام اخراجات پورے ہوسکیں جو کارڈ جاری کرنے کے حوالے سے اسے برداشت کرنے پڑتے ہیں، اس کے لیے وہ مختلف قسم کی فیسیں صارفین پر لاگو کرتے ہیں۔ ❶

ان فیسوں کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

۱- کارڈ جاری کرنے کی فیس

تمام کمپنیاں کارڈ جاری کرنے پر ہر صارف سے اجرت لیتی ہیں، صارف کارڈ جاری ہونے پر ایک مخصوص مقدار کی رقم کارڈ جاری کنندہ کو ادا کرتا ہے، اور وہ یہ ادائیگی ایک ہی دفعہ کرتا ہے۔ ❷

ممبر بنانے اور کارڈ جاری کرنے پر حامل کارڈ سے وصول کیے جانے والے مصارف بینکوں کے لیے منافع حاصل کرنے کا مرکزی اور بنیادی ذریعہ وسبب ہے، بینکوں نے جب اس بات کا مشاہدہ کیا کہ مذکورہ بالا فیس کی وجہ سے کارڈ ہولڈر کارڈ چھوڑنے پر کبھی بھی آمادہ نہیں ہوتے ہیں تو انہوں نے اسے منافع حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔ ❸

بعض کمپنیاں سالانہ ممبر شپ فیس متعلقہ شعبے سے جاری کردہ کارڈوں کی مجموعی تعداد کے تناسب سے وصول کرتی ہیں، جیسے: ڈائنرز (Diners Club) ہوائی

---

① (البطاقات الدائنية لمحمدبن مسعودالعصيمي، ص: ۱۸۲)

② (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۳٦)

③ (البطاقات الدائنية، ص: ۱۸۳)

جہاز کے سفر کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے جو کارڈ جاری کرتے ہیں، اس کی ممبر شپ فیس ۳۰ ڈالر وصول کرتے ہیں، اگر اس سلسلے میں جاری کیے گئے کارڈوں کی تعداد ۲۴ سے کم ہو، اور اگر ان کارڈوں کی تعداد ۵۰۰ یا اس سے زائد ہو جائے تو پھر ۳۰ ڈالر سے کم ہو کر یہ فیس ۵ ڈالر تک پہنچ جاتی ہے۔❶

عام طور سے کمپنیاں ایک سال کے لیے ممبر شپ جاری کرتی ہیں، ایسا کرنے میں ان کے پیش نظر بہت سارے فائدے ہوتے ہیں:

الف: فیس میں اضافے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ب: کارڈ کے ذریعے فراہم کی جانے والی خدمات میں اضافہ کی وجہ سے فیسوں میں اسی تناسب سے اضافہ کرنا۔❷

۲-تجدید کارڈ کی فیس (Renewing Fees)

جیسا کہ پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ کارڈ ایک سال کی مدت معینہ کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، تاریخ اجراء سے لے کر جب ایک سال مکمل ہو کر کارڈ پر درج تاریخ کی انتہاء کا وقت آ جاتا ہے تو کارڈ ہولڈر ضابطے اور قانون کے مطابق اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ اپنے کارڈ کی تجدید کروائے، تو اس موقع پر جو نیا کارڈ حاصل کیا جاتا ہے، پرانے کارڈ کے بدلے، بینک اس کے بدلے فیس وصول کرتا ہے۔

غرض مدت مقررہ کے اختتام پر تجدید کارڈ اور اس کے بدلے دوسرا کارڈ وصول کرنے کے لیے صارف جو رقم ادا کرتا ہے، اس کو "رسوم التجدید" تجدیدی فیس (Renewing

① (البطاقات البنيكة في الفقه الإسلامي، ص: ٣٦)

② (البطاقات الدائنية، ص: ١٨٦، ١٨٧)

Fees) کہا جاتا ہے۔[1]

۳-کارڈ ضائع ہوجانے، یا چوری وغیرہ کی صورت میں نیا کارڈ حاصل کرنے کی فیس

اگر کبھی کارڈ ہولڈر سے کارڈ ضائع ہوجائے، یا گم ہوجائے، یا کوئی چوری کرلے، تو ایسے موقع پر حسب ضابطہ وقانون، کارڈ ہولڈر کے طلب پر کارڈ جاری کنندہ نیا کارڈ جاری کرتا ہے، اور اس نئے کارڈ کے مقابلے میں صارف سے فیس وصول کرتا ہے، مذکورہ فیس رینو یںگ فیس سے بہت کم ہونی چاہیے؛ کیوں کہ نیا کارڈ بنوانے کی صورت میں بینک اور ادارے کو کارڈ کے تمام اطراف سے معاملات انجام دینے ہوتے ہیں، جن کے ساتھ مستقبل میں اسے کارڈ ہولڈر کو واسطہ پڑتا ہے، جب کہ کارڈ کی تبدیلی کی صورت میں تمام اطراف سے کیے گئے قدیم معاملات کی بنیاد پر صارف کو دوسرا کارڈ جاری کیا جاتا ہے، قدیم معلومات اور طریقہ کار کی بنیاد پر کارڈ اس وقت جاری کیا جاتا ہے جب کارڈ حامل کارڈ کی آنکھوں کے سامنے تلف ہوجائے، یا جل جائے، لیکن اگر کارڈ گم ہوجائے، یا چوری ہوجائے تو اس وقت پھر تمام معاملات نئے سے انجام دینے پڑتے ہیں، اسے تمام ان تاجروں اور اداروں کو کارڈ گم ہونے، یا چوری ہوجانے کی اطلاع دینی ہوتی ہے، جن کے ساتھ کارڈ ہولڈر معاملات انجام دیتے ہیں، اور انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے نمبر والے کارڈ پر کوئی چیز فروخت نہیں کرنی، اور نہ ہی کسی طرح کی خدمت وسہولت مہیا کرنا ہے، بصورت دیگر کارڈ جاری کنندہ پر کسی طرح کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی، تو چوری ہوجانے یا گمشدگی کی صورت میں لی جانے والی فیس بھی تجدید کارڈ کی فیس کے برابر ہوتی ہے۔[2]

---

[1] (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ص: ١٢٤، الدورة: ١٨، ١٤١٧هـ، ١٩٩٤م: ٦١٥/٢)

[2] (المرجع السابق: ٦١٦/٢)

کارڈ جاری کنندہ کا تجار سے وصول کیا جانے والا کمیشن

کارڈ جاری کنندہ ان تمام تاجروں اور لوگوں سے مخصوص مقدار میں کمیشن لیتا ہے جو اس کے جاری کیے ہوئے کارڈ کو قبول کر کے صارفین کو اشیاء فروخت کرتے ہیں، یا کسی طرح کی خدمت وسہولت فراہم کرتے ہیں، بینک، یا کارڈ جاری کنندہ اسے گاہک فراہم کرنے اور کارڈ چیک کرنے والی مشین نصب کرنے اور دیگر متعلق امور انجام دینے کی اجرت قرار دیتا ہے۔❶

ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب کی تحریر

ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب "البطاقات البنيكة" میں تجار سے وصول کیے جانے والے کمیشن کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

"تعدهذه العمولة التي يأخذهاالبنك المصدر للبطاقة، والتي تتراوح مابين ٢ إلى ٥٪من قيمة الفاتورة حسب الاتفاق بينه وبين التاجر، من أهم مصادر الربح للبنوك في نظام البطاقات، فمن ثم يأتي النص عليهاواشتراطهافي بداية موادالاتفاقية بين البنك والتاجر، فهي معظم مايهم البنك من التاجر".❷

(ترجمہ)''بینک اور تاجر کے درمیان طے شدہ معاہدہ کے تحت بینک کی طرف سے بل کی قیمت میں۲ سے ۵ فیصد تک وصول کیا جانے والا کمیشن، کارڈوں کے نظام میں بینک کے اہم ذرائع آمدن میں شمار کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے تاجر اور بینک کے درمیان ہونے والے ابتدائی معاہدے میں اس کی صراحت

---

① (المرجع السابق: بحث الدكتور عبدالستار أبوغدة: ٤٨٣/٣)

② (البطاقات البنكية، ص: ١٤٨، ١٤٩)

کردی جاتی ہے، اور یہ (اہم) بڑی (رقم ہے) جو بینک تاجر سے وصول کرتا ہے"۔

مذکورہ بالا کمیشن کی فیصد شہروں اور پیش کی جانے والی خدمات و سہولیات کی تبدیلی سے بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے، تجار کی طرف سے ادا کیے جانے والے اس کمیشن کے پیش نظر بینک ان کے مطالبہ پر کارڈ ہولڈر کے ذمہ دین کی فی الفور ادائیگی کرتا ہے، بایں طور کہ طے شدہ اصولوں کے مطابق بینک دین میں سے اپنا حصہ کاٹ کر باقی کی ادائیگی کر دیتا ہے۔ ①

بعض بینک اپنی نصب کردہ مشینوں کے ذریعے نقد رقم نکالنے پر، یا دوسرے بینکوں کے زیر انتظام نصب شدہ مشینوں سے رقم حاصل کرنے پر فیس وصول کرتے ہیں، صارف کو نقدی کی سہولت فراہم کرنے والے بینک اور کارڈ جاری کنندہ بینک میں اسے تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں رقم کی مخصوص مقدار کے مطابق فیس مقرر کی جاتی ہے، نہ کہ مدت کے اعتبار سے، اور رقم حاصل کرنے کے طریقہ کار میں تبدیلی سے اس میں بھی فرق آجاتا ہے، اگر حاصل کی جانے والی رقم کسی لوکل بینک کی طرف سے جاری کردہ کارڈ کے ذریعے سے ہو اور رقم کا حصول دوسرے کسی بینک (جو کہ کارڈ جاری کنندہ نہ ہو) یا اس بینک کی طرف سے خارج شہر میں نصب کردہ مشین سے عمل میں لایا گیا ہو، تو پھر ۲.۰٪ سے ۱.۰٪ تک فیس لی جاتی ہے، اور اگر رقم ایسے کارڈ سے حاصل کی گئی ہو جو ممبر ہو کارڈ جاری کرنے والے ادارے کا، اور رقم لوکل بینک یا اس کی نصب کردہ مشین سے حاصل کی جائے، تو عام طور سے ۲.۵۷٪ ڈالر یا ۳۳.۰٪ خارج میں حاصل کی جانے والی رقم پر فیس وصول کی جاتی ہے۔ ②

---

① (حمادنزیه، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع۱۲، الدورة: ۱۲، ۱۴۱۲ھ، ۲۰۰۰م: ۵۱۱/۳)

② (عمر، محمد عبدالحليم، الجوانب الشرعية والمصرفية والمحاسبة لبطاقات الائتمان: ۸۶، ايتراك للنشر والتوزيع، مصر، ۱۹۹۷م)

کارڈ کے ذریعے خریداری پر لی جانے والی فیس / کمیشن

بعض دفعہ کارڈ جاری کنندہ حامل کارڈ پر ضروری قرار دیتا ہے، کہ خریداری کے ہر بل، یا کارڈ پر مکتوب خدمت پر ایک مقرر مقدار میں رقم، یا مخصوص اور معین فیصد رقم کی ادا کرے گا، جیسے کبھی کارڈ ہولڈر کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بل پر ایک فیصد بطور فیس یا کمیشن کے ادا کرے گا، لہٰذا اگر اس نے ایک ہزار دینار کی خریداری کی ہو، تو اس کے ذمہ ہے کہ کارڈ جاری کنندہ کو ۱۰ دینار ادا کرے اور یہ دس دینار اس خریداری کی فیس / کمیشن کے طور پر ہوتے ہیں۔ ❶

دوسرے بینک یا طے شدہ کرنسی کے علاوہ سے خریداری کی فیس

یہ اس وقت وصول کی جاتی ہے، جب صارف اپنے کارڈ کے ذریعے ایسے بنک کی برانچ سے نقدی حاصل کرے جو مثلاً ویزا کمپنی کے واسطے سے کام کرتا ہو، یا کوئی خریداری وغیرہ کی ہو، تو کارڈ جاری کرنے والا بینک اس دین کی ادائیگی کرتا ہے بایں طور پر کہ بینک اپنے صارف کو قرضہ دیتا ہے، لوکل بینک میں وہ رقم جمع کروا دیتا ہے، یا اس لوکل بینک کو ادائیگی کرتا ہے، جس میں صارف کا اکاؤنٹ ہوتا ہے، پھر وہ اسے باہر والی برانچ منتقل کرتا ہے، لہٰذا بینک اس عمل پر آنے والی لاگت وصول کرتا ہے، اسے "صرف" (Exchange) بھی کہتے ہیں، گویا وہ اپنی نقدی جو دینار ہے صارف کو ڈالر کے بدلے فروخت کرتا ہے، پھر اپنے صارف کے دین کی (خارج بلد میں) ڈالر میں ادائیگی کرتا ہے۔ ❷

---

① (قلعة جي، محمد رواس، المعاملات المالية المعاصرة في ضوء الفقه والشريعة، ص: ١٢٣، دار النفائس، بيروت، لبنان ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩ء)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع٤، الدورة: ٨، ١٤١٥ھ: ٢/٦٢٧)

غرض اگر کارڈ جاری کرتے وقت فریقین میں ڈالر کے ذریعے معاملات انجام دینا طے پائیے تھے، یا دینار کے ذریعے، اگر دینار متعین ومقرر ہوئے تھے اور صارف نے ڈالر میں خریداری کی، تو کارڈ جاری کنندہ بل کے حساب کو ڈالر سے دینار میں بدل دے گا، اور اس بدلنے میں قیمت کے اعتبار سے جو فرق آتا ہے اسے وصول کرے گا۔

بعض بینک خریداری والے دن کی قیمت کے اعتبار سے کرنسی چینجنگ (Chenging) کرتے ہیں، جب کہ بعض دوسرے بینک صارف کی طرف سے ادائیگی والے دن کے ریٹ کے مطابق کرنسی کے تبادلے کو اختیار کرتے ہیں۔ ❶

بعض بینک کرنسی کے اس تبادلے کے مقابلے میں مزید فیس وصول کرتے ہیں، اس صورت میں گویا بینک صارف سے دو دفع نفع حاصل کرتا ہے، خریداری اور فروختگی کے وقت کرنسی کے تبادلے میں جو فرق آتا ہے، ایک وہ اور دوسرا اس تبادلے کے عمل پر فیس کی وصولی۔ ❷

ادائیگی رقم کے خارجی روابط کی فیس

ویزا انٹرنیشنل کے واسطے سے دیگر بینکوں سے حاصل کیے گئے کارڈ کے ذریعے صارف اگر کسی دوسرے بینک سے کیش نکلوائے، تو رقم کے حصول کی سہولت فراہم کرنے والا بینک ایک مخصوص مقدار کی رقم لیتا ہے۔ ❸

قسط وار ادائیگی کی سہولت فراہم کرنے کی فیس

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے بعض ادارے کارڈ ہولڈر کو کی گئی خریداریوں

---

① (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٣٩)

② (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١٢٥)

③ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ع٨، الدورة: ٨، ١٤١٥ھ: ٦٢٩/٢)

کی ادائیگی ماہانہ قسطوں کی شکل میں کرنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں، اور اس کے بدلے بھی فیس وصول کی جاتی ہے۔ (1)

بعض اوقات حامل کارڈ لازم شدہ رقم کی ادائیگی بروقت نہیں کر پاتا ہے، تو دی گئی مہلت کی مدت پوری ہو جانے پر کی جانے والی تاخیر پر ''جرمانہ'' وصول کیا جاتا ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کارڈ کمپنیوں کی طرف سے صارف کو ادائیگی میں کچھ دنوں کی مہلت کی جو سہولت فراہم کی جاتی ہے، وہ علی الاطلاق نہیں، اس لیے کہ بہت سارے کارڈوں میں صارف کے لیے ضروری ہے کہ بل کی وصولیابی پر ادائیگی کر دے۔ (3)

بینک کی طرف سے کارڈ کے استعمال پر لیے جانے والے مالی فوائد

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بھی کچھ طریقے اور بھی ہیں، جن کے ذریعے کارڈ کے استعمال پر مختلف مالی فوائد حاصل کیے جاتے ہیں، ذیل میں مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کریڈٹ بیلنس پر حاصل کیے جانے والے فوائد

کریڈٹ بیلنس حامل کارڈ کے اکاؤنٹ میں موجود اس رقم کو کہتے ہیں، جو دورانِ استعمالِ کارڈ اس کے اکاؤنٹ میں موجود ہوتی ہے، عربی میں اسے ''الرصید الدائن'' اور انگریزی میں کریڈٹ بیلنس (Credit Balance) کہتے ہیں۔ (4)

کریڈٹ بیلنس پر حاصل کیے جانے والے فوائد متعدد ہیں، چاہے صارف کی

---

(1) (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١٢٦)

(2) (حماد، نزيه، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع١٢: ٣/ ٥١٢)

(3) (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٤٠)

(4) (دیکھیے: القاموس الاصطلاحی، مولانا وحید الزمان کیرانوی: ۲۶۸، دار الاشاعت)

خریداری کی وجہ سے ہوں، یا دیگر خدمات کے حصول کی وجہ سے، غرض بینک یا کارڈ جاری کنندہ کریڈٹ بیلنس کے ذریعے جو فوائد حاصل کرتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا- ادا نہ کیے گئے بیلنس پر خرچ و نفع کا حساب ادائیگی کے وقت سے کیا جائے، جیسے اگر کسی صارف پر مہینے کی چھٹی تاریخ کو ادائیگی واجب ہوئی، اور اس نے واجب الاداء ایک ہزار ڈالر میں سے سو ڈالر ادا کیے، تو باقی ماندہ ۹۰۰ ڈالر پر شرح سود لگے گا اور اس کا اعتبار مہینے کی چھٹی تاریخ ہی سے کیا جائے گا۔

ب- قرض حاصل کرنے کے وقت سے ہی سرمایہ ہر شرح نفع (یعنی سودی نفع) کا اعتبار کیا جائے، البتہ اگر صارف واجب الاداء رقم کی یکمشت ادائیگی کر دے تو نفع نہیں لیا جاتا ہے، بلکہ وہ ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر صارف یکمشت ادائیگی نہ کرے، بلکہ کچھ رقم کی ادائیگی کرے اور باقی رقم اس پر واجب الاداء ہو تو اس صورت میں بینک کل واجب الاداء رقم پر سود لگاتا ہے، جیسے کسی کے ایک ہزار ڈالر تھے، یعنی اس نے کارڈ کے ذریعے ایک ہزار ڈالر کی خریداری کی، پھر طے شدہ اور مقررہ تاریخ کو اس نے ایک ڈالر ادا کیا، تو اب اس کے ذمہ ہے کہ وہ ایک مہینے کے حساب سے ایک ہزار ڈالر پر سود ادا کرے، جب کہ باقی ماندہ ۹۹۹ ڈالروں کی ادائیگی اس کے ذمے پہلے واجب ہے۔

ت- سابقہ زمانے کی باقی ماندہ ادائیگیوں کی مجموعی رقم پر ہر مہینے کی ابتدا میں شرح سود لگنا شروع ہو جائے، اس صورت میں مزید خریداریوں اور ادائیگیوں کی وجہ سے سابقہ بیلنس پر لگنے والے شرح سود میں تبدیلی نہیں آتی ہے۔

کریڈٹ بیلنس سے نقدی کے حصول پر لیے جانے والے فوائد

کریڈٹ بیلنس سے اگر صارف نقد رقم حاصل کرتا ہے تو اس پر بھی کارڈ جاری

کنندہ، یا بینک مختلف فوائد حاصل کرتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

ا-جس دن نقد رقم حاصل کی جائے، اسی دن سے حاصل کی گئی رقم کے تناسب سے سود لگنا شروع ہو جائے۔

ب-رقم کے حصول کے وقت سے شرح سود نہ لگے، بلکہ ایک معینہ مدت کے بعد سے شرح سود کا سلسلہ شروع ہو جائے۔

ت-بینک یا کمپنی حاصل کی گئی رقم پر چاہے اس کی مقدار کم ہو، یا زیادہ، ایک مخصوص مقدار میں سود وصول کرے، جیسے حاصل کی گئی رقم پر ایک فیصد کے حساب سے نفع لیا جائے۔یعنی بینک یا کمپنی صارف کی طرف سے کریڈٹ بیلنس سے حاصل کی گئی نقدی کی مقدار پر ایک فیصد کے حساب سے نفع وصول کرتا ہے۔[1]

اس نظام پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر سودی نظاموں کی طرح اس نظام (کریڈٹ کارڈ) میں بھی اہم اور بنیادی فلسفہ زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کا ہے، قدم قدم پر مختلف عنوانات کے ذریعے صارف سے فائدے کا حصول اور بات بات پر سودی تناسب سے مالی فوائد کے پیش نظر مختلف فیسوں اور جرمانوں کا لاگو کرنا بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سرمایہ داریت اور اس کے اقتصادی نظام کا حصہ ہے، جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع کا حصول اور دولت کو چند لوگوں کے ہاتھوں کی رکھیل بنانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

آگے چل کے ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ خود بینک کے ماہرین بھی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ موجودہ نظام معیشت اور کریڈٹ کارڈ کے ذریعے لین دین سے مقصود چند لوگوں کا دنیا بھر کی دولت پر قابض ہونا ہے، یہی وہ فلسفہ ہے جو سرمایہ داریت کے

---

[1] (البطاقات الدائنية للعصيمي، ص: ۱۷۰-۱۸۰)

نظام معیشت کا خلاصہ ہے، اور گذشتہ کچھ دہائیوں سے دنیا اس نظام کے چکر میں پھنس کر رہ گئی ہے، لوگوں کی دولتوں کا رخ سرمایہ داروں کی طرف ہو گیا ہے، غریب غریب تر اور امیر اور سرمایہ دار کی دولت اور سرمایہ میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، نتیجہ اس کا یہ نکلے گا کہ امیر اور غریب کے درمیان اس کشمکش میں شدت سے سرمایہ داریت کا غبارہ ایک نئی جنگ عظیم کی شکل میں پھٹ پڑے گا۔

کریڈٹ کارڈ کے مثبت اور منفی پہلو

مختلف مالی معاملات اور کریڈٹ کارڈ کے موضوع پر لکھنے والے حضرات نے کریڈٹ اور دیگر کارڈوں کے مختلف معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کو قلم زد کیا ہے، اس میں مثبت پہلو کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور منفی جانب کو بھی سامنے لایا گیا ہے، ذیل میں انہی پہلوؤں پر گفتگو کی جائے گی، سب سے پہلے مثبت اور منافع بخش پہلوؤں کو زیب قرطاس کرتے ہیں، پھر منفی پہلوؤں کو، البتہ شرعی نقطہ نظر سے اس کے منافع زیادہ ہیں یا نقصانات، اس کی تفصیلات تو اگلے باب میں آئیں گی، البتہ معاشی اور معاشرتی اعتبار سے اس کی حیثیت کا فیصلہ قارئین کے ذمہ ہے کہ اس تحریر کے بعد وہ اندازہ لگائیں گے کہ کون سا پہلو غالب ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے تمام اطراف کو حاصل ہونے والے فوائد

کریڈٹ کارڈ کے استعمال سے اس کے تمام اطراف اور فریقوں کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ہر طرف اور فریق کے اعتبار اور نوعیت کے فرق کی وجہ سے ان منافع اور فوائد میں بھی تفاوت رہتا ہے [1]، جن اطراف اور فریقوں کو فوائد حاصل ہوتے

---

[1] (البطاقات البنكية في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، ص: ٦٣)

ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱- کارڈ جاری کنندہ کا فائدہ

۲- کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد

۳- تاجر کو حاصل ہونے والے فائدے

۴- واسطہ بننے والی کمپنی کو حاصل ہونے والے فوائد

۵- عمومی فوائد

کارڈ جاری کنندہ کو حاصل ہونے والے فوائد

مختلف کارڈوں کے ذریعے سب سے زیادہ فوائد بینک یعنی کارڈ جاری کنندہ کو حاصل ہوتے ہیں، بینک کو حاصل ہونے والے مالی فوائد کی تفصیلات گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں، یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا جائے گا، البتہ ان کا ماحاصل اور اس کے علاوہ دیگر فوائد کو بیان کیا جائے گا۔

کارڈ جاری کرنے کی وجہ سے بینکوں کو دو جہتوں سے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱- کارڈ ہولڈر کی جہت سے حاصل ہونے والے فوائد

۲- تاجر کی طرف سے حاصل ہونے والے فائدے۔ ❶

بینک کو کارڈ ہولڈر کی طرف سے حاصل ہونے والے فوائد

۱- مختلف فیسوں کے عنوان سے حاصل ہونے والے مالی فوائد، جیسے: کارڈ جاری کرنے کی فیس ❷، تجدید کارڈ کی فیس ❸ کارڈ گم ہو جائے، یا ضائع اور چوری ہونے کی

---

① (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٦٢/٧-٣٦٥)

② (بطاقات الائتمان، للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٢٩٨/٧)

③ (بطاقات الائتمان، مجلة، مجمع الفقه الإسلامي: ١٠٧٠/٨)

صورت میں نیا بنوانے کی فیس ❶ وقت مقررہ پر عدم ادائیگی کی صورت میں کیے جانے والے جرمانے، اور کرنسی کی تبدیلی وغیرہ۔ ❷

۲-ادائیگی، یا حوالہ میں استعمال ہونے والے چیکوں کی فیس۔

۳-کارڈ ہولڈر کی طرف سے دوسرے ممالک میں کی گئی ادائیگی کی فیس۔ ❸

۴-لائف انشورنس کی فیس، سفری ٹکٹ فراہم کرنے اور ٹکٹ اور ہوٹلوں میں بکنگ کی سہولت کی فیس وغیرہ۔ ❹

۵-الیکٹرانک آلات کے استعمال کی فیس۔ ❺

۶-غیر ملکی کارڈوں کے عوض ویزا انٹرنیشنل سے وصول کیا جانے والا کمیشن۔ ❻

۷-ڈاک کے ذریعے کی گی خریداری کی فیس۔ ❼

۸-کسٹمر کو بار بار بینک میں آنے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی، لہٰذا بینک کو صارفین کی خدمت کے لیے زیادہ عملہ رکھنے کی نوبت نہیں آتی ہے۔ ❽

۹-بینک ادائیگی کے لیے رکھی جانے والی نقد رقم میں کمی کر سکتے ہیں۔ ❾

---

① (المرجع السابق: ۱۰۷۱/۸)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامی، ص: ٦٥)

③ (کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، ص:۵۰، دارالاشاعت)

④ (بطاقة الائتمان، لبكر بن عبدالله، ص: ١٣، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٦٢/٧)

⑤ (بطاقات الائتمان، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ١٠٧١/٨)

⑥ (حوالا سابق، و کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، ص:۵۱، دارالاشاعت)

⑦ (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٢٩٩/٧)

⑧ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۴۹، ۵۰، دارالاشاعت)

⑨ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۴۹، ۵۰، دارالاشاعت)

۱۰- کارڈ کے استعمال کی وجہ سے پرسنل چیک کی کتابت سے بینک بچ جاتا ہے، وگرنہ ان چیکوں کی پرنٹنگ اور لکھائی میں اور دیگر امور میں اسے زرکثیر خرچ کرنا پڑتا ہے، بہت سارے بینک سالانہ استعمال کیے جانے والے چیکوں کی تعداد میں کمی لانے کے لیے کارڈ کے استعمال میں توسیع کو اختیار کرتے ہیں۔ ❶

۱۱- ان چیکوں کی تعداد میں کمی کی وجہ سے ان کی وصولیابی اور ان کے ذریعے رقم کی ادائیگی میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ ❷

۱۲- کارڈ کے استعمال کی صورت میں بینک ان بہت سارے معاملات کے انجام دینے سے بچ جاتا ہے، جو کاغذی کرنسی کے ذریعے تجارتی معاملات انجام دینے کی وجہ سے اسے برداشت کرنے پڑتے تھے، جیسے: جعل سازی سے بچانے کے انتظامات، کاغذی کرنسی کے پھٹنے اور تلف ہونے کی صورت میں مرکزی بینک سے ان کا تبادلہ کروانا، ان کو شمار کرنا، ان امور کو انجام دینے والے ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنا وغیرہ۔ ❸

۱۳- بینک مختلف اسکیمیں، مختلف کارڈ وغیرہ کی تشہیر کر کے اپنے کسٹمر کا دائرہ بڑھا سکتے ہیں۔ ❹

۱۴- فیس اور سود کی شکل میں اضافی رقوم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ❺

۱۵- عالمی سطح پر بینک کے نام کی تشہیر۔ ❻

---

① (بطقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٦)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۵۰، دار الاشاعت)

③ (بطاقات الائتمان البنيكة في الفقه الإسلامي، ص: ٦٦)

④ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۵۰)

⑤ (حوالا سابق)

⑥ (بطاقات الائتمان المصرفية (بيت التمويل الكويتي) مجلةمجمع الفقه الإسلامي: ٣٥٤/٧)

بینک کو تاجروں سے حاصل ہونے والے فوائد

بینک (کارڈ جاری کنندہ) جیسے کارڈ ہولڈر سے مختلف فوائد حاصل کرتے ہیں، ایسے ہی تجار سے بھی بہت سارے منافع حاصل کرتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱-تاجروں سے حاصل ہونے والا اساسی اور بنیادی نفع، جس پر تقریباً کریڈٹ کارڈ کا مدار ہے، وہ بینک کا ہر بل پر مخصوص فیصدی کمیشن کا وصول کرنا ہے۔ ❶

یہ کمیشن کبھی ایک فیصد ہوتا ہے اور کبھی آٹھ فیصد، جب کہ عمومی طور سے ۲ سے ۴ فیصد تک ہوتا ہے۔ ❷

۲-تاجر کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے فراہم کردہ مشین (جس کے ذریعے سے کارڈ کو چیک کیا جاتا ہے) کی فیس بھی ادا کرتا ہے۔ ❸

کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد

کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد متنوع اور متعدد ہیں، یہاں ان کی شرعی حیثیت سے بحث نہیں، بلکہ موجودہ معاشی نظام میں جن امور کو فوائد میں شمار کیا جاتا ہے، ان کا تذکرہ مقصود ہے، اگرچہ ان میں کئی چیزیں شرعاً ممنوع اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، ذیل میں کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد کو ذکر کیا جاتا ہے:

۱-مال کی حفاظت۔ ❹

---

① (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله: ١٣، مجلة المجمع الفقه الإسلامي: ٣٨١،٣٦٥/٧)

② (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٢٩٨/٧)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٦)

④ (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٤-مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٥٩/٧، ٣٠٨،٣٨٣)

۲-نقدرقم ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے جان کی حفاظت۔ ❶

۳-ضرورت حاجت، یا چاہت کے مطابق جو بھی خریداری کرنا چاہے تو کارڈ کے ذریعے فوراً خرید سکتا ہے۔ ❷

۴-کارڈ ہولڈر کو خریداری وغیرہ کرنے کے لیے رقم نکالنے کے لیے بینک نہیں جانا پڑتا ہے اور چیک جمع کر کے اس کی رقم لینے کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑتا ہے۔ ❸

۵-خریداری کے بعد ادائیگی کے لیے نقد رقم، یا چیک دینے کی نوبت نہیں آتی۔ ❹

۶-خریداری اور ادائیگیوں کے حساب کو درست اور محفوظ کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ ❺

۷-سامان واشیاء کی خریداری کے بعد تاجروں کو ان کی قیمت کی ادائیگی کا با اعتماد ذریعہ ہے۔ ❻

۸-فخر ومباحات کا سبب ہے، کیوں کہ عام طور سے یہ صاحب ثروت لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ ❼

۹-کارڈ ہولڈر کو بینک کے ذریعے ادائیگی کی تاریخ تک انٹرسٹ فری کریڈٹ

---

① (المرجع السابق)

② (بطاقات الائتمان لبكر بن عبدالله، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۱۰٦۹/۸)

③ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۴۹)

④ (حوالہ سابق)

⑤ (بطاقات الائتمان، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۱۰٦۹/۸)

⑥ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٤)

⑦ (بطاقات الائتمان للمقري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۰۰۰/۷)

ملتا ہے۔ ❶

۱۰- بسا اوقات خریداری پر ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔ ❷

۱۱- قسط وار ادائیگی کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ ❸

۱۲- دنیا کے کسی بھی خطے میں کارڈ کے ذریعے نقد رقم حاصل کی سکتی ہے۔ ❹

۱۳- بعض کارڈ جاری کنندہ اپنے صارفین کو مخصوص سہولیات بھی فراہم کرتے ہیں کہ وہ تجارتی مراکز میں مخصوص خریداری کریں، اسی طرح خریدی گئی اشیاء کی ضمانت (گارنٹی) بھی دی جاتی ہے۔ ❺

۱۴- لائف انشورنس، یا دیگر انشورنس کی سہولت بھی مہیا کی جاتی ہے، کبھی اس کی فیس لی جاتی ہے اور کبھی یہ سہولت مفت فراہم کی جاتی ہے۔ ❻

۱۵- بینک کی طرف سے اس بات کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے کہ خریدی گئیں اشیاء مطلوبہ معیار کے مطابق ہوں، بصورت دیگر کارڈ ہولڈر کو اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے، بعض ممالک میں ۶۰ دن کے اندر اندر یہ معاملہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ❼

۱۶- بعض بینک کارڈ ہولڈر کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعے انعامات اور تحفے

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۴۹)

② (بطاقة الائتمان لبكربن عبدالله، ص: ١٥)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٤)

④ (بطاقات الائتمان البنكية(بيت التمويل الكويتي)مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٥٣/٧)

⑤ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٣)

⑥ (المرجع السابق)

⑦ (بطاقات الائتمان، للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣٠٠/٧)

دیتے ہیں، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ ان کا جاری کردہ کارڈ استعمال کریں۔ ①

۱۷- کارڈ ہولڈر کو بکنگ میں ترجیحی بنیادوں کی سہولت، میڈیکل انشورنس اور دیگر قانونی خدمات بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ ②

۱۸- حامل کارڈ کو قرض کی سہولت دی جاتی ہے۔ ③

۱۹- مقرر شدہ حد میں رہتے ہوئے کارڈ جاری کنندہ کے ممبروں کی طرف سے نصب کردہ الیکٹرانک مشینوں سے داخلِ ملک یا خارجِ ملک، کہیں بھی نقد رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔ ④

۲۰- گاڑیوں کی خریداری، یا رینٹ پر لینے کی سہولت اور ڈاک (پارسل) کے ذریعے خریداری بواسطہ کاڈ جاری کنندہ کی ضمانت کے ساتھ۔ ⑤

۲۱- ملکی اور عالمی سطح پر نقد رقم کی ادائیگی کے بغیر خریداری اور سہولیات کا حصول اور کسی بھی ملک کی کرنسی کے ذریعے خریداری کی سہولت۔ ⑥

۲۲- کارڈ کے چوری ہونے اور غلط استعمال پر ایک معین رقم سے زیادہ

---

① (بطاقات الائتمان، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۱۰۷۰/۸)

② (المرجع السابق)

③ (بطاقة الائتمان دراسة شرعية عملية موجزة للدكتور رفيق المصري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۱٦/۷)

④ (بطاقات الائتمان المصرفية (بيت التمويل الكويتي) مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۵۳/۷)

⑤ (المرجع السابق)

⑥ (بطاقات الائتمان المصرفية، مجلة المجمع الفقه الإسلامي: ۳۵۳/۳)

نہ کاٹے جانے کی ضمانت۔❶

۲۳-تاجر عدم ادائیگی کی صورت میں کارڈ ہولڈر سے مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ جاری کنندہ اس سے مطالبہ کا حق رکھتا ہے۔❷

۲۴-کارڈ کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بغیر حرج اور شک وشبہ کے حامل کارڈ قرض حاصل کرسکتا ہے، کارڈ کے قابل استعمال ہونے کے لیے اس پر کارڈ ہولڈر کے حوالے سے ایک تاریخ (انتہا) درج کی جاتی ہے، جو روزمرہ کے معلاملات اور تجارتی امور انجام دینے میں مساعد ومددگار ہوتی ہے۔❸

۲۵-ان کارڈوں کے ذریعہ انٹرنیٹ پر خریداری کی جاسکتی ہے، کیوں کہ یہ اس نظام میں معتبر جانے جاتے ہیں۔❹

۲۶-بعض کارڈوں میں یہ سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے کہ کارڈ ہولڈر ان کے ذریعے کیلکولیٹر یا حسابی مشین سے بنک میں اپنے مالیاتی حساب کتاب کو اچھے انداز سے معلوم کرسکتے ہیں۔اس کے علاوہ سرکاری اوقات سے ہٹ کر دیگر اوقات میں بھی رقوم منتقل کی جاسکتی ہیں، جب کہ بعض ترقی یافتہ ممالک نے ایسی مشینیں ایجاد کی ہیں، جو کارڈوں کے ذریعے چلائی جاسکتی ہیں، وغیرہ۔❺

---

① (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٥)

② (المرجع السابق)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٣)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٤)

⑤ (المرجع السابق، ص: ٦٥)

تاجروں کو حاصل ہونے والے فوائد

کارڈ کے ذریعے تاجروں اور دیگر خدمات فراہم کرنے والے تجارتی مراکز کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں، تاجروں کو حاصل ہونے والے فوائد درج ذیل ہیں:

۱- تاجروں کو ایک جدید اور بہتر طور سے عالمی سطح پر گاہک دستیاب ہوتے ہیں۔ (۱)

۲- کارڈوں کے ذریعے فراہم کی جانے والی سہولیات کے پیش نظر ہر طرح کے لوگ حتی کہ بعض غریب اور نادار بھی ان کے ذریعے خریداری کو ترجیح دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی خوب بکری ہوتی ہے۔

۳- اشیاء کی فروختگی اور سہولیات کی فراہم کے بعد عوض کا وصول کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ (۲)

۴- تاجر رقم کے شمار کرنے اور اسے بینک میں جمع کرانے کی زحمت سے بچ جاتا ہے۔ (۳)

۵- رقم کی حفاظت سے بے خوف ہو جاتا ہے، نقد رقم ہو تو اس کے چوری ہونے کا ہر وقت خدشہ رہتا ہے۔ (۴)

۶- جو بھی سامان فروخت کرتا ہے، اس کے عوض کی وصولیابی یقینی ہوتی ہے۔

۷- ادھار اور ڈسکاؤنٹ کی سہولت دینے پر خریدار زیادہ سے زیادہ خریداری کر کے تاجروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (۵)

---

(۱) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٧)

(۲) (بطاقة الائتمان للدكتور رفيق المصري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣١٦/٧)

(۳) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۴۹)

(۴) (حوالا سابق)

(۵) (حوالا سابق)

۸-کارڈ کے ذریعے خریداری کے بعد مقررہ وقت پر کی گئی خریداریوں کا حساب پیش کر کے وہ باآسانی انہیں وصول کرلیتا ہے۔❶

۹-کارڈ قبول کرنے والے کو دیگر تاجروں پر برتری حاصل ہوتی ہے۔❷

۱۰-مختلف انعامی سکیموں اور تحفوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ گاہک مہیا ہوتے ہیں۔❸

۱۱-کارڈ جاری کنندہ کو دیے ہوئے کمیشن کے حساب سے تاجر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کر کے اپنے نفع کو یقینی بنالیتا ہے۔❹

۱۲-نقد رقم پاس نہ ہونے کی وجہ سے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے حادثات میں نقصان سے بچ جاتا ہے۔❺

۱۳-بینک تاجر کو خریداریوں کی ادائیگی کی گارنٹی فراہم کرتا ہے۔❻

۱۴-بعض ترقی یافتہ ممالک میں جدید اشیاء کی مکمل خریداری ادھار کی صورت میں ہوتی ہے، نادر اشیاء کی خرید وفروخت نقد ادائیگی کی صورت میں کی جاتی ہے، لہٰذا قسط وار ادائیگی کی بنیاد پر اشیاء فروخت کر کے تاجر زر کثیر حاصل کرتے ہیں۔❼

---

① (بطاقات الائتمان المصرفية، مجلة الفقه الإسلامي: ۳۵٤/۷)

② (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٦)

③ (المرجع السابق، ص: ١٥)

④ (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۰۱/۷)

⑤ (بطاقات الائتمان المصرفية(بيت التمويل الكويتي)مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۵٤/۷)

⑥ (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٦)

⑦ (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۰۱/۷)

۱۵- کارڈ کے ذریعے بیع وشراء کی صورت میں تاجر کو ایسے ادھار سے واسطہ نہیں پڑتا، جس کی وصولیابی معدوم ہو۔ ❶

۱۶- کارڈ کے استعمال نے تاجروں کو کیشروں کی خیانتوں سے مامون کر دیا ہے۔ ❷

واسطہ بننے والے ادارے، یا کمپنی کو حاصل ہونے والے فوائد

کارڈ جاری کرنے والے عالمی اداروں اور کارڈ ہولڈر کے درمیان واسطہ بننے والے مقامی ادارے اور کمپنیاں بھی کارڈ کے ذریعے بعض فوائد حاصل کرتے ہیں:

۱- بطور واسطہ کے مذکورہ کمپنیاں جو خدمات انجام دیتی ہیں، کارڈ جاری کنندہ ان کو اس کی فیس دیتا ہے۔

۲- اس کے علاوہ ادائیگی میں معاونت اور کارڈ کے حوالے سے دیگر خدمات کا بھی ان کو عوض دیا جاتا ہے۔ ❸

عمومی اور معاشرتی فوائد

مختلف اطراف کارڈ کو حاصل ہونے والے فوائد کے نتیجے میں کارڈ کے ذریعے معاملات کو انجام دینے کے عمل میں وسعت پیدا ہوگئی ہے، عمومی اور معاشرتی فوائد کا خلاصہ یہ ہے:

۱- کارڈ کے استعمال سے بازار میں تیزی کا رجحان پیدا ہوتا ہے، اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔

---

① (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٧)

② (المرجع السابق)

③ (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٦)

۲-کارڈ کے ذریعے معاملات انجام دینے کی وجہ سے کاغذی کرنسی کے رواج میں کمی آرہی ہے، اس سے لوگ چوری اور گمشدگیٔ اموال اور ان کی حفاظت جیسے معاملات سے بچ جاتے ہیں۔ ❶

۳-لوگوں کو ضروریات اور خواہشات پوری کرنے کے لیے قرض کی سہولت میسر آجاتی ہے۔

۴-حکومتیں کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں پر ٹیکس لگا کر ملک کے لیے زر کثیر حاصل کرتی ہے، اور انہیں قومی منصوبوں پر صرف کرتی ہیں، ۱۹۹۳ء میں امریکہ میں کارڈ جاری کرنے والی کمپنیوں کی کمائی کی شرح وہاں کی گاڑیاں بنانے کی بڑی کمپنیوں کی شرح سے کئی گناہ زیادہ تھی۔ ❷

کریڈٹ کارڈ کے مضر و منفی پہلو

کریڈٹ کارڈ کے مثبت پہلوؤں کو شرح وبسط کے ساتھ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے، یہ کارڈ جس طرح فوائد کا حامل ہے، ایسے ہی اس کے استعمال میں بہت سارے معاشی اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی نقصانات کا ہونا واضح ہے، سب سے بڑا نقصان اس طرح کے کارڈوں کے استعمال میں ایک مسلمان کا سود جیسی بری لعنت میں مبتلا ہونے کا ہے("أعاذنا الله منه) ❸

کارڈ جاری کنندہ کو لاحق ہونے والے نقصانات

۱-کارڈ جاری کرنے کی پالیسیوں کی وجہ سے کارڈ جاری کنندہ کو ہر سال ایک

---

① (بطاقات الائتمان لعلي القري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۳۰۲/۷، ۳۰۳)

② (البطاقات الدائنية، ص: ۲۲۰)

③ (بطاقات الائتمان للدكتور وهبة الزحيلي، ص: ٤)

بڑی تعداد میں ایسے دیون سے واسطہ پڑتا ہے، جن کی وصولی معدوم ہوتی ہے۔ ❶ یعنی ہر سال بینک کو بہت سارے ایسے کارڈ ہولڈروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے، جن کی طرف سے اس نے ادائیگی کردی ہوتی ہے، جب کہ ان کی طرف سے ابھی تک واجب الاداء رقوم کی واپسی نہیں کی گئی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اسے مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲-بعض دفعہ کارڈ ہولڈر کارڈ کو ایک لمبی اور طویل مدت تک استعمال میں نہیں لاتے ہیں، ان غیر استعمال شدہ کارڈوں کی وجہ سے بینک کو مزید مالی مشقت برداشت کرنی ہوتی ہے۔ ❷

۳-کارڈوں کے زیادہ استعمال کی وجہ سے بینک کے مالی نظام پر برے اثرات مرتب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی طرح کارڈوں کے ذریعے حاصل کیے گئے قرضوں میں اضافے اور زیادتی کی وجہ سے بینک کو دیگر شعبوں میں سرمایہ کاری میں کمی کرنا پڑتی ہے۔ اگر عوام کارڈ کے استعمال کو اسباب گرانی میں جان کر اس کا استعمال ترک کریں تو یہ بھی کارڈ جاری کنندہ کے نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔ ❸

۴-کارڈ ہولڈر اور تاجروں کو جھوٹ اور کارڈوں کے غلط استعمال کو روکنے کے سلسلے میں بینکوں کا آپس میں تعاون نہ کرنا بھی کارڈ جاری کنندہ کے لیے نقصان کا سبب بنتا ہے۔ ❹

کارڈ ہولڈر کو لاحق ہونے والے نقصانات

۱-سود جیسی قبیح لعنت میں مبتلاء ہونا، عالم عرب کے ایک معروف معاشی ماہر کا

---

① (البطاقات الدائنية للعصيمي، ص: ۱۳۱، ۱۳۲)

② (المرجع السابق، ص: ۲۲۷، ۲۲۸)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦٠)

④ (المرجع السابق)

اعتراف اس بارے میں کچھ یوں ہے:

''اقتصادی کاروبار میں عام طور پر کریڈٹ کارڈ سے ان لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا جو بینک سے سودی کاروبار کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے بینک اکاؤنٹ میں سرمایہ تاخیر سے ڈالنے کی صورت میں اضافی رقم دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں، لیکن اس مسلمان کے لیے خطرہ بالکل واضح ہے جو اصول دین کا پابند ہے، اور سودی کاروبار کرنے، یا بینک کی اضافی رقم کو استعمال کرنے سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے''۔ ❶

۲-قرضوں کے بوجھ تلے دب جانا: کارڈ ہولڈر کے پاس بسا اوقات نقد رقم نہیں ہوتی ہے، مستقبل میں رقم آنے کی امید پر وہ خریداری کرتا ہے، حالاں کہ اس کو اس خریداری کی سچی طلب بھی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا ان بے طلب خریداریوں کے نتیجے میں وہ قرضوں کے بوجھ تلے دب جائے گا۔ ❷

۳-جھوٹی طلب پر کی گئی خریداریوں کے نتیجے میں جب عام آدمی مقروض درمقروض ہوگا، تو اس کے پاس وقت ضرورت کے لیے بقدر ضرورت بھی رقم باقی نہیں رہتی۔

۴-کارڈ کے ذریعے خریداری کی صورت میں حامل کارڈ لازماً اسراف کا مرتکب ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے فی الفور ادائیگی نہیں کرنی ہوتی، لہٰذا بلا ضرورت، یا ضرورت سے زائد محض خواہشات کی تکمیل کے لیے خریداری کرتا ہے۔

۵-کارڈ کے اشو کروانے سے لے کر استعمال اور گم ہوجانے یا ضائع ہونے کی

---

① (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ٤، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۶۴)

② (بطاقة الائتمان، لبكر بن عبدالله، ص: ١٧)

صورت میں ادا کی جانے والی فیسیں بھی صارف پر ایک گراں بوجھ سے کم نہیں۔

۶- بڑے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کارڈ چوری ہو جائے، یا کوئی حامل کارڈ سے زبردستی چھین لے اور اس کا پن کوڈ معلوم کر کے اس کو اپنی مرضی سے استعمال کرے۔ ❶

۷- کارڈ ہولڈر فضول خرچی میں مبتلا ہوتا ہے۔

تاجروں کو لاحق ہونے والے نقصانات

۱- تاجر اگر کارڈ کو صحیح طور سے جانچے بغیر کہ یہ قابل استعمال ہے یا نہیں، حامل کارڈ کے دستخط کے مطابق ہے یا نہیں؟ اسی طرح حد مقررہ کی رعایت کیے بغیر اشیاء فروخت کرے گا، تو وہ مالی خسارہ میں مبتلا ہوگا۔ ❷ کیوں کہ بینک اس طرح کے معاملات کی ذمہ داری نہیں قبول کرتا ہے۔

۲- اگر بینک کچھ مدت، اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، تاجروں کو کی گئی خریداریوں کی ادائیگی نہ کریں، تو ان کے بہت سارے تجارتی معاملات خسارے اور افلاس کا شکار ہو جائیں گے۔

عمومی اور معاشرتی نقصان کے پہلو

ماقبل میں ذکر کردہ نقصانات کے علاوہ بھی کچھ ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ اور معیشت عمومی طور سے نقصانات کا شکار ہو جاتے ہیں:

۱- ترقی پذیر ممالک کو کارڈ کا استعمال مالی طور سے کمزور کر دیتا ہے، کیوں کہ اس کے استعمال سے صارفین پر قرضوں، جرمانوں، سودی فوائد وغیرہ کا ایک سیلاب امڈ آتا ہے،

---

① (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ١٧)

② (بطاقات الائتمان البنيكة في الفقه الإسلامي، ص: ٦٠)

بالآخر کارڈ ہولڈر عدم ادائیگی، یا تاخیر کی وجہ سے سودی جرمانوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ❶

۲- پورا معاشرہ سودی قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتا ہے، عام صارفین پر قرضوں کا ایسا بوجھ چڑھ جاتا ہے جسے اتارتے اتارتے ساری عمر ختم ہو جاتی ہے۔ ❷

۳- کارڈ کی وجہ سے کاغذی کرنسی کے تعامل میں کمی آ جاتی ہے، حتی کہ بینک بھی انہیں کم مقدار میں جاری کرتے ہیں، جب کہ کارڈ کے استعمال پر لوگوں کو مختلف عنوانات سے فیس ادا کرنی پڑتی ہیں، نقد رقوم کے استعمال میں صارف ان فیسوں سے بچ جاتا ہے۔

۴- سب سے بڑا خطرہ جو کارڈ کے رواج اور استعمال میں ہے جس کا ذکر ہم گذشتہ ابحاث میں بھی کر چکے ہیں، وہ یہ کہ کارڈ نے کاغذی کرنسی کی جگہ متبادل کے طور پر رواج پا لیا تو عالمی طور سے دولت چند لوگوں کے ہاتھ آ جائے گی اور وہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں گے لوگوں پر حکومت کریں گے۔ ❸

کریڈٹ کارڈ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

کریڈٹ کارڈ کو عربی میں "البطاقة الائتمانية" کہتے ہیں، چوں کہ عربی میں یہ دو جملوں سے مل کر بنا ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ تعریف کے بعد پھر مجموعہ کی تعریف ذکر کی جائے گی۔

بطاقۃ کی تعریف

بطاقات، بطاقۃ کی جمع ہے، کتابۃ کے وزن پر، جیسے کہ صاحب تاج العروس نے ذکر کیا ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "البطاقة بمعنى الورقة" کاغذ کے چھوٹے سے

---

① (بطاقة الائتمان، لبكر بن عبدالله، ص: ١٧)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٦١)

③ (المرجع السابق)

ٹکڑے کو کہا جاتا ہے، جب کہ علامہ جوہری کہتے ہیں کہ کپڑے پر چسپاں اس رقعے کو کہا جاتا ہے جس میں سامان کی قیمت، وزن یا عدد مذکور ہوتا ہے، بعض حضرات اسے مصری زبان کا لفظ قرار دیتے ہیں، جب کہ دوسرے بعض اسے مصری زبان کے ساتھ مقید نہیں کرتے، بلکہ اسے عام قرار دیتے ہیں۔

ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ ابن الاعرابی کا قول اس بارے میں صحیح ہے کہ یہ ورقہ کے معنی میں ہے۔ (1)

لفظ بطاقۃ کا ثبوت حدیث سے

لفظ بطاقۃ کا استعمال حدیث شریف میں بھی آیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله سيخلص رجلاً من أمتي على رؤس الخلائق يوم القيمة، فينشر عليه تسعة وتسعين سجلاً، كل سجل مثل مدالبصر، ثم يقول: أتنكر من هذا شيئاً؟ أظلمك كتبيتي الحافظين، فيقول: لا يارب!، فيقول: أفلك عذرٌ؟، فيقول: لا يارب!، فيقول: بلى! إن لك عندنا حسنة؛ فإنه لا ظلم عليك اليوم، فتخرج بطاقة فيها: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، فيقول: احضر، وزن، فيقول: يارب! ماهذه البطاقة مع هذه السجلات؟، فقال: إنك لا تظلم، قال: فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة، فطاشت السجلات وثقلت

(1) (لسان العرب لابن منظور: حرف القاف، تحت مادة ب ت ق: ١٠١/١، قديمي كراتشي)

البطاقة، فلایثقل مع اسم اللّٰه شیئ". ❶

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے میرے ایک امتی کو لائیں گے، اس کے سامنے اس کے (اعمال نامے) کے ننانوے دفتر کھولیں گے، ہر دفتر تا حد نگاہ لمبا ہوگا، پھر ارشاد فرمائیں گے: کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکاری ہے، کیا میرے لکھنے والے (حفظہ) فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ تو وہ بندہ عرض کرے گا: نہیں اے میرے رب! پھر (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائیں گے: کیا تیرا کوئی عذر ہے؟ یعنی ان اعمال ناموں کے بارے میں) تو وہ بندہ کہے گا: نہیں اے میرے رب!، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آج تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، پس ایک کاغذ (کا ٹکڑا) نکالا جائے گا جس میں: "أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أن محمداً عبده ورسوله" (لکھا ہوا ہوگا)، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اس کا وزن کروالو، وہ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! اس چھوٹے سے کاغذ کے ٹکڑے کا ان بڑے دفتروں کے ساتھ کیا مقابلہ، تو اللہ ارشاد فرمائیں گے کہ آپ کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا، راوی کہتے ہیں: پھر ان دفتروں کو ایک پلڑے میں اور اس کاغذ کو (جس میں کلمہ لکھا ہوا ہوگا) دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، تو وہ دفتروں والا پلڑا ہوا میں اڑنے لگے گا اور وہ کاغذ بھاری ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بطاقۃ ایک فصیح عربی کلمہ ہے اور یہ کاغذ (کے ٹکڑے) یا پرچی کے

---

① (رواه الترمذي في سننه، كتاب الإيمان، باب جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا اللّٰه: ٤٥٥/٣، رقم الحديث ٢٦٣٩، دار الكتب العلمية، وابن ماجه في سننه كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة اللّٰه يوم القيمة: ٦٧١/٥، ٦٧٢، رقم الحديث: ٤٣٠٠، دار الجيل، بيروت، والحاكم في المستدرك على الصحيحين، كتاب الإيمان: ١٠١/١، رقم الحديث: ٩، قديمي كراتشي)

معنی میں مستعمل ہے، یہی بطاقات کا اصلی معنی ہے، پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ اس میں ترقی ہوئی اور یہ دھات سے بنایا جانے لگا، اس پر کارڈ نمبر اور حامل کارڈ کا نام کھدا ہوا ہوتا ہے، پھر اس میں مزید ترقی ہوئی اور یہ پلاسٹک سے بنایا جانے لگا۔ ①

کارڈ کی فنی اور اصطلاحی تعریف

پلاسٹک کا بنا ہوا ۵.۵ سینٹی میٹر سے ۸.۵ سینٹی میٹر تک کا ایک مستطیل ٹکڑا جس پر حامل کا نام، تاریخ اصدار وانتہاء، کارڈ جاری کنندہ کا نام، اور حامل کارڈ کی ظاہری علامت (اگر موجود ہو تو) جلی حروف میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کارڈ کی عالمی کمپنی اور بینک کی مخصوص علامت واضح طور پر پرنٹ ہوئی ہوتی ہے۔ اس کی پشت پر بعض اہم معلومات درج ہوتی ہیں، جیسے کارڈ کی نوعیت، اس کا سیریل نمبر اور کارڈ ہولڈر کا شخصی نمبر، بینک اور کارڈ جاری کنندہ کی مہر اور کارڈ جاری کنندہ کا رابطہ اور پتہ اور کارڈ ہولڈر کے دستخط وغیرہ۔ ②

ایک اور جگہ اس کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

یہ پلاسٹک یا کسی دھات کا بنا ہوا ایک کارڈ ہے، جسے بآسانی اپنے پاس محفوظ رکھا جا سکتا ہے، اس پر کارڈ جاری کیے جانے کی تاریخ، اس کے ختم ہونے کی تاریخ، کارڈ کا مخصوص نمبر وغیرہ ایک خاص طریقے سے ابھرے ہوئے یا کندہ ہوتے ہیں، یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو جاری کرنے والا بینک کسی ایسے شخص یا ادارے کو جاری کرتا ہے جس کا بینک کے ساتھ اس کارڈ کے اجراء کے سلسلے میں معاہدہ ہوا ہوتا ہے۔ ③

---

① (البطاقات الائتمانية، تعريفها وأخذالرسوم على إصدارهاوالسحب النقدى بها، ص: ۱،۲)

② (البطاقات الدائنية للعصيمي، ص: ۹۵)

③ (سودی بینکاری اور اسلامی بینکاری، ص:۵۸)

کریڈٹ (الائتمان) کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

کریڈٹ انگریزی زبان کی اصطلاح ہے، کریڈٹ عصر حاضر کے معروف معنی میں پہلے استعمال نہیں ، ہوا، البتہ اس کے شواہد اور استیناس بعض حضرات نے ذکر کیے ہیں، جو عنقریب آپ حضرات کے سامنے بیان کیے جائیں گے۔

کریڈٹ (Credit) کے معنی کے بارے میں اقتصادیات سے بحث کرنے والے معاصر علماء میں اختلاف ہے، اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ کریڈٹ (الائتمان) قرض کے معنی میں ہے، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالوہاب ابو سلیمان کی رائے ہے، جب کہ ان کے علاوہ باقی حضرات اسے اعتماد کے معنی میں لیتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

قول اول: کریڈٹ بمعنی الإقراض

ڈاکٹر ابو سلیمان عبدالوہاب صاحب کہتے ہیں کہ عام طور سے ماہرین اقتصادیات اور بینکار حضرات کریڈٹ کا ترجمہ الائتمان (بمعنی اعتماد) کے کرتے ہیں، اور وہ اسے کریڈٹ کا ترجمہ قرار دیتے ہیں، جب کہ انگلش ڈکشنریوں کی مراجعت سے اس کے بہت سارے معانی سامنے آتے ہیں۔ عام طور سے اس کا اطلاق آدمی کے مرتبے، اس کی عزت وتوقیر اور نسبت پر ہوتا ہے، کسی کی برابری کا اعتراف کرنا، اچھی شہرت، ابتداء واعتماد اور بینک میں موجود اس کے اکاؤنٹ اور بیلنس کو بھی انگریزی میں کریڈٹ کہتے ہیں، اسی طرح ثمن کی ادائیگی میں معتمد ہونے کی وجہ سے اس کی ادائیگی سے قبل اپنی ضروریات کے حصول پر قدرت پانا، کسی کے حصوں کا اعتراف کرنا، امتحان میں امتیازی مرتبے سے کامیاب ہونے کی وجہ سے ملنے والے بلند علمی مرتبہ، اور تجارتی معاملات میں شہرت اور

مرتبہ وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔①

یہی وہ معانی ہیں جن سے ائتمان کے معنی کی تخصیص ہوتی ہے جو کہ اس بحث کا محور ہے۔

(Card) کے بھی بہت سارے معانی ہیں، ان میں سے سب سے مشہور اور معروف یہ ہے کہ کارڈ پلاسٹک کے بنے ہوئے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں، جسے کوئی بنک جاری کرتا ہے، یا کوئی اور ادارہ، کارڈ ہولڈر کے لیے، اس پر کارڈ ہولڈر سے متعلق بعض امور درج ہوتے ہیں، اگر کریڈت کے قبیل سے ہو تو اسے نقد رقم کے حصول یا دین کے حصول کی غرض سے جاری کیا جاتا ہے۔②

کریڈٹ کارڈ کے معنی آکسفورڈ ڈکشنری میں یوں مذکور ہے: کارڈ ہولڈر کے لیے بینک یا کسی اور ادارے کی طرف سے جاری کردہ کارڈ، اشیاء ضرورت کو بصورت دین حاصل کرنے کے لیے۔③

امریکہ کی فیڈرل گورنمنٹ نے تجارتی اور اقتصادی قانون میں وضاحت کی ہے کہ کریڈٹ کا مطلب یہ ہے کہ دائن کسی شخص کو مستقبل میں ادائیگی کی بنیاد پر قرض فراہم کرے، یا اشیاء کی فروختگی اور خدمات کی فراہمی کی وجہ سے وجود میں آنے والا دین، جس کی ادائیگی بعد میں کی جائے گی۔

برطانیہ کے قانون برائے اقراض میں صراحت کردی گئی ہے کہ کریڈٹ سے

---

① The Concise Oxford Dictionoey(Printed in U.S.A Cretid (Card PO272)) بحوالہ: البطاقات البنکیة للدکتور عبدالوھاب: ٢٠)

② (المرجع السابق)

③ (المرجع السابق)

مراد وہ دین ہے جو نقد کی شکل میں ہو، یا دوسری کسی مالی صورت میں ہو۔

اس تفصیل کے بعد ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کہتے ہیں کہ ماقبل کی بحث سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ کریڈٹ تجارتی اور اقتصادی اقراض (قرض فراہم کرنے) کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس نوع کے کارڈوں کے لیے مناسب عنوان "بطاقات الإقراض" ہے، اس کے بعد اقتصادی اصطلاحات کے معاجم سے دو تعریفیں مزید اس کی تائید میں ذکر کی ہیں۔ ❶

قول ثانی: کریڈٹ بمعنی الثقہ (اعتماد)

عام ماہرین اقتصادیات کے نزدیک کریڈٹ اس اعتماد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں کوئی شخص یا مالیاتی ادارہ اسے مستقبل میں ادائیگی کی بنیاد پر ضروریات پوری کرنے کی قدرت دیتا ہے۔ ❷

الائتمان کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

الائتمان "الأمان" اور "الأمانة" سے باب افتعال کا مصدر ہے، جب کہ الأمان، سچائی، اطمینان، عہد، طرف داری کو کہتے ہیں، اور مامون بہ (جس کے ذریعے دوسرے کو امن والا بنایا جاتا ہے) وہ اعتماد ہے۔ ❸

أمن علی ماله عند فلان، اس وقت کہا جاتا ہے جب مال کو کسی کے ضمان میں رکھوایا جاتا ہے، اور جب کسی معاملے میں کسی کو امین (امانت دار) بنایا جائے تو کہا جاتا

---

① (البطاقات البنيكة للدكتور عبدالوهاب، ص: ٢٠ - ٢٧)

② (البطاقات الائتمانية للدكتور صالح بن محمد الفوزان، ص: ٢)

③ (محيط المحيط لبطرس البستاني، ص: ١٧، مكتبة لبنان بيروت)

ہے کہ ائتمن فلاناً علی کذا. ❶ اور أمنت غیري، میں نے دوسرے کو امن دے دیا، اور جس چیز کے ذریعے امان دیا جاتا ہے وہ ثقہ اور اعتماد ہے۔❷

ماہرین اقتصادیات کے نزدیک ائتمان کی تعریف یہ ہے کہ ''موجودہ قیمت (یعنی اشیاء سامان وغیرہ) کا تبادلہ کرنا اس کے برابر قیمت مؤجلہ کے وعدے کے مقابلے میں اور غالباً یہ قیمت نقد میں ہوتی ہے۔❸

بعض حضرات نے اس کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ فوری ادائیگی کیے بغیر اشیاء وسامان، یا خدمات کے استعمال کا حق فراہم کرنا۔❹

جب کہ بینک کی اصطلاح میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ کسی شخص کو ایک معین مبلغ کا اعتماد جاری کرتا ہے۔❺ اور مالیاتی شعبوں میں ائتمان اس قرض کو کہتے ہیں جو بینک کسی بھی شخص کو فراہم کرتا ہے۔❻

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ائتمان اس اعتماد پر مبنی ہے، جس کا اس شخص میں بھرپور طور سے پایا جانا ضروری ہے جو اس کی وجہ سے سہولیات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

فقہائے متقدمین میں سے کسی نے بھی ائتمان کی اصطلاحی تعریف ذکر نہیں کی ہے، البتہ قرآن وحدیث میں اس کی طرف اشارات وارد ہوئے ہیں، قرآن مجید میں اللہ

---

① (المنجدفي اللغة والإعلام، ص: ١٨، دار الشرق، بيروت)

② (لسان العرب لابن منظور: ١٠٦/١، دار الحديث، القاهرة)

③ (النظرية الاقتصادية، أحمد جامع: ٢ / ٢٤، دار النهضة العربية، القاهرة)

④ (موسوعة المصطلحات الاقتصادية والإحصائية، هيكل عبدالعزيزفهمي، ص: ١٩٢، دار النهضة العربية، لبنان بيروت)

⑤ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٤٤)

⑥ (موسوعة المصطلحات الاقتصادية، ص: ٣، مكتبة القاهرة الحديثية)

تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿یاأیھا الذین آمنوا إذا تداینتم بدین إلی أجل مسمی فاکتبوہ﴾. ❶

ترجمہ: اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک معیاد معین تک اس کو لکھ لیا کرو'۔ (بیان القرآن)

اس آیت کریمہ میں دین سے متعلق بہت سارے احکام بیان ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دین کی کتابت اور اس پر گواہ قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ضمن میں ائتمان کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فإن أمن بعضکم بعضاً فلیؤد الذی اؤتمن أمانتہ ولیتق اللہ ربہ﴾. ❷

ترجمہ: (جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے) اس کو چاہیے کہ دوسرے کا حق ادا کرے، اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے۔ (بیان القرآن)

معنی یہ ہے کہ حالت سفر میں اگر کاتب، گواہ اور رہن بھی دستیاب نہ ہو تو مدیون پر اعتماد کرنا چاہیے کیوں کہ اسے دین کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مدیون کو اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ دائن کے حسن ظن پر پورا پورا اترے اور اسے اس کا وہ حق ادا کرے، جس میں اس نے اس پر اعتماد کیا تھا۔ ❸

---

① (البقرة: ٢٤٢)

② (البقرة: ٢٤٣)

③ (الزمخشري، أبو القاسم جار الله محمود بن عمر بن أحمد، تفسير الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل: ١/٣٢٤، دار الكتب العلمية)

بعض مفسرین نے ائتمان کی اصطلاح کو مدیون پر اعتماد کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسا کہ علامہ طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے:

"أنه ليس لرب الدين ائتمان المديون وهوواجدإلى الكاتب والكتاب والإشهادعليه سبيلاً. ❶

یعنی دائن کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ کاتب، کتاب، اور گواہوں کی موجودگی میں مدیون پر اعتماد کرے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ کتابت کروائے اور گواہ قائم کرے۔

حدیث شریف میں ائتمان کے عمومی معنی کی طرف اشارہ ملتا ہے: حضرت عمرو بن شعیب کی روایات میں: "لاضمان على مؤتمن". ❷ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "أد الأمانة إلى من ائتمنك ولاتخن من خانك". ❸

ان دونوں حدیثوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ''مؤتمن'' کا اطلاق اس شخص پر فرمایا ہے جو دوسرے کے مال کو اس کی اجازت سے امانت رکھے۔

انہی اشارات کی بنیاد پر بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے: اعتماد ہی کی بنا پر دوسرے کو مال فراہم کیا جاتا ہے، چاہے عین مال میں تصرف کی غرض سے ہو، جیسے دین یا ضمان کی صورت میں یا منفعت میں تصرف کی غرض سے ہو، جیسے عاریت، یا حفاظت کی غرض سے ہو، جیسے ودیعت یا اس میں تصرف کا اختیار دیا جائے، جیسے وکالت میں ہوتا ہے۔ ❹

---

① (الطبري، أبوجعفر محمدبن جرير، جامع البيان في تفسير القرآن (البقرة: ٢٨٣): ٩٣/٣، دار المعرفة بيروت الطبعة الثالثة، ١٣٩٨هـ ١٩٧٨م)

② (الدارقطني، أبوالحسن علي بن عمر، سنن الدارقطني: ٤٧/٣، رقم الحديث: ٧٥١٨، دار المعرفة بيروت)

③ (سنن الترمذي: ٥٦٤/٢، دار إحياء التراث العربي)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٤٦)

ائتمان کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ کسی بھی شخص پر اعتماد کرتے ہوئے بینک اس کی طلب پر اسے ایک معین مقدار میں مال استعمال کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ ❶

غرض ائتمان بمعنی اعتماد کے، یعنی ائتمان کا معنی اعتماد کرنا یہ زیادہ راجح ہے کہ اس کا معنی اقراض سے کیا جائے، اس کی مزید تائید درج ذیل وجوہات سے بھی ہوتی ہے:

۱- مقرض براہ راست مال فراہم کرتا ہے، جب کہ ائتمان (اعتماد) میں کسی بھی شخص کو اپنی حوائج پوری پوری کرنے کی قدرت دی جاتی ہے، اس اعتماد پر کہ وہ بعد میں ان کی ادائیگی کر دے گا۔

۲- مالِ قرض پر قبضہ کرتے ہی وہ مقرض کے ذمہ لازم ہوتا ہے، جب کہ ائتمان کی صورت میں جس پر اعتماد کیا گیا اس کے ذمہ کوئی چیز اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ عملاً کوئی تصرف نہ کرے۔

۳- قرض کو انگریزی میں Loan کہتے ہیں، جب کہ ائتمان کو کریڈٹ (Credit) کہا جاتا ہے۔ ❷

عربی، عجمی واقتصادی اور فقہی مراجع میں کریڈٹ کارڈز کی اصطلاحی تعریف

کریڈٹ کارڈ کی اب تک عربی، عجمی واقتصادی اور فقہی مراجع میں متعدد تعریفات ذکر کی گئی ہیں، یہاں ان میں سے بعض کو ذکر کیا جاتا ہے:

۱- مجمع الفقہ الإسلامی جدہ نے اپنے ایک اجلاس جو ۷-۱۲/۱۱/۱۴۱۲ھ میں ہوا، قرارداد نمبر (۵۶/۱۱/۷) کے ذریعے کریڈٹ کارڈز کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

''یہ ایک سند ہے، جو جاری کنندہ ایک عقد کی بناء پر کسی شخص حقیقی یا معنوی

---

① (البطاقات الائتمانیة لصالح بن الفوزان، ص: ۲)

② (البطاقات الائتمانیة للدکتور صالح اللفوزان، ص: ۳)

کو فراہم کرتا ہے، اور وہ اس کو اس سند کے ذریعے اشیاء کی خریداری اور سہولیات کے حصول پر قدرت دیتا ہے، اس پر فوری ادائیگی واجب نہیں ہوتی، کیوں کہ جاری کنندہ اس کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرتا ہے (اس شرط پر کہ وہ بعد میں اسے ادا کر دے گا)، بعض جاری کنندہ ایک معین مدت کے بعد غیر ادا شدہ بلوں کی مقدار پر جرمانے کے نام سے سودی فوائد حاصل کرتے ہیں''۔❶

''معجم المصطلحات التجارية والتعاونية'' میں کریڈٹ کارڈز کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

''یہ ایک کارڈ ہے جو بینک اپنے عمیل کے لیے جاری کرتا ہے، اور اسے قدرت دیتا ہے کہ وہ متعینہ مقامات پر یہ کارڈ پیش کر کے اشیاء وخدمات حاصل کر سکتا ہے، اور اشیاء وخدمات فراہم کرنے والا تاجر صارف کا دستخط شدہ بل جاری کنندہ کو دیتا ہے (تاکہ وہ اس کی قیمت ادا کرے) تو وہ اس کی قیمت ادا کرتا ہے، پھر بینک اپنے صارف کو ہر مہینے ایک بل جاری کرتا ہے، جس میں یا تو اس کے ذمہ واجب الأداء رقم مذکور ہوتی ہے، یا اس کے اکاؤنٹ سے اس مقدار کے برابر وصول کی گئی رقم کی رپورٹ درج ہوتی ہے''۔❷

ڈاکٹر محمد عصیمی نے اس کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

''تین اطراف کے درمیان عقد کے نتیجے میں وجود پانے والے ائتمان کی ادائیگی کا آلہ، جسے ایک تجارتی بینک جاری کرتا ہے، اس کے حامل کو بعض خاص عقود وخدمات کی سہولت فراہم کرتا ہے''۔

---

❶ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ١٢ ج: ٣: ٦٧٦)

❷ (معجم المصطلحات، أحمدذكي بدوي، ص: ٦٢، دار النهضة العربية بيروت)

اس تعریف میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ (Revoluing Cretid) ہے، مطلب یہ ہے کہ بینک حامل کی طرف سے پہلے سو فیصد ادائیگی کرتا ہے، پھر کارڈ ہولڈر کو اس کی ادائیگی قسط وار کرنے کی سہولت دیتا ہے، اور بینک اس پر سودی کمیشن لیتا ہے۔ ❶

اس کے علاوہ بھی کئی حضرات نے مختلف تعبیرات کے ساتھ کریڈٹ کارڈز کی تعریف کی ہے، طوالت کے خوف کی وجہ سے ان سے اعراض کیا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے (Debit Card) اور (Charge Card) کو بھی کریڈٹ کارڈز کی عمومی تعریف میں داخل کیا ہے، جب کہ وہ اس کی تعریف میں اصالتاً نہیں، بلکہ تغلیباً داخل ہوتے ہیں، ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی علیحدہ تعریف اور فرق کو بھی عن قریب ذکر کیا جائے گا۔

ادائیگی کے اعتبار سے کارڈ کی اقسام

ادائیگی کے اعتبار سے کریڈٹ کارڈ دو بڑی اقسام میں منقسم ہے:

۱- (Limitid Credit Cards)

لمیٹڈ کریڈٹ کارڈز ان کارڈوں کو کہتے ہیں جن میں وقت مقرر پر دین کی ادائیگی یکمشت کی جاتی ہے، جیسے مروجہ اسلامی بینکوں کی طرف سے جاری کردہ کارڈز اور ڈیبٹ (Debit) کارڈز وغیرہ۔

۲- (unLimitid Cretid Cards)

یہ وہ کارڈز ہوتے ہیں جن میں حامل کو اختیار ہوتا ہے کہ دین کی ادائیگی کے مقرر وقت پر یا تو یکمشت ادائیگی کرے یا قسط وار ادا کرے، پہلی قسم (Limitid) اور

① (البطاقات الدائنية للعصيمي، ص: ۸۹، ۱۱۵)

دوسری قسم (unLimitid) میں یہ بڑا فرق ہوتا ہے کہ پہلی قسم یعنی دین کی ایک مخصوص مقدار کی سہولت فراہم کی جاتی ہے، جب کہ دوسری قسم میں کوئی مخصوص مقدار متعین نہیں ہوتی، بلکہ جتنا چاہے اس سے استفادہ کیا جائے، اس کی اجازت ہوتی ہے۔

اے ٹی ایم کارڈ

A.T.M کارڈز کو عربی میں ''بطاقات أجهزة الصراف الآلي'' اور بطاقات الحساب الجاري'' بھی کہتے ہیں، الحساب الجاری (Current Account) کو کہتے ہیں، اس صورت میں صارف بینک کے پاس اپنا مال بطور امانت (یا قرض) کے رکھواتا ہے اور بینک اس کا ضامن ہوتا ہے، صارف کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جب بھی چاہے اسے واپس لے۔ ❶

A.T.M کارڈ کی تعریف (Automatid Teller Machine Card)

اے ٹی ایم کارڈ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''ادائیگی اور وصولیابی رقم کا آلہ، جسے ایک تجارتی بینک جاری کرتا ہے، حامل کارڈ کو بینک کے پاس رکھوائے ہوئے اپنے مال کے بدلے جہاں چاہے نقد رقم حاصل کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور چند مخصوص خدمات کی سہولت میسر ہوتی ہے۔ ❷

A.T.M کارڈ دو طرح کے ہوتے ہیں

۱- (Domestic Card)

یہ وہ کارڈ ہیں جو صرف کسی ایک ملک کے حدود کے اندر استعمال کیے جا سکتے ہیں، بینکوں کے آپس میں کیے گئے معاہدات کے تحت ان کارڈوں کو کسی بھی بینک کی A.T.M

---

① (المعجم الاقتصادي للدكتور جمال عبدالناصر، ص: ١٤٤، دار المشرق الثقافي، عمان، الاردن)

② (البطاقات المصرفية، ص: ٥٧)

مشین میں استعمال کیا جاتا ہے، کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے نصب شدہ مشینوں کو استعمال کرنے کی صورت میں کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی ہے، جب کہ دیگر بینکوں کی نصب کردہ مشینوں سے استفادہ کس صورت میں ایک مخصوص رقم فیس کی مد میں کاٹی جاتی ہے۔

۲-(International Card)

یہ کارڈ انٹرنیشنل کمپنیوں کے زیر انتظام استعمال کیا جاتا ہے، اس کارڈ کا حامل اسے پوری دنیا میں جہاں بھی چاہے استعمال کرسکتا ہے، جیسے (Visa International) کی طرف سے جاری کردہ (Visa Electronic Card) اور Master کمپنی کی طرف سے جاری کردہ (Master Card) وغیرہ، یہ کارڈ عام طور سے بینک ہی جاری کرتے ہیں، ان کا تعلق حامل کارڈ کے اکاؤنٹ کے ساتھ ہوتا ہے، اکاؤنٹ میں موجود رقم کے بقدر ہی وہ اس کارڈ کے ذریعے A . T . M مشینوں کے ذریعے نقدی حاصل کرسکتا ہے۔[1]

پاکستان میں جاری شدہ مختلف کریڈٹ کارڈ

بین الاقوامی کمپنیوں کی سرپرستی میں پاکستان میں بھی ایک عرصے سے کریڈٹ کارڈ جاری کیے جا رہے ہیں، مقامی طور پر بینکوں سے درج ذیل کارڈ جاری کیے جاتے ہیں:

۱- ماسٹر کارڈ

۲- ویزا کارڈ

۳- ڈائنرز کلب کارڈ

۴- یونی کارڈ

۵- حبیب بینک کارڈ

[1] (البطاقات الدائنية: ۱۴۲، ۱۴۶)

۶-سٹی کارڈ

۷-MCB کارڈ❶۔

۸-یونائیٹڈ بینک کارڈ

۹-بینک الفلاح کارڈ❷۔

۱۰-اس کے علاوہ کئی بینک اسلامی کا لیبل لگا کر مختلف نام کے کارڈ جاری کر رہے ہیں، سب سے زیادہ کارڈ ''بینک الفلاح'' کی طرف سے جاری کیے گئے ہیں۔

جیسے جیسے سرمایہ دارانہ نظام دنیا پر اپنے پنجے گاڑے جا رہا ہے اور تجارتی و اقتصادی دنیا میں اس کو ترقی حاصل ہو رہی ہے، تو وہ مطلق العنان آمر کی طرح اپنی مرضی سے پالیسیاں جاری کر رہا ہے، اسی کے تناسب سے معاشرے میں ان کارڈوں کو بھی رواج حاصل ہو رہا ہے، لوگ آہستہ آہستہ اپنے معاملات ان کارڈوں کے ذریعے انجام دینے لگے ہیں، نہ جانے سرمایہ داریت کا یہ غبارہ کب پھٹے گا اور دنیا کو سودی نظام سے نجات مل جائے گی۔

ائتمان کی بنیاد پر جاری کیے جانے والے کارڈ کی اقسام

ائتمان کی بنیاد پر جاری کیے جانے والے کارڈ بعض صفات میں مشترک ہونے کی وجہ سے تین بنیادی اقسام میں منقسم ہیں، اگرچہ کارڈ کی ظاہری صورت اور نام سے اس کی حقیقت کا معلوم ہونا ایک مشکل امر ہے، جب تک اس کی ماہیت اور شرائط کا مکمل علم نہ ہو۔❸

وہ تین قسمیں درج ذیل ہیں:

۱-ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)

---

① (کریڈٹ کارڈ کی تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت، ص:۱۶)

② (سودی بینکاری اور اسلامی بینکاری، ص:۶۴)

③ (بطاقات الائتمان البنيكة في الفقه الإسلامي، ص: ١٩)

اس نوع کے کارڈ کو عربی زبان میں "بطاقة الخصم، بطاقة الخصوم، البطاقة المداينة، (1) بطاقة الحسم اور بطاقة السحب المباشر من الرصيد" بھی کہتے ہیں۔ (2)

لغت میں خصم کٹوتی کو کہتے ہیں (3)، مدیون قرض دار کو کہتے ہیں (4)، حسم فیصلہ کرنے اور ختم کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ سحب وضع اور منہا کرنے اور نکالنے کو کہا جاتا ہے (5)، تو گویا معنی یہ ہوا کہ کٹوتی کارڈ، قرض (یا دین) کی ادائیگی کا کارڈ (دین) ختم کرنے کا کارڈ اور بیلنس سے فوری وضع ومنہا (ادائیگی) کرنے والا کارڈ وغیرہ۔

اس کارڈ کے اجراء کے لیے صارف کا (کارڈ جاری کنندہ کے) بینک یا کسی دوسرے بینک میں اکاؤنٹ کا ہونا ضروری ہے (6)، اور اس اکاؤنٹ میں ایک مخصوص مقدار تک بیلنس کا ہونا بھی ضروری ہے (7)، اور اس بیلنس کو اس مخصوص مقدار سے کم کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔

صارف جب بھی اس کارڈ کو استعمال کرتا ہے اور اس کے ذریعے خریداری یا کوئی اور خدمت حاصل کرتا ہے، تو بینک تاجر کی طرف سے اس خریداری وخدمت وغیرہ کے بل (جو کہ حامل کارڈ کا دستخط شدہ ہوتا ہے) کی وصولیابی پر فوراً کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے

---

(1) (بطاقة الائتمان لبكر بن عبدالله، ص: ٧)

(2) (البطاقات الائتمان البنكية، ص: ٨٠)

(3) (القاموس الاصطلاحی، وحید الزمان کیرانوی: ٢٤٠، ٤٢٠، ٢٨٩، دار الاشاعت)

(4) (حواله سابق)

(5) (حواله سابق)

(6) (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ٦)

(7) (بطاقات الائتمان للقري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع: ٨، ج: ٢: ٥٨١)

اسے منہا کرتا ہے۔① کارڈ جاری کنندہ سوائے کارڈ جاری کرنے کی فیس کے اس پر کوئی اور فیس نہیں وصول کرتا ہے۔②

ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہونے والی خدمات

کارڈ ہولڈر مذکورہ کارڈ کے ذریعے درج ذیل خدمات حاصل کرسکتا ہے:

۱-اشیاء کی خریداری اور کارڈ کے ذریعے ادائیگی، کیوں کہ دوکاندار کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ کارڈ کے ذریعے فروخت کی ہوئی اشیاء کی قیمت اپنے اکاؤنٹ تک پہنچائے۔

۲-ضرورت کے مطابق نقد رقم نکالنا۔

۳-انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے اکاؤنٹ سے کسی اور کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کرنا۔③

اس کارڈ کے ذریعے ائتمان (اعتماد) کی بنیاد پر نہ قرض ملتا ہے اور نہ ہی کوئی اور خدمت فراہم کی جاتی ہے، بعض کمپنیاں یہ کارڈ مفت دیتی ہیں، عام طور پر فیسوں کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا ہے، البتہ اگر صارف نے کارڈ جاری کنندہ کے علاوہ کسی دوسری کمپنی کے واسطے سے رقم نکلوائی، یا کوئی اور خریداری کی، تو اس کی فیس لی جاتی ہے۔④ غالب طور سے یہ کارڈ کسی بھی ملک کے حدود کے اندر، جہاں اس بینک کی شاخیں ہوں، اور وہ کمپیوٹرائزڈ نظام سے منسلک ہوں، جس سے صارف کے اکاؤنٹ اور بیلنس کا پتہ چلتا ہے،

① (البطاقات البنكية، ص: ٨٠)

② (حكم البطاقات الائتمانية للدكتور محمدمحروس الأعظمي، ص: ٢، بحث مقدم إلى مجمع الفقه الإسلامي في الهند: ١٤٢٦هـ)

③ (بطاقت الائتمان للزحيلي، ص: ٦)

④ (حوالاسابق)

وہاں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بعض کمپنیاں کارڈ کو قبول کرنے والے تاجروں سے فروخت کی گئی اشیاء اور خدمات کے ثمن سے کمیشن لیتی ہیں۔ ❶

کارڈ ہولڈر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اکاؤنٹ میں موجود بیلنس سے بڑھ کر کوئی خریداری یا خدمت حاصل کرے کہ وہ مدیون بن جائے، البتہ بعض مؤسسات اس کارڈ پر قرض کی سہولت بھی فراہم کرتی ہیں ❷، اس وقت یہ کریڈٹ کارڈ کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا، بنسبت اس کے کہ اس کو ڈیبٹ کارڈ کہا جائے۔

چوں کہ اس کارڈ کے ذریعے صارف کو قرض فراہم نہیں کیا جاتا ہے، صارف کے اکاؤنٹ سے خریداریوں کی قیمت فوراً وصول کی جاتی ہے، اسی وجہ سے اس کو فوری ادائیگی کارڈ بھی کہا جاتا ہے۔ ❸

A.T.M کارڈ کو بھی اس نوع کے کارڈوں میں شمار کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس میں بھی صارف کا بینک میں اکاؤنٹ ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ❹

ڈاکٹر علی القری کہتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ کریڈٹ کارڈز میں سے نہیں، اور کریڈٹ کارڈز کے بارے میں جب گفتگو کی جاتی ہے تو مذکورہ کارڈ اس سے مقصود نہیں ہوتا ہے۔ ❺ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ہم نے پہلے یہ بتایا کہ Debit Card کریڈٹ کارڈ میں سے نہیں، اور نہ ہی اس کی کوئی زیادہ اہمیت ہے، روز بروز اس کا تعامل کم ہوتا

---

① (بطاقات الائتمان، للزحيلي، ص: ٦)

② (البطاقت البنكية، ص: ٨٢، ٨٣)

③ (بطاقت الائتمان النبكية في الفقه الإسلامي، ص: ٢٠)

④ (بطاقات الائتمان للقري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع٨: ٤٦٧)

⑤ (بطاقات الائتمان للقري: ٧/٢٩٦)

جارہا ہے۔ ❶

اس کارڈ کا فائدہ یہ ہے کہ صارف نقد رقم ساتھ لے جائے بغیر سہولت و آسانی سے نقدی، اشیائے ضرورت اور دیگر خدمات حاصل کرسکتا ہے۔ ❷ بعض بڑے یورپی (انگریزی) بینکوں نے (Switch Card) اور (Barclay Card) کے نام سے اسی طرح کے کارڈ جاری کیے ہیں، تاکہ حامل کی طرف سے کی گئی خریداریوں کی ذمہ داری انہیں قبول کرنا نہ پڑے، ۵۰ جنیہ سے زائد ضمان کو وہ قبول نہیں کرتے ہیں۔ ❸

سوِچ کارڈ

سوچ کارڈ (Switch Card) ایک قسم کا الیکٹرانک ڈیبٹ کارڈ ہوتا ہے، جو کہ تجارتی مراکز وغیرہ میں ادائیگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، دوکان دار بیچے گئے سامان وغیرہ کی قیمت کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں منتقل کرلیتا ہے، یہ دراصل ڈیبٹ کارڈ کی ہی ایک قسم ہے۔ ❹

ڈیبٹ کارڈ کے جواز کی شرائط

ڈیبٹ کارڈ کے جواز کے لیے عام طور سے دو شرطیں بیان کی جاتی ہیں:

۱- کارڈ ہولڈر اپنے بیلنس سے نقدی، اور خریداری کی سہولت حاصل کرے۔

۲- اس پر کوئی سودی فائدہ حاصل نہ کیا جائے۔ ❺

---

① (المرجع السابق)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۲۰)

③ (البطاقات البنكية للدكتور عبدالوهاب، ص: ۸۲)

④ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۵۱)

⑤ (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ٦)

اس کارڈ کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ نے "المعاییر الشرعیة" کی املائی تقریر میں تفصیلی بحث کی ہے، اس میں حضرت فرماتے ہیں:

اسی میں یہ سوال نہیں ہوتا کہ مہینے پر بل بھیجے، پھر ساٹھ دن انتظار کرے اور پھر ادائیگی کی تاخیر میں سود لگے، وغیرہ وغیرہ، یہ قصہ نہیں رہتا، بلکہ براہ راست ادائیگی ہو جاتی ہے۔ ❶

نوٹ:

اس کارڈ اور اس پر وصول کی جانے والی فیسوں کے بارے میں مزید تدقیق او غور و فکر کی ضرورت ہے، اس کارڈ کی حقیقت سے صرف نظر کر کے صرف دو شرطوں کی بنیاد اس کو سند جواز فراہم کرنا غیر محتاط طرز عمل شمار کیا جائے گا۔

چارج کارڈ (Charge Card)

اس کارڈ کو عربی میں: "بطاقة الإقراض المؤقت الخالي من الزیاد الربویة ابتداءً"، "بطاقة الوفاء المؤجل"، "بطاقة الخصم الشهري"، ❷ "بطاق الائتمان والحسم الآجل" اور "بطاقة الائتمان لدين لا يتجدد" بھ کہا جاتا ہے۔ ❸

یعنی متعین وقت کے لیے قرض لینے کا کارڈ جو ابتداء میں سودی زیادتی سے خا ہوتا ہے، بعد میں ادائیگی کا کارڈ، ماہانہ ادائیگی کا کارڈ، قرض اور مستقبل میں کٹوتی کا کار قرض اور غیر متجدد دین کا کارڈ۔

---

① (المعاییر الشرعیة، املائی افادات، ۱٤۲۰ھ، ص: ۹۵)

② (البطاقات البنکیة، ص: ۷۳)

③ (بطاقات الائتمان البنکیة في الفقه الإسلامي، ص: ۲۰)

اس کارڈ کے ذریعے صارف خریداری کے مختلف معاملات انجام دے سکتا ہے، اور دنیا بھر میں کہیں بھی خدمات حاصل کرسکتا ہے، اور کارڈ جاری کنندہ بینک کی شاخوں سے بذریعہ مشینوں کے نقد رقم بھی نکال سکتا ہے۔ ❶

چارج کارڈ کے چند مشہور انواع

اس نوع کے چند مشہور کارڈ یہ ہیں:

۱- امریکن ایکسپریس (گرین) کارڈ

۲- ڈائنرز کلب کارڈ

کارڈ جاری کنندہ صارف کو ایک معین وقت کے لیے دین کی سہولت مہیا کرتا ہے، خریداری کے وقت سے لے کر بیلنس کی ادائیگی تک کا درمیانی وقفہ گویا ایک طرح مہلت ہے، کبھی یہ وقفہ ۵۵ دن کا اور کبھی ۶۰ دن کا ہوتا ہے، صارف کو ماہوار کارڈ کے ذریعے کی گئی خریداریوں کے بل بھیجے جاتے ہیں، جب صارف دی گئی مہلت کی مدت میں ادائیگی نہیں کر پاتا تو کارڈ جاری کنندہ حسب معاہدہ اس پر مالی جرمانہ کرتے ہیں۔ ❷

المعاییر الشرعیۃ کی املائی تقریر میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں: چارج کارڈ اس کو کہتے ہیں کہ اس میں میری (صارف کی) کوئی رقم کارڈ جاری کرنے والے بینک کے پاس رکھی ہوئی نہیں ہے، تو اس میں بل بھیجتا ہے، اور بل بھیجنے کے نتیجے میں وہ مدت معینہ کے اندر اگر میں نے ادائیگی کردی، تو مجھ پر کچھ واجب نہیں ہوتا، لیکن مدت متعینہ سے زیادہ میں اگر ادائیگی کرے، تو سود دینا پڑتا ہے۔ ❸

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ١٢، ٣: ٤٦٨ بحث الدكتور عبدالستار أبو غده)

② (حماد، نزیه، قضایافقیهیة معاصرة في المال والاقتصاد، ص: ١٤٣)

③ (المعایرالشرعیة، املائی افادات مفتی تقی عثمانی صاحب، ص: ٩٥)

صارف کو اس کارڈ کی ممبر شپ اور سالانہ تجدید کی فیس ادا کرنی ہوتی ہے۔ ❶

بینک صارف کو گولڈن اور سلور کارڈ کے اعتبار سے ایک معین وقت کے لیے قرض فراہم کرتا ہے، اور مقررہ وقت پر اس کی مکمل ادائیگی ضروری ہوتی ہے، تاخیر کی صورت میں مالی جرمانہ اور سود لگتا ہے۔ اس کارڈ پر رقم کی ادائیگی کرے، البتہ ایک مخصوص مقدار میں سہولت قرض حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، جسے ہر ماہ لوٹانا ضروری ہوتا ہے، یہ کارڈ بیک وقت قرض لینے اور ادائیگی کا آلہ ہے، اسی وجہ سے اس کو ادائیگی کارڈ بھی کہا جاتا ہے۔ ❷

چارج کارڈ کی خصوصیات

"المعايير الشرعية ١٤٢٣ھ، ٢٠٠٢ء" میں معیار نمبر:٢ کے ذیل میں چارج کارڈ کی درج ذیل خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱- یہ کارڈ ایک محدود مقدار میں معین وقت کے لیے دین کا آلہ ہے اور اسے ادائیگی کا آلہ بھی کہتے ہیں۔

۲- اس کارڈ کو اشیاء اور خدمات کے ثمن کی ادائیگی اور رقم حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۳- اس کارڈ کے ذریعے صارف کو ائتمان متجدد کی سہولیات فراہم نہیں کی جاتی ہیں، بلکہ صارف کے ذمہ ہوتا ہے کہ کمپنی کے طرف سے مقررہ وقت میں بل وصول ہوتے ہی ادائیگی کرے۔

۴- صارف اگر دی گئی مہلت سے ادائیگی میں تاخیر کرے، تو اس پر سودی فوائد لگائے جاتے ہیں، جب کہ مروجہ اسلامی کارڈوں میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

---

① (قضايافقهية معاصرة في المال والاقتصاد للدكتور نزيه كمال، ص: ١٤٣، دار القلم دمشق)

② (البطاقات البنكية للدكتور عبدالوهاب، ص: ٧٣، ٧٤)

۵-کمپنی کارڈ ہولڈر سے خریداریوں اور خدمات کے حصول پر کوئی کمیشن نہیں لیتی، البتہ کارڈ قبول کرنے والے تاجروں سے ایک معین مقدار میں کمیشن لیتی ہے۔

۶-کمپنی دین کی معین مقدار، یا اس سے زائد جس پر اتفاق ہوجائے، کے حدود کے اندر کارڈ قبول کرنے والے کو خریداریوں اور خدمات کے ثمن کی ادائیگی کرتی ہے، اس ادائیگی کے التزام کے حامل کارڈ اور کارڈ قبول کرنے والے کے تعلق سے کوئی نسبت نہیں، بلکہ یہ براہ راست اور شخصی ذمہ داری شمار کی جاتی ہے۔

۷-کارڈ جاری کرنے والی کمپنی کو براہ راست اور شخصی طور سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ حامل کارڈ کی طرف سے کی گئیں ادائیگیوں کو واپس وصول کرے، اس حق کا حامل کارڈ اور قبول کرنے والوں کے مابین پائے جانے والے تعلق سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ اس کا حق مجرد ہے۔(1)

یہی خصوصیات وضوابط "بینك البلاد" کی "الهيئة الشرعية" کی طرف سے جاری کردہ "ضوابط البطاقات الائتمانية" میں بھی مذکور ہیں۔(2)

Credit Card With Revoluing Credit(Charge Card)

ترقی یافتہ ممالک میں سے سب سے زیادہ اسی کارڈ کو رواج حاصل ہے، کیوں کہ اس کارڈ میں بل ملتے ہی پوری ادائیگی ضروری نہیں، کچھ ادائیگی کردی یا تاخیر ہوئی تو پھر سود وصول کیا جاتا ہے اور مزید قرض کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ اور سود روانہ کے حساب سے رقم کی مقدار پر لگایا جاتا ہے۔

---

(1) (المعايير الشرعية، للهيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية للإسلامية، المعيار، رقم: ۲، ص: ۲۱، ۲۲، المنامه، بحرين)

(2) (ضوابط البطاقات الائتمانية للهيئة الشرعية بينك البلاد (رقم القرار: ۱۶)، ص: ۲)

اس نوع کے چند مشہور کارڈ درج ذیل ہیں:

۱-ویزا کارڈ (Visa Card)

۲۲ماسٹر کارڈ (Master Card)

۳-امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ (American Express Card)

۴-ڈائنرز کلب کارڈ (Diners Club Card)

۵-ایسیس کارڈ (Access Card) (برطانیہ)

۶-یورو کارڈ (Euro Card) [1]

صارف کا کارڈ جاری کنندہ بینک کے پاس اکاؤنٹ ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ کارڈ کے استعمال کی قیمت وصول کر سکے، البتہ امریکن ایکسپریس اور ڈائنرز کلب کارڈ میں اکاؤنٹ کی شرط نہیں ہوتی ہے، بغیر اکاؤنٹ کے بھی کارڈ جاری کیے جاتے ہیں۔

ڈائنرز کلب اپنے صارفین کو ہر ماہ کارڈ کے خریداریوں کا بل ارسال کرتا ہے اوران سے فوری ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے، تاخیر کی صورت میں تھوڑی سی مہلت کے بعد غیر ادا شدہ رقم پر سود لگاتا ہے۔

امریکن ایکسپریس کا بھی یہی مذکورہ بالا طریقہ کار ہے، البتہ تاخیر کی صورت میں فوراً سود نہیں لگاتے ہیں، بلکہ صارف کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ محدود مدت کے اندر ادائیگی نہیں کی تو اس کے کارڈ کو منسوخ کر دیا جائے گا، اور تنبیہ کی مدت کے بعد واجب الأداء رقم پر سود لگایا جاتا ہے۔ [2]

ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب "البطاقات البنكية" میں لکھتے ہیں کہ چارج کارڈ

---

(۱) (بطاقات الائتمان للدكتور علي القري: مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ۲۹۷/۷)

(۲) (بطاقات الائتمان المصرفية (بيت التمويل الكويتي) مجلة مجمع: ۳٤۷/۷)

میں اگر چہ ادائیگی کے لیے کچھ مدت دی جاتی ہے، لیکن یہ اپنی حقیقت میں ادائیگی میں کچھ دنوں کی مہلت حاصل کر لیتا ہے، لیکن یہ کارڈ جاری کنندہ اور حامل کے نزدیک اس کی بنیادی خصوصیت نہیں، البتہ طرفین کی چاہت وطلب سے ہٹ کر اسے ایک ثانوی عنصر قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مہلت اس کارڈ کے طریقہ استعمال اور انتظامی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ (1)

اس کارڈ سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ (2)

کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

اس کارڈ کو عربی میں: "بطاقة الإقراض بزيادة ربوية والتسديد على أقساط"، (3) "بطاقة الائتمان القرضية"، (4) اور "بطاقة الائتمان" بھی کہتے ہیں۔ (5) یعنی سودی بنیادوں پر قرض فراہم کرنے والا اور قسط وار ادائیگی کا کارڈ۔

کریڈٹ کارڈ کی حقیقت

حقیقت میں یہ کارڈ قرض حاصل کرنے کا آلہ ہے، صارف اسے جیسے چاہے استعمال کر سکتا ہے، حامل کارڈ سے قرض کی فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، بلکہ سودی بنیادوں پر قسط وار ادا کرنے کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ (6)

---

(1) (البطاقات البنكية للدكتور عبدالوهاب، ص: ٧٥)

(2) (بطاقة الائتمان المصرفية (بيت التمويل الكويتي) مجلة المجمع: ٣٤٧/٧)

(3) (البطاقات البنكية، ص: ٦٦)

(4) بطاقات الائتمان البنكية، ص: ٢٢)

(5) (بطاقات الائتمان المصرفية (بيت التمويل الكويتي) مجلة المجمع: ٣٤٧/٧)

(6) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٢٢)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی صاحب کریڈٹ کارڈ کا تعارف کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ ایسا کارڈ ہے جسے بینک گاہکوں کے لیے جاری کرتا ہے، اس طور پر کہ انہیں خریداری کرنے اور متعین شرح میں رقم نکالنے کی اجازت ہے اور انہیں قرض مؤجل قسط وار ادا کرنے کی سہولت دی جاتی ہے اور وقت بوقت بڑھنے والے قرض کی ادائیگی میں بھی، لیکن اس پر سود کی صورت میں اضافی رقم مرتب ہوتی ہے، اس قسم کا کارڈ دنیا میں بہت عام ہے، اس میں Visa اور (Master Card) سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ❶

کریڈٹ کارڈ کی اقسام

کریڈٹ کارڈ کی اب تک پانچ اقسام وجود میں آئی ہیں:

۱- عام کارڈ، یا سلور کارڈ

اس میں صاحب کارڈ کو کارڈ جاری کرنے والے کی طرف سے ایک بڑی حد سے اوپر قرض لینے کی اجازت نہیں ہوتی، مثلاً: دس ہزار ریال سعودی (یا دس ہزار ڈالر)۔ ❷

۲- ممتاز کارڈ، یا گولڈن کارڈ

اس میں حامل کارڈ کو ایک بڑی حد سے اوپر قرض لینے کی اجازت ہوتی ہے، اور کبھی تو اس میں شرح رقم کا تعین ہی نہیں ہوتا ہے، جیسے امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ۔ ❸

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۷)

② (البطاقات الائتمان البنكية، للدكتور عبدالوهاب أبي سليمان، ص: ٦٧)

③ (المرجع السابق)

۳-پلاسٹک کارڈ(Premium Card)

کھاتے دار کی مالی حیثیت اور بینک کے اس پر اعتماد کے حساب سے اس کارڈ کی کچھ اضافی خصوصیات اور امتیازات ہیں، مثلاً: یہ کارڈ معمولی قرض اور بھاری قرض دینے، حادثات کے خلاف انشورنس، اس کے غائب ہونے کی صورت پر مفت بدل دینے، ہوٹلوں میں اور کرایہ پر گاڑیاں لینے میں ڈسکاؤنٹ کرنے، نیز بغیر کمیشن کے سیاحتی چیک دینے پر مشتمل ہوتا ہے۔اس کی مثالیں ویزا، ماسٹر کارڈ، امریکن ایکسپریس ہیں، اس وقت زیادہ رائج ہیں۔❶

۴-گولڈ کارڈ

یہ کریڈٹ کارڈ کی ہی ایک قسم ہے، جو زیادہ متمول کسٹمرز کو لاکھوں روپے کی خریداری وغیرہ کی سہولت مہیا کرتا ہے۔❷

۵-کو برانڈیڈ کارڈ(Co-branded Card)

بینک اس کارڈ کو کسی اور مالیاتی ادارے کے باہمی اشتراک کی صورت میں ایشو کرتا ہے، یہ کریڈٹ کارڈ کی طرح ہی استعمال کیا جاتا ہے۔❸

کریڈٹ کارڈ کی خصوصیات

ماہرین اقتصادیات اور جدید مسائل خاص طور پر کریڈٹ کارڈ کے بارے میں بحث کرنے والے اہل علم نے اس کی درج ذیل خصوصیات بیان کی ہیں:

---

① (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ١٠)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۵۰)

③ (حواله سابق)

۱-یہ متعین شرح کے اندر وقت کے اعتبار سے بڑھتے رہنے والے قرض کا حقیقی ذریعہ ہے، جس کا تعین کارڈ جاری کرنے والا ادارہ کرتا ہے، یہ ادائیگی کا بھی ذریعہ ہے۔ ❶

۲-اس کا حامل خریدے گئے سامان کی قیمت اور خدمات کا عوض ادا کرتا ہے اور جس حد تک قرض لینے کی اس کو اجازت ہوتی ہے، اتنی رقم نکال سکتا ہے، اگر کوئی حد متعین نہ ہو تو جتنی چاہے رقم نکال سکتا ہے۔ ❷

۳-اس کارڈ یعنی (Premium Card) پر عام کارڈ کے مقابے میں زیادہ فیس وصول کی جاتی ہے، اس کارڈ سے مقصود حامل کو ایک ممتاز مقام فراہم کرنا ہوتا ہے۔ ❸

۴-عام کارڈ کے مقابلے میں (Primium Card) ہولڈر سے تجارتی مراکز والے زیادہ سوال جواب نہیں کرتے ہیں۔ ❹

۵-اس کارڈ کے حصول کے لیے بینک میں بیلنس کا ہونا ضروری نہیں۔

۶-فوری طور سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، بلکہ حامل کارڈ اور جاری کنندہ کے باہمی اتفاق سے ایک متعین وقت پر ادائیگی کی جاتی ہے۔ ❺

۷-ادائیگی قسط وار کی جاتی ہے۔

۸-بعض بینک صارفین کی مالی حیثیت کا اعتبار کیے بغیر کارڈ جاری کرتے ہیں۔

---

① (بطاقات الائتمان للزحیلي، ص: ۱۰)

② (المرجع السابق)

③ (البطاقت البنکیة الإقراضیة، ص: ٦٨)

④ (المرجع السابق)

⑤ (المرجع السابق)

۹-بعض بینک سالانہ تجدید کی فیس وصول نہیں کرتے ہیں، بلکہ اس کے مقابلے میں سودی فوائد کے حصول پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔❶

مختلف کارڈوں کے درمیان موجود فرق

گذشتہ صفحات میں جتنے کارڈوں کا تذکرہ آیا ہے، ان میں مختلف نوعیت کے فرق پائے جاتے ہیں، ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کریڈٹ کارڈ اور کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ میں فرق

کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ ادائیگی اور وصولی رقم کے اس آلے کو کہتے ہیں جسے تجارتی بینک جاری کرتے ہیں، حامل کو اکاؤنٹ میں موجود اپنے مال کے عوض خریداری کا اختیار ہوتا ہے، نقد رقم اور خدمات بھی حاصل کرسکتا ہے۔❷

۱-کرنٹ اکاؤنٹ یا A . T . M کارڈ بینک میں موجود بیلنس سے زیادہ رقم نہیں نکالی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے زائد کی خریداری کی جاسکتی ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ کے حامل کا بیلنس سے تعلق نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات حامل کا کارڈ جاری کنندہ بینک میں کوئی بیلنس نہیں ہوتا ہے، البتہ کریڈٹ کارڈ میں جاری کنندہ کا حامل کارڈ پر اعتماد اور بوقت ادائیگی اس کی ادائیگی پر قادر ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔❸

۲-A.T.M کارڈ جاری کرنے والا نقد رقم نکالنے کی صورت میں حامل کی اس کے پاس موجود رقم کا ادا کرنے والا شمار کیا جاتا ہے، جب کہ صارف اپنا مکمل یا بعضے قرض واپس لینے والا جانا جاتا ہے، اور کریڈٹ کارڈ میں جاری کنندہ کو حامل کارڈ پر اعتماد کرنے

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام)

② (البطاقات الائتمانية لصالح بن الفوزان، ص: ۲)

③ (البطاقات الدائنية، ص: ۱٤۸)

والا شمار کیا جاتا ہے یعنی وہ اس کو قرض یا دین فراہم کرتا ہے۔ (1)

۳- کریڈٹ کارڈ کے ذریعے حاصل کی گئی نقدی پر فیصدی سود لگتا ہے، جب کہ کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ اور A.T.M کارڈ کے ذریعے حاصل کی گئی نقدی بلاعوض ہوتی ہے۔ (2) کبھی صارف کو بتائے بغیر معمولی مقدار میں کٹوتی ہوتی ہے، صارف کے اعتبار سے تو وہ معمولی ہوتی ہے، لیکن بینک اس سے ایک کثیر سرمایہ حاصل کرتا ہے۔

۴- کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ میں تاجر سے کٹوتی نہیں ہوتی، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں تاجر سے ٹیکس اور بل کی نسبت کمیشن لیا جاتا ہے۔ (3)

۵- کریڈٹ کارڈ جاری کرنے کا مقصود فوری نفع حاصل کرنا ہے، جب کہ کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ اور A.T.M کارڈ صاحب کارڈ کی سہولت کی خاطر جاری کیے جاتے ہیں۔ (4)

۶- کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ اور A.T.M کارڈ صرف بینک جاری کرتے ہیں، جب کہ کریڈٹ کارڈ بنک کے علاوہ دیگر بین الاقوامی مالیاتی ادارے بھی جاری کرتے ہیں۔ (5)

۷- کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ فوری ادائیگی کے کارڈوں میں سے ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈز قسط وار ادائیگی کے کارڈوں میں سے ہیں، عام طور سے ان میں اعتماد کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (6)

---

(1) (بطاقات الائتمان البنكية، ص: ٥٢)

(2) (البطاقات الدائنية، ص: ١٤٨)

(3) (البطاقات الائتمانية، تعريفها و أخذالرسوم على إصدارهاوالسحب النقدي بها، للدكتور صالح بن محمدالفوزان، ص: ٧)

(4) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، لفتحي شوكت، ص: ٥٣)

(5) (کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۳۸)

(6) (البطاقات الائتمانية، تعريفها وأخذالرسوم على إصدارها والسحب النقدي بها، ص: ٧)

۸-کرنٹ اکاؤنٹ کارڈ کے استعمال کا دارومدار مکمل طور سے الیکٹرانک روابط کی ترقی پر ہے، اس کا استعمال بصورت ہاتھ ممکن نہیں ہوتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ کو غیر ترقی یافتہ ممالک میں ہاتھ در ہاتھ کی ایک خاص شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔❶

کریڈٹ کارڈ اور گارنٹی چیک کارڈ میں فرق

گارنٹی چیک کارڈ جاری کنندہ اور حامل کے درمیان مقررہ رقم کی حد میں حامل کارڈ کی طرف سے جاری چیکوں کو بھی متضمن ہوتے ہیں، سامان واشیاء کی خریداری اور خدمات سے استفادہ کے وقت۔

اس کارڈ کے ذریعے صاحبِ کارڈ بینکوں سے مختلف اوقات میں رقم حاصل کرسکتا ہے، یعنی صارف ان کے ذریعے نقدی خرید سکتا ہے، اس لیے کہ گارنٹی چیک کارڈ صارف کے دستخط شدہ ذاتی چیکوں کے ضامن ہوتے ہیں، اگر کوئی انہیں قبول نہ کرے اور رد کردے تو کارڈ جاری کنندہ صارف کی طرف سے حد مقرر میں ادائیگی کرتا ہے۔❷

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں کریڈٹ کارڈ اور گارنٹی چیک کارڈ کے درمیان درج ذیل فرق سامنے آتا ہے:

ا-گارنٹی کارڈ کا دائرہ کار نہایت ہی وسیع ہوتا ہے، کیوں کہ اس کا حامل کسی بھی شخص کے لیے چیک نکال سکتا ہے ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ کا دائرہ کار کارڈ جاری کنندہ کے ساتھ معاہدہ کرنے والے تجار تک محدود ہوتا ہے۔❸

---

① (البطاقات الدائنية للدكتور العصيمي، ص: ١٤٢، ١٤٦)

② (عطر عبدالقادر، العمليات الشغلية والإطار القانوني، بطاقات الائتمان، مجلة البلغاء، للبحوث والدراسيات الاردن، ع١، ١٤١٥ھ، ص: ٢٩)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٥٢)

۲-گارنٹی کارڈ حامل کارڈ کی طرف سے نکالے گئے چیک کا ضامن ہوتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ حامل کی طرف سے کی گئی خریداری اور حاصل شدہ خدمات کا ضامن نہیں ہوتا ہے۔

۳-گارنٹی کارڈ میں بعض دفعہ حامل معین مقدار سے زائد رقم کے چیک پر دستخط کرنے کا جرم کرتا ہے، اگر بینک اس کی ادائیگی سے انکار کرے، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں بینک تاجر کو خریداریوں کو مکمل ادائیگی کا ضامن ہوتا ہے۔ ❶

کریڈٹ کارڈ اور رعایتی کارڈ میں فرق

رعایتی کارڈ حامل کو اعیان وخدمات کے ثمن میں رعایت کی خصوصیات فراہم کرتا ہے، اس کارڈ کی قیمت اس کی اصلی لاگتی قیمت سے زائد ہوتی ہے، کیوں کہ کارڈ جاری کنندہ حاملِ کارڈ کو تاجروں کی ایک جماعت میں خریداری اور خدمات کے ثمن کی رعایت کی خصوصیت فراہم کرتا ہے، تو گویا جاری کنندہ ایسی خصوصیت کو فروخت کرتا ہے، جس کا وہ مالک ہوتا ہے کہ جسے چاہے دے۔

اس کارڈ میں صرف دو اطراف پائے جاتے ہیں، جاری کنندہ اور حامل کنندہ بائع اور حامل مشتری ہے، بیع کے مکمل ہونے کے بعد ان کا آپس میں تعلق منقطع ہو جاتا ہے، اِلا یہ کہ کارڈ میں کوئی ایسا عیب ہو جس کی وجہ سے اس سے استفادہ نہ کیا جا سکتا ہو، تو اس صورت میں حامل کارڈ بائع سے رجوع کرتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں کم از کم تین اطراف ہوتے ہیں، جو کارڈ کے عمل میں ایک ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

رعایتی کارڈ کا حامل اسے صرف ان جگہوں پر استعمال کر سکتا ہے جو اس کو قبول کرتے ہوں اور وہ اسی وقت یہ کارڈ دکھا، خریداریوں کی رعایتی پیمنٹ کرتا ہے، اس کے

---

① (المرجع السابق)

جاری کنندہ کا کارڈ کے اجراء کے بعد حامل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ اس سے ہر جہت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ (1) کہ اس میں جاری کنندہ اور حامل کا آپس میں تعلق ہوتا ہے، اس کارڈ کو بین الاقوامی سطح پر استعمال کیا جاسکتا ہے، فوری ادائیگی ضروری نہیں ہوتی ہے، بلکہ پہلے بینک اس کی طرف سے ادا کرتا ہے پھر حامل بینک کو ادا کرتا ہے، اس کے علاوہ بھی دونوں میں اور بھی کئی فرق ہیں۔

کریڈٹ کارڈ اور اکاؤنٹ کارڈ میں فرق

اکاؤنٹ کارڈ اپنے حامل کو اکاؤنٹ کی بنیاد پر فی الحال خریداری کی فرصت مہیا کرتا ہے، اس شرط پر کہ وہ بعد میں ادائیگی کردے گا، اس میں اعتماد کا کوئی معنی نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ حامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ جاری کنندہ کی طرف سے بل کے ارسال کرتے ہی اپنی خریداریوں کی قیمت ادا کردے۔

پس اکاؤنٹ کارڈ میں اگرچہ ادھار خریداری کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن بعد میں اس کی براہ راست ایک ہی مرتبہ میں ادائیگی کردی جاتی ہے نہ کہ قسط وار، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں بہت سارے مرحلوں میں ایک معین شرح کے تناسب سے ادائیگی کی جاتی ہے، اس پر لاگو ہونے والے سودی فوائد اس کے علاوہ ہیں۔

اکاؤنٹ کارڈ بائع کے اعتبار سے بلاعوض کارڈ شمار کیے جا۔تے ہیں، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں بائع فیس، یا ہر بل میں فیصدی کمیشن ادا کرتا ہے۔ (2)

---

(1) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٥٣)

(2) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٥١)

کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں فرق

ان دونوں کارڈوں میں پایا جانے والا اہم فرق یہ ہے کہ ڈیبٹ میں بینک کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ حامل کارڈ کی طرف سے خریدے گئے سامان کی قیمت کو براہ راست اس کی طرف پھیر دیتا ہے اور حامل کے اکاؤنٹ سے بغیر کسی دوسری کاروائی کے منہا کر کے تاجر کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ میں بینک کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ تاجر کی طرف سے کاغذات میں بیان کی گئی رقم اسے ادا کرے۔ ❶

کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ میں فرق

ان دونوں کارڈوں میں بہت سارے فرق پائے جاتے ہیں، ان میں چند اہم درج ذیل ہیں:

۱- تمام بینک چارج کارڈ کے اجراء پر سالانہ فیس اور تجدید کارڈ کی فیس وصول کرتے ہیں، جب کہ کریڈٹ کی نہ تجدید پر فیس لی جاتی ہے اور نہ ہی سالانہ فیس ہوتی ہے۔ ❷

۲- چارج کارڈ ہولڈر سے ہر مہینے کے اختتام پر تمام واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو حقیقی قرض فراہم کیا جاتا ہے اور صاحب کارڈ کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے ادا کرے۔ ❸

۳- چارج کارڈ میں قرض کی آخری حد معلوم ہوتی ہے اور کارڈ ہولڈر پر اس کی ادائیگی مہینے کے آخر میں لازم ہوتی ہے، یا پھر مختصر معیاد کے تحت، جب کہ کریڈٹ کارڈ

---

① (البطاقات البنكية الإقراضية: ٨٤)

② (البطاقات البنكية الإقراضية والسحب المباشر من الرصيد، للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، ص: ٧٥، دار القلم، دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٤ھ ٢٠٠٣ء)

③ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ٧٠)

میں قرض داری کی حد بڑی ہوتی ہے یعنیؔ اس میں حد اعلیٰ نہیں۔

صارف جتنا بھی چاہے قرض حاصل کرسکتا ہے، اس کے حامل کو متعینہ مدت کے دوران اضافی سودی رقم کے ساتھ ادائیگی کی مہلت دی جاتی ہے۔ ❶

ڈیبٹ کارڈ اور A.T.M کارڈ میں فرق

ڈیبٹ کارڈ اور A.T.M میں ایک فرق یہ ہے کہ ڈیبٹ میں متعلقہ شخص کے کھاتہ میں رقم منتقل کی جاسکتی ہے، کسی کو قرض دیا جاسکتا ہے اور قرض کی ادائیگی بھی کی جاسکتی ہے۔ ❷

کریڈٹ سے وہ تمام فائدے حاصل ہوتے ہیں، جو A.T.M سے حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہ A.T.M سے تین حیثیت سے ممتاز ہے:

۱-کریڈٹ کارڈ ہولڈر بینک میں موجود رقم سے زائد بھی استعمال کرسکتا ہے، (جب کہ A.T.M میں ایسا نہیں ہوتا ہے)۔

۲۲ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ نقد رقم نکالنے، یا کسی کے کھاتے میں منتقل کرنے پر اخراج شدہ رقم کے علاوہ مزید ایک رقم لازم ہوتی ہے، جب کہ A.T.M میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

۳-کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادھار خریداری پر مطلوبہ رقم پندرہ دنوں کے اندر بینک کو ادا کرنی ہوتی ہے ورنہ یومیہ شرح کے حساب سے سود لگایا جاتا ہے، جب کہ A.T.M کے ذریعہ ادھار خریداری کی سہولت ہی نہیں ہوتی۔ ❸

---

① (بطاقات الائتمان، للدكتور وهبة الزحيلي، ص: ۹)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۸۰)

③ (A.T.M، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ- مختصر شرعی جائزہ، بحوالہ بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۲۶، ۲۲۷ دار الاشاعت)

مروجہ غیر سودی مالیاتی اداروں کی طرف سے جاری کردہ مختلف کارڈ

بینکنگ کا نظام ہماری سماجی، معاشرتی اور معاشی زندگی میں نہایت ہی اثر ورسوخ کا حامل ہے، بدقسمتی سے آج ساری دنیا یہودی نظام معیشت وسرمایہ داریت کے رحم وکرم پر ہے، بہت سارے اسلامی ممالک میں بھی انسانی زندگی کے بہت سارے معاملات، کاروبار، سامان ضرورت کی خرید وفروخت اور مختلف خدمات کا حصول، رقموں کی حفاظت وغیرہ جیسے اہم معاملات بھی اس نظام کا سہارا لیے بغیر انجام دینا ناممکن تو نہیں، لیکن انتہائی مشکل ضرور ہیں۔

اس اندوہناک ودردناک صورت حال میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلمان ارباب حل وعقد اور اہل علم وماہرین معاشیات اپنی ذمہ داریوں کا احساس وادراک کرتے ہوئے، صحیح اسلامی نظام حکومت ومعیشت قائم کرنے کی فکر وجد وجہد کرتے کہ جس میں مسلمان اپنی زندگی اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق گزارتے، محرمات سے احتراز کرتے ہوئے معاملات وتجارت کے اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوتے، لیکن افسوس! صد افسوس! ایک طویل مدت ہوگئی ہے، خلافت عثمانیہ کے سقوط کے الم ناک سانحہ سے لے کر اب تک مسلمانان عالم اپنا کوئی نظام حکومت ومعیشت قائم نہیں کرسکے ہیں، اس سے انکار نہیں کہ کوششیں ہوتی رہی ہیں اور اب بھی ہورہی ہیں، لیکن امت میں اجتماعی بیداری کا شعور اجاگر نہیں کیا جاسکا، بایں صورت اب مسلمان عوام اور اہل علم اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ موجود رائج نظام ہی کو اسلامی اصول واحکام کی روشنی میں جانچیں، اور یہ فیصلہ کریں کہ ان میں تجارت وکاروبار کی کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز، تاکہ امت مسلمہ کے سامنے صحیح صورت حال واضح ہوجائے، اس حوالے سے کافی عرصے سے کوششیں ہورہی ہیں، وہ کوششیں کس حد تک شرعی تقاضوں کو پورا کررہی ہیں، اس

سے فی الحال بحث نہیں، کریڈٹ کارڈ جس کی تفصیلات گذشتہ صفحات میں ذکر کی جاچکی ہیں، بینکنگ کے موجودہ نظام ہی کا حصہ ہے، لوگ روز بروز اس میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں، غیر مسلم ممالک تو اپنی جگہ، حتی کہ بعض اسلامی ممالک میں بھی بینکوں نے ایسا تسلط جمایا ہوا ہے کہ وہاں معاملات زندگی تجارت وغیرہ کا بینکوں کے واسطے کے بغیر انجام دینا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے، اس ساری صورت نے علماء کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اس کا جائزہ لیں، مروجہ اسلامی یا غیر سودی مالیاتی اداروں نے بھی اس مسئلے کو حل کرنے کی اپنی حد تک کوششیں کی ہیں، یہاں ان کا مختصر سا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مروجہ اسلامک کریڈٹ کارڈ (البیع بثمن آجل)

مروجہ اسلامی مالیاتی اداروں نے (البیع بثمن آجل) کے اصول پر عمل کرتے ہوئے بلا سود اور بلا ہرجانہ کارڈ جاری کیا ہے، مروجہ نظام کے تحت کریڈٹ کارڈ ہولڈر کے ذریعے بینک کی طرف سے سامان خریدا جاتا ہے، یہ سامان بینک کے ذریعہ کریڈٹ کارڈ کارڈ ہولڈر کو ایک مقررہ اضافی رقم کے ساتھ (جسے مارک اپ کہتے ہیں) فروخت کردیا جاتا ہے، یہ رقم کارڈ ہولڈر کو بعد میں بغیر کسی ہرجانے کے بینک کو ادا کرنا پڑتا ہے، مختلف اداروں نے مختلف ناموں سے متبادل کارڈ جاری کیے ہیں، عنقریب ان میں سے ہر ایک کا تعارف کروایا جائے گا۔ (1)

مذکورہ کارڈ کی خصوصیات

۱- مسلمان وغیر مسلم دونوں کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔

۲- ایک قلیل رقم سالانہ فیس کے طور پر وصول کی جاتی ہے۔

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۵۵)

۳-اضافی سہولیات جیسے: بونس پوائنٹ، تحائف، خریداری ڈسکاؤنٹ اورٹریولر چیک وغیرہ بھی ملتے ہیں۔

۴-کارڈ طلب کرنے والے کے پاس کسی قسم کی ضمنی ضمانت کا ہونا ضروری ہے۔

۵-کریڈٹ کارڈ کی حد ضمانت کے تناسب میں ہوگی۔

۶-عمومی تکافل حاصل کرنا ممکن ہوگا۔

یہ عام معلومات ہیں، طریقہ کار، ضروریات وساخت میں مختلف ملکوں اور مالیاتی اداروں میں فرق پایا جاسکتا ہے، یہ فرق بازاراور مرکزی بینکوں کے اصول وضوابط کے مطابق ہوتا ہے۔❶

تنبیہ

یہ کارڈ بھی شبہات سے خالی نہیں، کیوں کہ یہ معلوم نہیں کہ البیع بثمن آجل کی شرائط مکمل طور سے بغیر حیلوں کے پائی جاتی ہیں یا نہیں، پھر کارڈ کے اجرا کا عمومی طریق وہی سودی بینکوں والا ہی ہے، انشورنس کی جگہ تکافل نے لے لی ہے، اس کی اپنی شرعی حیثیت مشکوک ہے، ہمارے ہاں کے اکثر محقق ومحتاط علماء نے اسے رد کردیا ہے، مزید یہ کہ اس کارڈ میں فیس اگرچہ کم لی جاتی ہے، مگر اس میں بھی شرعاً محظور لازم آتا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اس پر کلام کیا ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ماہانہ فیس کارڈ (Charge Card)

یہ ایسا کارڈ ہے جس کو مروجہ اسلامی بینک اس شرط پر جاری کرتا ہے کہ وہ بعض بینکوں میں ماہانہ تنخواہ کی مقدار سے کارڈ کے ذریعے رقم نکالنے کی شرح متعین کردیتا ہے،

① (حوالہ سابق، ص:۵۶)

جب کہ دوسرے بینکوں میں اس کا تعین تنخواہ کے [۸۰٪] اسی فیصد سے ہوتا ہے، ایسا یا تو تنخواہ کی ضمانت پر ہوتا ہے، یا بینک کے نزدیک کسی دوسری ضمانت کی بنیاد پر، بشرطیکہ بینک اس پر کوئی انٹرسٹ نہ لے۔ ❶

مرابحہ کارڈ

وکالت کی بنیاد پر یہ کارڈ جاری کیا جاتا ہے، حامل کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے وکیل ہوتا ہے، دونوں کے درمیان کارڈ کے اجراء کے وقت طے شدہ شرائط کے تحت حامل جاری کنندہ کا نائب بن کر خریداری کرتا ہے، پھر حامل کارڈ، جاری کنندہ کے وکیل کی حیثیت سے اپنے پر فروخت کرتا ہے، اور یہ بیع آجل ہوتی ہے، یعنی قسط وار ادائیگی کی بنیاد پر ادھار بیع کی جاتی ہے، پھر حامل چند مہینوں میں قسط وار ثمن کی ادائیگی کرتا ہے، مدت اس میں پہلے سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ ❷ بیع ثانی دونوں فریقوں کے باہمی اتفاق سے پہلے کی بنسبت زیادہ نفع پر مبنی ہوتی ہے۔ ❸

اس کارڈ میں حامل عقد کے دونوں اطراف خود ہی انجام دیتا ہے، یعنی پہلے بینک کا نائب بن کر خریداری کرتا ہے پھر اس کا وکیل بن کر اپنے ہی اوپر فروخت کرتا ہے، جس سے وہ بائع اور مشتری دونوں خود ہی بنتا ہے۔ ❹

تنبیہ

یہ کارڈ فقہی نقطہ نظر سے اشکالات سے خالی نہیں، بادی النظر میں ایک ہی شخص کا

---

① (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ١٨)

② (بطاقات الائتمان غير المغطاة للدكتور علي القري، ع١٢: ٦٣٣/٣)

③ (المرجع السابق)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٢٣)

بائع اور مشتری خود معاملہ کو مشکوک بناتا ہے، ایک ہی شخص کو طرفین کا وکیل قرار دینا معاملہ کو فقہی سند جواز فراہم کرنے کے لیے ایک حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں، اس پر مزید غور وفکر کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے

ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب مروجہ مرابحہ کارڈ کے قابل اشکال اور محل نظر ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس معاملہ کو ملکیت اور قبضہ کی شرط کے ساتھ درست قرار دیا ہے، لیکن اس مرابحہ کا اختیار کرنا عملاً دشوار ہے؛ اس لیے کہ صاحبِ کارڈ اپنا کارڈ لے کر مختلف شہروں اور ملکوں میں جاتا ہے اور کسی متعین شہر میں بینک کے ساتھ ہر معاملہ میں اتفاق اس کے لیے مشکل ہے، یہ صورتِ معاملہ خریداری کے باہمی وعدے کو فریقین کے لیے قضاء لازم کرنے پر موقوف ہے، جسے دیانتاً لازم وعدہ پر قیاس کیا گیا ہے، جو اکثر علماء کے نزدیک محل نظر ہے، اس میں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ صاحبِ کارڈ کو ہوٹلوں اور ریستوران میں خدمات کی ضرورت ہوگی جو یہ کارڈ فراہم نہیں کرتا''۔ (1)

مضاربہ کارڈ

کارڈ جاری کنندہ حامل کو اس شرط پر کارڈ جاری کرتا ہے کہ وہ کارڈ جاری کنندہ بینک کے پاس مضاربہ اکاؤنٹ کھلوائے، اس کارڈ میں کریڈٹ کی اعلی حد مضاربہ اکاؤنٹ مقدار ہوتی ہے۔

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۸۰، ۸۱)

حامل جب اپنے اس کارڈ کو استعمال کرتا ہے تو بینک اپنے قرض سے ثمن ادا کرتا ہے اور حامل کی طرف سے بلا فائدہ ادائیگی کرتا ہے، ادائیگی ایک متعین مدت کے اندر کرنا شرط ہے، اور حامل مضاربہ کے نفع کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔ ❶

بینک مضاربہ پر ہونے والے اشکالات اس مضاربہ کارڈ پر بھی وارد ہوتے ہیں۔

قسط وار ادائیگی کارڈ

قسط وار ادائیگی کارڈ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینک قسط وار ادائیگی کی بنیاد پر یہ کارڈ جاری کریں، جو مکمل اس کی ملکیت ہو، یا کسی اور تجارتی کمپنی سے مشارکہ کی بنیاد پر جاری کریں، حامل کارڈ قسط وار ادائیگی کی بنیاد پر جو چاہے خریداری کرے۔ ❷

تورق کی بنیاد پر جاری شدہ کارڈ

اگر صارف بل وصول ہونے پر خریداریوں کی ادائیگی قسطوں میں کرنا چاہے تو اسے لازماً بینک کے ساتھ تورق کا معاملہ کرنا پڑے گا۔ ❸

تورق یہ ہے کہ ایک شخص کو پیسوں کی ضرورت ہے، اور قرض حسنہ کوئی نہیں دیتا، ایک شخص جو اصل میں مقرض ہوتا ہے اس سے کہتا ہے کہ میں تم کو قرض تو نہیں دیتا، لیکن یہ کتاب مثلاً: جو بازار میں ۱۰۰ روپے کی ہے، وہ تم کو ۱۱۰ کی بیچ دیتا ہوں، جو کہ چھ ماہ میں واجب الاداء ہوں گے، اب وہ یہ کتاب اس سے لے کر بازار میں [۱۰۰] کی فروخت کرتا ہے، اور پھر بائع کو چھ ماہ بعد [۱۱۰] ادا کرتا ہے۔ ❹

---

① (بطاقات الائتمان، مجلة المجمع ع٥: ٣/١٣٦)

② (المرجع السابق: ٣/٣٠)

③ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي: ١٢٤)

④ (المعايير الشرعية، املائی افادات مفتی تقی عثمانی صاحب، ١٤٢٥ھ، ص: ١٣، ١٤)

حامل کارڈ بھی اس صورت میں بینک سے یہ کہتا ہے کہ میں تم سے زائد قیمت پر خریدوں گا، اور پھر ایجاب وقبول کے بعد اسی کو وکیل بناتا ہے اس کے فروخت کرنے کا، مارکیٹ کے ریٹ کے مطابق، اور اس شئے کی قیمت کارڈ میں فراہم کی گئی رقم کی شرح کے برابر ہوتی ہے، پھر بینک وہ چیز اس کی طرف سے فروخت کر کے پیسے اس کے اکاؤنٹ میں جمع کرواتا ہے، پھر کارڈ کے ذریعے کی گئی خریداریوں کی ادائیگی بینک اس رقم سے کرتا ہے، تو یوں حامل پر دین تورق لازم ہوتا ہے اور وہ اسے قسطوں میں ادا کرتا ہے۔ ❶ یوں یہ معاملہ ہر نئی خریداری پر کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے صارف پر دین تورق کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ ❷

اس معاملہ میں بھی بطور حیلہ بینک (جو کہ شخص قانونی ہے) کو طرفین کے معاملات سپرد کیے گئے ہیں تا کہ وہ صارف کی مجبوری سے پورا فائدہ اٹھائے اور اپنی مرضی سے خرید وفروخت کرے اور من پسند نفع وصول کر سکے۔

سرمایہ کاری ویزا

اسے کویتی فائنانشل ہاؤس اس نام سے جاری کرتا ہے، کویت کے اس ادارہ کی فتویٰ کمیٹی اور شرعی رہنمائی بورڈ نے مروجہ کریڈٹ کارڈ میں کچھ ترمیمات کی ہیں، ان میں سب سے اہم تاخیر کی صورت میں انٹرسٹ کو لغو قرار دینا ہے اور کارڈ کو کھاتے دار کے اکاؤنٹ سے مربوط کرنا ہے، نیز حامل کارڈ کے اکاؤنٹ سے خریداری کی قیمت کی ادائیگی ہے یا تو پیشگی واؤچر پانے پر اور یہ کہ جب اکاؤنٹ کھلے تو کھاتے دار کو باخبر کر دیا جائے کہ اس قرض کی ادائیگی کے لیے بیلنس مہیا کرنا ضروری ہے، یہ ضابطے اس ویزا کو ڈیبٹ کارڈ

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده، ع ١٥: ١٠٨/٣)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٢٤)

کے مشابہ بناتے ہیں، اس لیے کہ اس میں قرضوں کی ادائیگی صاحب کارڈ کے اکاؤنٹ سے ہوتی ہے، البتہ لائف انشورنس کا امتیاز اس سے مستثنیٰ ہے، اس مسئلہ کا حل ابھی تک نہیں ہو سکا، اس کارڈ کی تمام کاروائیاں یا تو وکالہ بالاجر پر مشتمل ہیں یا کفالہ پر (اس پر اجرت لینا جائز نہیں) یا ایسے معمولی قرض پر جو بعض اوقات (ہر وقت نہیں) بغیر انٹرسٹ کے ہوتا ہے۔ ❶

راجحی ویزا

یہ بھی سابقہ کارڈ ہی کی ایک شکل ہے، البتہ اس میں اگر کھاتہ دار کے اکاؤنٹ میں کافی رقم نہ ہو تو ادائیگی نقد انشورنس سے کی جائے گی، اس شرط پر کہ وہ اپنے اوپر اس وقت عائد ہونے والی انشورنس کی رقم فوراً مہیا کرے اور صاحب کارڈ کو پے لسٹ کی بنیاد پر رقم نکالنے اور قرض دینے کی سہولت حاصل نہیں ہوگی، اس کارڈ میں بھی کارڈ جاری کرنے کی فیس، سالانہ فیس، اسی طرح تاجر اور خدمت کرنے والوں کی رقم کا ایک حصہ کاٹ ان کے بلوں کی ادائیگی کی اجازت دی جاتی ہے۔

یہ دونوں مثالیں عام تجارتی بینکوں کے کارڈ کا صحیح اسلامی بدل شمار کی جاتی ہیں، بشرطیکہ کارڈ استعمال کرنے کی مدت عام حالات میں اجازت یافتہ، اس سے ملتی جلتی ایک مثال بحرین میں عربی بینکنگ ادارہ بھی ہے، جو ابھی تجربہ کے دور سے گذر رہا ہے۔ ❷

اس بینک کی کیا تخصیص ہے، عموماً تمام مروجہ بینکوں پر جب بھی کوئی اشکال کیا جاتا ہے تو وہ اس تاویل کا سہارا لیتے ہیں کہ ابھی ہم تجربہ کے دور سے گذر رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جب معاملات ربا اور شبہ ربا کے ہو تو کیا اس صورت میں شرعاً اس طرح کے تجربات کی کوئی گنجائش ہے؟!!۔

---

❶ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۸۱)

❷ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۸۲)
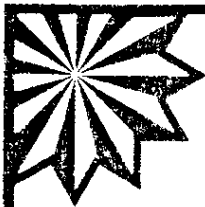
باب سوم

- جدید مسائل کے حل کا طریقہ کار
- مختلف کارڈز کی فقہی تکییفات
- ڈیبٹ کارڈ، فقہی تکییف ودلائل
- کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ کی فقہی تکییف کے متعلق علماء کی آراء ودلائل
- یعنی قرض، وکالہ، حوالہ، وکالہ مع الکفالہ اور کفالہ وغیرہ کے بارے میں

  عرب وعجم علماء کرام ومعاشی ماہرین کی آراء ودلائل اور ان پر ہونے والے اعتراضات
- کریڈٹ کارڈ کے بعض متعلقات
- خلاصہ بحث

جدید مسائل کے حل کا طریقہ کار

سرمایہ داریت اور بینکنگ کے بطن سے جنم لینے والے کریڈٹ کارڈ کا موجودہ رائج تصور اپنے تمام انواع واقسام اور متعلقہ مسائل کے ساتھ متقدمین فقہائے کرام رحمہم اللہ کے زمانے میں غیر معروف تھا، اس وجہ سے کتب فقہ وفتاوی میں اسی خاص عنوان کے ساتھ اس کا حکم مذکور نہیں، البتہ یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اگر اس کی شرعی تکییف کی جائے تو ضرور بالضرور یہ کسی نہ کسی شرعی وفقہی اصطلاح میں داخل ہو جائے گا، فقہائے کرام نے قرآن وحدیث حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تعامل امت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر مسئلے سے متعلق اصول وضوابط، قواعد کلیہ اور اس سے متعلق اکثر وبیشتر جزئیات کو نہ صرف بیان فرمایا ہے، بلکہ ان کو ابواب وفصول میں تقسیم کر کے ترتیب کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا ہے۔

ہر زمانے میں نئے مسائل پیش آتے رہے ہیں، اور آئندہ بھی جدید مسائل وجود پاتے رہیں گے، حضرات فقہائے کرام نے صاحب مذہب کے بیان کردہ اصول وضوابط اور جزئیات کی روشنی میں فی زمانہ امت مسلمہ کی نئے مسائل کے سلسلے میں مکمل رہنمائی کی ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ بات ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی کہ مسائل شرعیہ بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہیں:

ا- وہ مسائل جو صراحتاً قرآن وحدیث میں مذکور ہوں، جن کو مسائل منصوصہ بھی کہا جاتا ہے، ایسے مسائل کو دینی اور شرعی اصول وضوابط کے مطابق جوں کا توں ماننا اور ان

پر عمل کرنا ضروری ہے۔

۲-وہ مسائل جن کا حکم قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں، یعنی غیر منصوصہ مسائل، ان مسائل کے حل کا طریقہ کار اور بنیادی خطوط کی تعیین وتصریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں وافر انداز میں موجود ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جب ہم برصغیر پاک وہند میں کسی پیش آمدہ جدید مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے سوچیں اور غور وفکر کریں، تو اس کے لیے ضروری ہے رائے عامہ کے احترام میں اس کا مدار فقہ حنفی، ہی کو بنالینا چاہیے، اگر ضرورت وحاجت کے سارے تقاضے اور شواہد اکھٹے ہو جائیں تو پھر مذاہب اربعہ میں سے کسی متبوع مذہب کی طرف تمام شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے جایا جا سکتا ہے، مگر اس میں بھی احتیاط لازم ہے کہ مبادا تلفیق بین المذاہب اور چھانٹ چھانٹ کر رخصتیں تلاش کرنے کا ارتکاب نہ ہو، وگرنہ یہ دین سے نکل کر ''ہوی نفس'' کی پیروی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

کریڈٹ کارڈ کی فقہی تکیفات

بہرحال! زیر بحث مسئلہ پر علماء کرام کی طرف سے اب تک پیش کی گئیں آراء آپ حضرات کے سامنے لانے کے ساتھ ان میں سے ہر ایک پر ہونے والے اعتراضات کو بھی قلم زد کیا جائے گا۔

کریڈٹ کارڈ کا استعمال عام طور سے دو چیزوں کے لیے ہوتا ہے۔

۱-نقد رقم نکالنے کے لیے

۲-سامان کی خریداری اور خدمات کے حصول کے لیے۔①

لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی الگ فقہی حیثیت پر علماء نے گفتگو کی ہے، اس گفتگو کا

① (الأطرم، عبدالرحيم بن صالح، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ١٥: ٧٦/٣)

خلاصہ یہاں ذکر کیا جائے گا۔

نقد رقم نکالتے وقت کارڈ کی فقہی حیثیت

کریڈٹ کارڈ کو اگر نقد رقم نکالنے کے لیے استعمال کیا جائے تو اس صورت میں عام طور سے دو طرح کے فریقوں میں عقد پایا جاتا ہے: ۱- کارڈ جاری کنندہ، ۲- کارڈ ہولڈر۔

یہ اس وقت ہے جب کہ نقد رقم کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے نصب کردہ مشین سے نکالی جائے، اور اگر کسی اور بینک کی طرف سے نصب کردہ مشین سے رقم نکالی جائے تو پھر متعاقدین دو کے بجائے تین ہوں گے۔

۱- کارڈ جاری کرنے والا، ۲- کارڈ ہولڈر، ۳- مشین نصب کرنے والا بینک جس سے رقم نکالی گئی ہو۔

اگر کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے نصب کردہ مشین سے رقم نکالنے کے لیے کارڈ استعمال کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

۱- کارڈ ہولڈر کا بینک (اکاؤنٹ) میں بیلنس ہوگا

اگر کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں موجود کرنسی اور کارڈ کے ذریعے نکالی ہوئی کرنسی دونوں ایک ہی جنس کے ہیں، (مثلاً دونوں ڈالر، یا پاکستانی کرنسی میں ہیں) تو گویا یہ بینک سے بذریعہ چیک کے رقم نکالنے کی طرح کا معاملہ ہے، یعنی حامل کارڈ بینک سے اپنی دی ہوئی رقم کا کچھ حصہ واپس لے رہا ہے، کیوں کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی تکییف اکاؤنٹ ہولڈر کی طرف سے بینک کو قرض دینے سے کی گئی ہے، لہٰذا اس بنیاد پر یہ عمل جائز ہوگا۔①

---

① (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٧٤)

اور اگر کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں موجود رقم اور نکالی گئی رقم کے جنس میں فرق ہے (کہ اکاؤنٹ میں پاکستانی پیسے تھے اور کارڈ کے ذریعے ڈالر نکالے گئے) تو اس صورت میں گویا دین کی ادائیگی دوسری جنس سے ہورہی ہے تو یہ عقد میں داخل ہو جائے گا۔ (1)

جناب فتحی شوکت صاحب "بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي" میں دونوں کرنسیوں کے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صارف کے اکاؤنٹ میں دینار ہوں، اور اس نے ڈالر نکالے ہیں، یہ اس وقت جائز ہوگا جب بینک کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ڈالر نکالتے وقت ہی ان کے برابر کی رقم منہا کرے، تو یہ ایسے ہوگا جیسے کہ صارف نے اس برانچ سے رقم نکالی جس میں اس کا اکاؤنٹ ہو۔ (2)

۳- کارڈ ہولڈر کا بینک میں کوئی بیلنس نہ ہو

اس صورت میں کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کا آپس میں قرض لین دین کا تعلق ہوگا، اگر کارڈ ہولڈر مدت کے گزر جانے پر نکالی گئی رقم ہی کی جنس کے ذریعے بغیر کسی زیادتی واضافے (سودی اضافہ) کے ادائیگی کرتا ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں، یہ دین کی ادائیگی کی ایک صورت ہے۔

اگر کارڈ ہولڈر دوسری کسی کرنسی کے ذریعے ادائیگی کرتا ہے تو دین کی ادائیگی دوسری کرنسی میں کرنے کی صورت ہوگی۔ (3)

کارڈ ہولڈر اگر رقم نکالنے کے لیے کارڈ جارڈ کنندہ کے علاوہ کسی بینک کی طرف

---

(1) (التقرير، محمد الأمين، مجلة المجمع: ٣/٦٠٢)

(2) (بطاقات الائتمان في الفقه الإسلامي، ص: ٧٤)

(3) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٣/٦٠٥)

سے نصب کردہ مشین کو استعمال کرے، تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت

کارڈ ہولڈر کا کارڈ جاری کنندہ بینک میں بیلنس ہو۔

فتحی شوکت صاحب "بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي" میں رقم طراز ہیں:

"جو تکییف اس معاملے کو صحیح بنا دے وہ یہ ہے کہ کارڈ ہولڈر کو اس رقم کا قرض دار تسلیم کیا جائے جو اس نے مشین سے حاصل کی ہے (تو گویا مشین لگانے والا بینک دائن اور کارڈ ہولڈر مدیون ہوا)۔ اور کارڈ ہولڈر کو محیل مان لیا جائے کہ اس نے مشین کو کارڈ جاری کنندہ سے قرض وصول کرنے کو کہا ہے، (تو گویا مشین لگانے والا بینک محتال لہ اور کارڈ جاری کرنے والا محتال علیہ کہلائے گا) اس حولہ کو درست سمجھا جاتا ہے اس لیے کہ کارڈ جاری کنندہ (محال علیہ) کارڈ ہولڈر کا مدیون ہے (جو کہ یہاں محیل ہے) اور یہ معاملہ اس وقت صحیح ہوگا جب دونوں کی کرنسی ایک ہی جنس کی ہو، اور زائد رقم بھی نہ وصول کی جائے۔ (1)

اور اگر دونوں کرنسیوں میں فرق ہو، جیسے کہ کارڈ ہولڈر کا اکاؤنٹ دینار میں ہو اور اس نے مشین سے ڈالر نکالے ہوں، تو کارڈ جاری کنندہ بینک کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب مشین (بینک) کے ساتھ کرنسی ایکسچینج کا معاملہ کرے، ادائیگی والے دن کے ریٹ کے حساب سے، نہ کہ رقم نکالے جانے والے دن کے حساب سے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اکاؤنٹ سے ادائیگی اور دوسرے بینک کو رقم کی منتقلی فوراً ہو، کیوں کہ (بیع) صرف میں فوری قبضہ ضروری ہے۔ (2)

---

(1) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٧٥)

(2) (المرجع السابق)

دوسری صورت

کارڈ ہولڈر کا بینک میں کوئی بیلنس نہ ہو۔

اس صورت میں کارڈ ہولڈر مشین نصب کرنے والے بینک سے قرض لینے والا بنے گا، اور وہ مشین والے بینک کو کارڈ جاری کنندہ سے قرض وصول کرنے کا کہہ رہا ہے، جو کہ حوالہ ہے اور یہ حوالہ جائز ہے، اگر چہ غیر مدیون کو محتال علیہ بنایا جارہا ہے، حنفیہ کے مذہب کے مطابق، جب مجمع الفقہ الإسلامی نے اپنی قرارداد نمبر: ۸۴ (۹/۱) کے ذریعے غیر مدیون کے محتال علیہ بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

پھر جب محال علیہ یعنی کارڈ جاری کنندہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے دین کی ادائیگی کر دے گا تو وہ حامل کارڈ کو اتنی مقدار قرض دینے والا شمار کیا جائے گا، مدت کے پورا ہو جانے پر کارڈ جاری کنندہ حامل کارڈ سے اپنے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (1)

بعض فقہاء نے اس طرح کے معاملے یعنی غیر مدیون پر حوالہ کو قرض کے باب سے قرار دیتے ہیں، چناں چہ "المغني" میں ہے:

"وإن أحال من عليه دين على من لادين عليه، فليست بحوالة، وإنما هو إقراض". (2)

ترجمہ: اور اگر جس کے اوپر قرضہ ہو اس نے غیر مدیون پر حوالہ کیا تو یہ حوالہ نہیں، بلکہ یہ قرض کے قبیل سے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے کارڈ کے ذریعے رقم نکالنا یہ قرض کے

---

(1) (الأطرم، عبدالرحمن بن صالح، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع١٥: ٧٧/٣)

(2) (ابن قدامة، أبوعبدالله محمدبن أحمد، المغني: ٥٧٩/٥، مكتبة الرياض الحديثية، الرياض)

زمرے میں آتا ہے، یہی بات عبدالقادر عطیر نے بطاقات الائتمان میں لکھی ہے۔ (1)

فتحی شوکت صاحب لکھتے ہیں کہ جب مذکورہ معاملہ کی تکییفِ فقہی قرض کے قبیل سے ہے تو ضروری ہے کہ قرض کی تعریف اور ارکان کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے۔

قرض اور ارکان قرض کی وضاحت

شرعاً قرض کہتے ہیں:

"دفع مال إرفاقاًلمن ينتفع به ويردله". (2)

کسی کے ساتھ نرمی (احسان) کا معالمہ کرتے ہوئے مال دینا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور اس کا بدل واپس لوٹائے۔

اس تعریف میں "دفع مال" یعنی مال دینے کی بات آئی ہے، ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب "البطاقات البنكية" میں لکھتے ہیں کہ "عقد اقراض میں مال کا ہونا یہی بنیاد ہے نقد رقم نکالنے کے عمل میں"۔ (3)

نقد رقم نکالنے کے عمل میں قرض حاصل کرنا گویا مال کو بطور قرض لینا ہے، مقرض یعنی قرض دینے والا مال دینے والا ہے، اور وہ یہاں کارڈ جاری کنندہ ہے، اور مستقرض مال لینے والا ہے، یہاں اس سے مراد کارڈ ہولڈر ہے اور بدل قرض وہ مال ہے جو مستقرض قرض کے عوض میں واپس لوٹاتا ہے۔ (4)

---

(1) (عطير، عبدالقادر، بطاقات الائتمان، مجلة البلقاء للبحوث والدراسات، ص: ١٥)

(2) (البهوتي، منصوبن يونس، شرح منتهى الإرادات: ٢ /٢٢٤، ٢٢٥، عالم الكتب بيروت)

(3) (أبوسليمان عبدالوهاب، البطاقات البنكية: ١٣٨)

(4) (ابن عابدين، محمدأمين' حاشية ردالمحتار على الدرالمختار: ٥ /١٧٥، دارالفكر بيروت)

بعض دفعہ قرض ایسی کرنسی میں ہوتا ہے جو بینک کے نزدیک غیر معتبر ہوتی ہے، لیکن قرض کی مخصوص جہات یا بینک کی برانچ سے حاصل کیا جانا نکالے گئے مبلغ کو صارف کے ذمہ دین بنا دیتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دین قرض سے اعم ہے، دین سے مراد وہ مال ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو، عقد یا استہلاک (مال کو خرچ کرنے) کی وجہ، اور جو چیز اس کے ذمہ دین بن جاتی ہے اس کے ساتھ استقراض کی وجہ سے، وہ عام ہے قرض سے۔ ❶

عقدِ قرض کے ارکان درج ذیل ہیں، صیغہ قرض، متعاقدین اور عوض، یہ بھی رقم نکالنے کے عمل میں متحقق ہو جاتا ہے، ایجاب یہ ہے کہ قرض دینے والا کہے: میں تمہیں فلاں چیز قرض دے رہا ہوں، وغیرہ اور قبول یہ ہے کہ قرض لینے والا کہے: میں نے آپ سے قرض لیا، یا میں نے قبول کیا، یا میں راضی ہوں''۔ ❷

کارڈ جاری کرتے وقت کارڈ جاری کنندہ اور حامل کارڈ کے درمیان ایجاب وقبول متحقق ہو جاتے ہیں، بایں طور کہ کارڈ جاری کنندہ قرض دینے پر موافقت کر کے کارڈ جاری کرتا ہے، یہ اس کی طرف سے ایجاب ہے، اور کارڈ ہولڈر کا کارڈ کو استعمال کرنا، یا اس کے علاوہ کوئی اور عمل جو اس کے قبول کرنے پر دلالت کرے، وہ قبول کہلائے گا، اس لیے کہ اسلام میں ایجاب وقبول ہر قول یا فعل یا اس قرینہ سے قرض یا ادھار کے معنیٰ میں ہو متحقق ہو جاتا ہے۔

---

① (الكاساني، علاء الدين أبوبكر بن مسعود، بدائع الصنائع: ٧/ ٣٩٤، دار الكتب العربي)

② (القاري، أحمد بن عبدالله، مجلة الأحكام الشرعية على مذهب الإمام أحمد بن حنبل، ص: ٨٦)

"کشف القناع عن متن الإقناع" میں ہے:

''اور صحیح ہوتا ہے قرض ہر لفظِ قرض اور لفظِ سلف کے ساتھ، ان کے بارے میں شرع کے وارد ہونے کی وجہ سے اور ہر اس لفظ سے عقد قرض صحیح ہوتا ہے جو ان (قرض وسلف) کے معنی میں ہو، جیسے قرض دینے والے کا قول کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا اس شرط پر کہ تم مجھے اس کا بدل لوٹا دو گے، یا یہ چیز لو، اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مجھے اس کا بدل دے دو، وغیرہ یا ایسا قرینہ پایا جائے جو اس کے قرض دینے کے ارادہ پر دلالت کرے۔ ❶

باقی رہے عاقدین تو کارڈ جاری کرنے والا وہ قرض دینے والا ہے، اور کارڈ ہولڈر وہ قرض لینے والا ہے، عاقدین میں اہلیت اور سمجھداری کا ہونا شرط ہے۔ ❷

قرض لینے والے کو چاہیے کہ وہ قرض دینے والے کو اپنی صحیح صورت حال بتائے اس میں اپنی طرف سے تبدیلی نہ کرے، اتنا ہی قرضہ لے جس کو لوٹانے پر وہ قادر ہو، یعنی اتنی کم مقدار جس کا عام طور سے لوٹانا متعذر نہ ہو، تاکہ مقرض کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ ❸

یہ شرط بھی کارڈ میں متحقق ہوتی ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی معتوہ اور بے وقوف کو کارڈ ایشو کیا جائے، بلکہ بینکوں کی طرف سے ایک خاص عمر کی تحدید کی جاتی ہے جس کی بنا پر کارڈ حاصل کیا جا سکتا ہے، اور یہ "رشد" کی رعایت پر دلالت کرتا ہے، باقی رہی کارڈ ہولڈر کی حالت اور اس کی معلومات، تو بات نہایت واضح ہے کہ بینک اس سلسلے میں

① (البهوتي، منصور بن يونس بن إدريس، كشف القناع: ٣١٢/٣)

② (الشربيني، محمد الخطيب، مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج: ١١٨/٢، دار الفكر)

③ (كشف القناع: ٣١٢/٣)

صارف سے تحریری معلومات لیئے بغیر کارڈ جاری نہیں کرتا، اور اس کی مالی حالت کی بناء پر بینک اس کے لیے قرض حاصل کرنے کی حد مقرر کرتا ہے۔

قرض دینے والے کا اہل تبرع میں سے ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ احسان وشفقت کا معاملہ ہے اور یہ صحیح نہیں مگران کی طرف سے جن کا تبرع صحیح ہوتا ہے۔ (1) (یعنی اہل تبرع ہی کی طرف سے یہ معاملہ درست ہوتا ہے) اور قرض دینے والا تمام تصرفات کرسکتا ہے، اس پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں، اس لیے کہ اقراض میں تبرع کا معنی پایا جاتا ہے، مجور علیہ (جس کے تصرف پر شرعاً پابندی ہو) کے مال کو قرض دینا بلاضرورت کے درست نہیں۔ (2) اور یہ بات بھی واضح ہے کہ بینک تبرع کا اہل ہونے کی وجہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

تنبیہ

قرض کی تکییف پر ہونے والے اعتراضات کی تفصیل تو آگے آئے گی، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ بینک تبرع کا اہل ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ کیا بینک کی عمارت، یا شخص قانونی، یا بینک ڈائریکٹران؟!!!! اس پر ضرور غور کیا جائے۔

ارکان قرض کے آخری رکن عوض، تو وہ یہاں کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادا کیے جانے والے مال کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کا تحقق اس مال میں بھی ہوتا ہے جس کے استعمال کی اجازت کارڈ جاری کنندہ کو دیتا ہے، اس صلاحیت کا انشاء ان کے باہم معاہدے سے ہوتا ہے اور طرفین کا عقد پر دستخط کرنا یہ حامل بطاقہ کو قرض کی ایک مخصوص مقدار کا مالک

(1) (كشف القناع للبهوتي: ۳/۳۱۲)

(2) (القليوبي، شهاب الدين أحمدبن سلام، حاشية على شرح جلال الدين على منهاج الطالبين للنووي: ۲/۲۵۸)

بنا دیتا ہے۔ ❶

پھر قرض دینے والا بینک کارڈ ہولڈر اور قرض کے درمیان تخلیہ کر دیتا ہے (یعنی کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی) لہٰذا کارڈ ہولڈر جس وقت بھی چاہے قرض سے استفادہ کر سکتا ہے، باقی مقروض کا مقرض کو قرض لوٹانے کا مسئلہ تو "حاشية الدسوقی" میں ہے:

مقروض پر لازم نہیں کے وہ مقرض کو قرض واپس لوٹائے، اگر وہ انتفاع سے پہلے ہی اس کی واپسی کا مطالبہ کرے، جیسے کہ اس کی چیزوں میں عام عادت ہے، جب تک مقرض یہ شرط نہ رکھے کہ جب میں مطالبہ کروں تو لوٹانا ہوگا، یا اس کا عرف ہو۔ ❷

(تو پھر جب بھی مطالبہ کرے گا تو لوٹانا ضروری ہوگا) بینک عام طور سے قرض کی واپسی میں صارف کو مہلت دیتا ہے، فوراً ہی مطالبہ نہیں کرتا۔

خریداری کے وقت کارڈ کی شرعی حیثیت

خریداری کے وقت اطراف کارڈ میں تین طرح کے لوگوں کے مابین عقد کا تعلق ہوتا ہے، عقد ان تینوں کے گرد گھومتا ہے، جیسے کارڈ جاری کرنے والا بینک، کارڈ ہولڈر اور تاجر۔

ان اطراف ثلاثہ یعنی کارڈ جاری کنندہ، کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان طے پانے والے معاہدے اور تعلقات ایک ہی مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں، اور سب کا مقصود فائدہ حاصل کرنا ہے، لہٰذا جب کارڈ کا مقصد ایک ہے کہ اس کے ذریعے خریداری کا عمل انجام پائے اور کارڈ ہولڈر، تاجر اور کارڈ جاری کنندہ تینوں کو فائدہ حاصل ہو، تو یہ اس بات کی علامت اور دلیل ہے کہ ان تینوں اطراف میں موجود تعلق آپس میں مربوط ہے ان

❶ (البطاقات البنكية، ص: ١٤٠)

❷ (الدسوقي، حاشية الدسوقي على الشرح الكبير: ٣/ ٢٢٦)

میں جدائی ممکن نہیں، کیوں کہ خریداری کا عمل ان اطراف میں سے کسی بھی ایک کے بغیر بھی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ (1)

خریداری کے وقت کارڈ کی حالتیں

خریداری کے وقت کریڈٹ کارڈ کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

۱- عربی میں اس حالت کو "بطاقة مغطاة" کہتے ہیں، مطلب یہ کہ اس سے مراد وہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے وقت بینک صارف پر لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ استعمال کرنے کی صورت میں مہیا کی گئی قرض کی آخری مقدار کے برابر رقم جمع کروا دے، اور وہ رقم جب تک کارڈ استعمال ہوتا رہے گا اس کی اکاؤنٹ میں باقی رہے گی، جیسے ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)۔ (2)

۲- دوسری حالت کو عربی میں "بطاقة غير مغطاة" کہتے ہیں، یعنی مراد وہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے لیے بینک صارف پر رقم جمع کروانے کی کوئی شرط نہیں رکھتا کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ کے ذریعے فراہم کی گئی قرض کی مقدار کے برابر رقم رکھے۔ (3) جیسے چارج اور کریڈٹ کارڈ۔

پہلی حالت (ڈیبٹ کارڈ، تکییف و دلائل)

وہ کارڈ جن کے اجراء کے لیے بینک اکاؤنٹ میں رقم کا ہونا ضروری ہے، جیسے ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) معاصر علماء کی بڑی تعداد نے اس کی فقہی تکییف بطور "حوالہ" کے کی ہے۔

---

(1) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٧٩)

(2) (المرجع السابق)

(3) (المرجع السابق، ص: ٨١)

چناں چہ پروفیسر صدیق محمد امین الضریر، ❶ ڈاکٹر محمد قری بن عبید، ❷ مولانا رحمت اللہ ندوی، ❸ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، ❹ اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے مفتی عبداللطیف پالنپوری، ❺ اور ایک قول میں مولانا ابرار خان ندوی، ❻ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ❼ مولانا محمد اعظم ندوی، ❽ مولانا زبیر احمد قاسمی، ❾ مولانا محمد ارشد فاروقی، ❿ وغیرہ نے ڈیبٹ کارڈ کی فقہی تکییف ''عقد حوالہ'' سے کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہ نے بھی اسے ''حوالہ'' کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔ ⓫

ڈیبٹ کارڈ میں عقد حوالہ کی وضاحت

شیخ محمد عبدالحلیم ''الجوانب الشرعية والمصرفية'' میں ڈیبٹ کارڈ میں عقد

---

① (بطاقة الائتمان للضرير، ص: ١١، مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ١٢/١٤٣١)

② (بطاقات الائمان للقري، مجلة المجع: ٧/٣٠٦، و بطاقات الائتمان البنكية، ص. ٨٠)

③ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ١٥١، ١٥٣)

④ (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ٧، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ١٥١، ١٥٣)

⑤ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ٢٥، ٢٦٢)

⑥ (حواله سابق، ص: ٢٤، ١٤٠)

⑦ (حواله سابق، ص: ٨٦)

⑧ (حواله سابق، ص: ١٨٠، ١٨١)

⑨ (حواله سابق، ص: ٢٥١)

⑩ (حواله سابق)

⑪ (انعام الباری، کتاب الحوالات: ٦/٤٩١-٤٩٥)

حوالہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''ڈیبٹ کارڈ میں عقد حوالہ کی صورت یوں ہوگی کہ کارڈ ہولڈر بطور محیل تاجر کو ''محال'' ہونے کی حیثیت سے کارڈ جاری کنندہ سے جو کہ ''محال علیہ'' ہوگا، خریداریوں کے نتیجے میں لازم ہونے والے دین (محال بہ) کی وصولی کا کہے گا''۔❶

اور شرعاً ''حوالہ'' محیل کے ذمہ سے محال علیہ کی طرف دین کی منتقلی کو کہتے ہیں۔❷

ڈاکٹر صدیق محمد امین الضریر کی رائے

پروفیسر صدیق محمد امین الضریر صاحب ڈیبٹ کارڈ کی تکییف اور اس کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صحیح تکییف اس کی یہ ہے کہ یہ ''عقد حوالہ'' ہے (گویا) کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ ہولڈر سے کہتا ہے کہ یہ کارڈ لو اور اس کے ذریعے تاجر سے خریداری کرو، اور ثمن کی ادائیگی (فی الفور) نہ کرو، اور تاجر کو ثمن کے حصول کے لیے میرے حوالے کرو، میں اسے ادائیگی کردوں گا، کارڈ جارڈ کنندہ تاجر سے یہ کہتا ہے کہ کارڈ ہولڈر کو اشیاء فروخت کرو، میں عنقریب (اس کی طرف سے) ثمن کی ادائیگی کردوں گا، کارڈ ہولڈر (خریداری کے بعد) تاجر سے کہتا ہے کہ اس کارڈ کے ذریعے سے میں تمہارے ثمن کی ادائیگی کو کارڈ جارڈ کنندہ کے حوالہ کرتا ہوں، لہٰذا

---

①(عمر، محمد عبدالحلیم، الجوانب الشرعیة المصرفیة والمحاسبة لبطاقات، ص: ٥٢، ایتراك للنشر و للتوزیع، مصر، ١٩٩٦م)

②(ابن مودود، عبدالله بن محمودالموصلي الحنفي، الاختیارلتعلیل المختار، الجزء الثالث، ٣٨، دارالکتب العلیمة بیروت، لبنان ١٩٩٨م)

جب حامل کارڈ خریداری مکمل کرلیتا ہے تو عقد حوالہ اپنے ارکان وشروط کے ساتھ اطراف ثلاثہ کی رضامندی سے مکمل ہوجاتا ہے، ڈیبٹ کارڈ میں کارڈ جاری کنندہ پہلے کارڈ ہولڈر کا مدیون ہوتا ہے، بعد میں محال علیہ بنتا ہے، کارڈ ہولڈر محیل اور تاجر ''محال'' کی حیثیت رکھتا ہے، مدیون پر قرض کی حوالگی باتفاق فقہاء جائز ہے''۔ ❶

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے

ڈاکٹر وہبہ زحیلی (ڈیبٹ کارڈ کے جواز اور تکییف کے بعد) داؤد ظاہری اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وتطبيقها بالنسبة للبنك المصدر وعلاقته بالتاجر أنها حوالة، والحوالة مشروعة في الإسلام بالإجماع، فهي حوالة من حامل البطاقة على البنك المودع، فيه حساب العميل، فيقوم البنك بتحويل المبلغ إلى التاجر المحال، وقبول الحوالة من البنك المحال عليه واجب في رأي داؤد الظاهري وأحمد بن حنبل". ❷

ترجمہ: کارڈ جاری کرنے والے بینک کے حوالے سے اس کی تکییف اور تاجر سے تعلق (تو) یہ صورت حوالہ کی ہے، اور حوالہ بالاتفاق جائز ہے، لہٰذا یہ صاحب کارڈ کی طرف سے اس بینک کے ساتھ حوالہ ہوتا ہے جس میں کھاتے دار کا اکاؤنٹ ہوتا ہے، تو بینک محول کیے گئے تاجر کی طرف سے رقم کی منتقلی کردیتا ہے، اور محال علیہ (بینک) سے حوالہ قبول کرنا داؤد ظاہری اور احمد بن حنبل

---

① (بطاقة الائتمان للضرير، ص: ۱۱، مجلة المجمع: ۱۲ /۱۴۳۱، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص۱۰۴)

② (بطاقات الائتمان للزحيلي، ص: ۷)

کے نزدیک واجب ہے۔ (1)

مفتی شوکت مصطفیٰ کی رائے

مفتی شوکت صاحب "بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي" میں لکھتے ہیں کہ جب کارڈ ہولڈر کوئی چیز خریدتا ہے، یا خدمت حاصل کرتا ہے تو اس کی قیمت اسی کے ذمے ہوتی ہے، اور تاجر اس مبلغ کا دائن بنتا ہے، تو یہی کارڈ ہولڈر تاجر کو کارڈ جاری کنندہ کی طرف محول کرتا ہے جو درحقیقت حامل بطاقۃ کے اکاؤنٹ اور بیلنس کی وجہ سے اس کا مدیون کہلاتا ہے، اس مسئلے پر بحث کرنے والے حضرات نے مالدار پر حوالہ کے صحیح ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد سے استدلال کیا ہے:

"إذا اتبع أحدكم على مليء فليحتل". (2)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی ایک کو کسی مالدار کے پیچھے لگا دیا جائے (دین کی وصولیابی کے لیے) تو اسے چاہیے کہ وہ حوالہ قبول کر لے"۔ (3)

مولانا ابرار ندوی کی رائے

فقہ اکیڈمی انڈیا کے رکن مولانا محمد ابرار خان ندوی صاحب اکیڈمی کے پندرہویں سمینار منعقدہ ۱۰-۱۲ مارچ ۲۰۰۶ھ میسور میں پیش کردہ اپنے مقالے بعنوان: "بینک میں رائج مختلف کارڈ کا شرعی حکم" میں ڈیبٹ کارڈ کی فقہی تکییف کے بارے میں رقم طراز ہیں:

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۶۸)

(2) (صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم مطل الغني وصحة الحوالة: رقم الحديث: ۷۸٦٤)

(3) (ص: ۸۰)

''دوسری صورت یہ ہے کہ اسے حوالہ مان لیا جائے، اور حوالہ یہ ہے کہ مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کا ذمہ کسی تیسرے شخص کے سپرد کردے، خواہ تیسرے شخص کے پاس اس کا پیسہ پہلے سے ہو یا نہ ہو: "الحوالة لغة النقل، وشرعاً: نقل دين من ذمة المحيل إلى ذمة المحال عليه". (1)

علامہ اکمل الدین بابرتی نے حوالہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"وفي اصطلاح الفقهاء تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتالى عليه على سبيل التوثيق به". (2)

(فقہاء کی اصطلاح میں حوالہ نام ہے دین کو اصیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ میں منتقل کرنا اس پر اعتماد کرتے ہوئے)۔

حوالہ کے درست ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ جس کے سپرد کیا جارہا ہے وہ تینوں راضی ہوں، بدائع الصنائع میں اس کی تفصیل اس طرح ہے؛ ارکان حوالہ ایجاب و قبول ہیں، ایجاب محیل کی جانب سے اور قبول محال علیہ ومحال کی طرف سے ہوگا، ایجاب یہ ہے کہ محیل کہے کہ میں نے آپ کو اس طور پر فلاں کے حوالہ کیا اور محال علیہ ومحال کی جانب سے قبول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہے کہ میں راضی ہوں یا میں نے قبول کیا، ان کی طرف سے ایسی چیز پیش آئے جو قبولیت ورضامندی پر دلالت کرے، یہ شرائط ہمارے اصحاب (علماء حنفیہ) کے یہاں ہیں''۔ (3)

---

(1) (الميداني، عبدالغني الغنيمي، اللباب في شرح الكتاب، كتاب الحوالة، الجزء الثاني: ٨٢، قديمي كراتشي)

(2) (شرح العناية على الهداية مع الفتح، كتاب الحوالة: ٣٤٦/٦، رشيدية)

(3) (بدائع الصنائع، كتاب الحوالة: ٨/٥، رشيديه)

اور یہاں صاحب کارڈ، بینک اور دوکاندار تینوں اس پر راضی ہیں کہ کارڈ سے خرید وفروخت کرنے کی صورت میں قیمت کی ادائیگی بینک کے واسطہ سے ہوگی، یعنی قیمت بینک ادا کرے گا، لہٰذا ڈیبٹ کارڈ سے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا درست ہوگا۔ (1)

فقہ اکیڈمی کے بعض ارکان کی رائے

فقہ اکیڈمی کے مولانا محمد اعظم ندوی صاحب اپنے مقالے ''بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کا شرعی حکم'' میں مفتی تقی عثمانی زید مجدہ کی "تکملة فتح الملهم": (۱/۵۱٤، ۵۱۵) کے حوالے سے ڈیبٹ کارڈ کو ''عقد حوالہ'' قرار دے کر لکھتے ہیں کہ تعاطی کے ذریعہ بھی حوالہ درست ہے، تکملہ فتح الملہم میں ہے: "وأما تلفظ الإيجاب والقبول فلا يشترط في الحوالة، بل تنعقد الحوالة بالتعاطى كماينعقدالبيع عندنا". (2)

اس طرح مفتی جنید عالم ندوی قاسمی نے مذکورہ معامل کو حوالہ قرار دیا اور اسے بدائع الصنائع کے حوالے سے اقراب إلی الفقہ ہونا تحریر کیا ہے۔ (3)

مولانا زبیر احمد قاسمی کی بھی یہی رائے ہے۔ (4)

مفتی مولانا عبداللطیف پالنپوری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر استفادہ خرید وفروخت کی صورت میں ہو تو اس پر حوالہ کی تعریف صادق آئے گی، جو کہ جائز ہے۔ (5)

فتحی شوکت صاحب (مغني المحتاج: ۲/ ۱۹۵) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۱۴۰، ۱۴۱)

(2) (حوالہ سابق، ص:۱۸۰، ۱۸۱)

(3) (حوالہ سابق، ص:۲۳۳)

(4) (حوالہ سابق، ص:۲۵۱)

(5) (حوالہ سابق، ص:۲۶۲)

''جمہور فقہاء نے حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ مدیون پر ہو، کیوں کہ اصح قول کے مطابق اس کی حقیقت دین کی دین کے بدلے بیع کرنا ہے، لیکن حاجت کی وجہ سے اسے بیع الدین بالدین سے استثناء کیا گیا ہے۔

بطاقۃ مغطاۃ یعنی ڈیبٹ کارڈ حوالہ میں مالدار پر ہوتا ہے، اور وہ (مالدار) کارڈ جاری کنندہ ہے جو حامل کارڈ کا مدیون بھی ہے، جب حوالہ مکمل ہو جائے تو تاجر (محال) اپنے مال کا تقاضہ بینک (محال علیہ) سے کرتا ہے، تاجر کارڈ ہولڈر سے پھر کسی چیز کا رجوع نہیں کرتا ہے۔

دین کا ثبوت عقد حوالہ میں شرط سمجھی جاتی ہے، اس لیے کہ حوالہ کا دین ثابت ولازم ہونا ضروری ہے۔ (1) یعنی (محیل) کا حق (محال علیہ) کے ذمہ باقی ہو۔ (2)

اس تکییف میں غرر نہیں

کارڈ میں عقد حوالہ کے اعتبار سے کوئی غرر نہیں، جیسا کہ بعض حضرات کو وہم ہوا ہے کہ کارڈ جاری کنندہ اس مقدار سے واقف نہیں ہوتا، جس کی کارڈ ہولڈر خریداری کرے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ بینک اس مقدار سے بلوں کے ذریعے واقف ہو جاتا ہے، اور کارڈ میں خریداری کی ایک حد مقرر ہوتی ہے، حامل کارڈ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا، تو اس طرح غرر کا اشکال مندفع ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

لہٰذا ماقبل کی تمام تفصیلات کی روشنی میں ڈیبٹ کارڈ اکثر معاصر علماء کے نزدیک

---

(1) (مغني المحتاج للشربيني: ٩٤/٢)

(2) (ابن الحسين أحمد، متن الغاية والتقريب في الفقه الشافعي، ت: مازن الحموي، ص: ١٦٥، دار ابن حزم بيروت ١٩٩٣م)

بینک جاری کنندہ کا حامل کارڈ کے مدیون ہونے کی بناء پر عقد حوالہ قبیل سے ہے۔

مجمع الفقہ الاِسلامی نے اپنے پندرہویں سمینار (جو کہ مسقط میں منعقد ہوا تھا) میں یہ قرارداد منظور کی ہے کہ ڈیبٹ کارڈ جاری کرنا اس کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ جائز ہے، اس شرط پر کہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ (سودی فائدہ) نہ دینا پڑتا ہو۔ (1)

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کہتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ جارڈ کرنے کے جواز کی دو شرطیں ہیں:

۱- صاحبِ کارڈ اپنے بیلنس، یا ڈپازٹ سے رقم نکالے گا۔

۲- اس کارڈ کے ذریعہ معاملہ کرنے پر کوئی اضافی سود مرتب نہیں ہوگا۔ (2)

فقہ اکیڈمی انڈیا کے مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی صاحب ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''البتہ خرید وفروخت کی صورت میں اگر قیمت کی ادائیگی کسی طرح غرر، یا بائع مشتری میں سے کسی کو ضرر ہو، تو پھر اس کے ذریعہ خرید وفروخت قابل غور ہوگی۔ (3)

حاصل یہ ہوا کہ معاصر علماء کی اکثریت نے بطاقۃ مغطاۃ یعنی ڈیبٹ کارڈ کو عقد حوالہ قرار دیا ہے، کارڈ ہولڈر کو محیل، کارڈ جارڈ کنندہ جو کہ کارڈ ہولڈر کا مدیون بنتا ہے، اسے محال علیہ اور تاجر کو محال سے تعبیر کیا، اس سے استفادہ کو جائز قرار دیا، البتہ یہ شرط رکھی گئی ہے کہ کارڈ ہولڈر اپنے ہی بیلنس سے رقم نکالے، اور اس پر ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے سودی

---

(1) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ١٥: ٧٧/٣)

(2) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ٦٧)

(3) (حوالہ سابق، ص: ٢٥، ٢٤٥)

فائدہ مرتب نہ ہوتا ہو، اسی طرح قیمت ادائیگی میں غرر اور بائع و مشتری کسی کا ضرر بھی نہ ہو، وگرنہ ان خرابیوں کی وجہ سے ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کا اجراء ان علماء کے نزدیک ناجائز قرار پائے گا۔

ڈیبٹ کارڈ کے بارے میں دیگر اقوال و حکم

ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعے خرید و فروخت کے بارے میں ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' کے مقالہ نگاروں کی اکثریت کی رائے جواز کی ہے، بیشتر حضرات نے اپنے مقالہ میں یہ دلائل پیش کیے ہیں کہ کارڈ ہولڈر اس کارڈ کے ذریعہ اپنی جمع شدہ رقم ہی سے فائدہ اٹھاتا ہے، اپنی ضرورتوں کے لیے بینک سے مزید رقم نہیں لینی پڑتی ہے اور نہ ہی اس کارڈ کے استعمال میں کوئی شرعی مانع نظر آتا ہے، جب کہ بعض حضرات نے یہ کہہ کر بات ختم کردی کہ اس کے جواز کے دلائل بھی وہی ہیں جو A.T.M کارڈ کے ہیں، آئندہ ابحاث میں A.T.M کی فقہی تکییف کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ!

البتہ بعض حضرات نے اسے کفالہ، وکالہ اور امانت وغیرہ سے تعبیر کیا ہے، ذیل میں ان آراء و دلائل کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کارڈ ہولڈر پر کسی کا قرض باقی ہو اور بینک کے ذریعہ ادا کیا جائے تو فقہ کی اصطلاح میں یہ حوالہ ہوگا، اور جس شخص کو ادا کیا جا رہا ہے اگر کارڈ ہولڈر کے ذمہ پہلے سے اس کی رقم باقی نہ ہو تو بینک کی حیثیت اس کی طرف سے وکیل کی ہوگی اور یہ بھی جائز ہے، دلیل میں فتاوی خانیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

"قال المؤكل: خذ هذا الألف، يافلان! وادفعه إلى فلان، فأيهماقضى جاز، قياساًواستحساناً".

''اگر مؤکل وکیل سے کہتا ہے کہ یہ ہزار لو اور فلاں کو دے دو، ان دونوں میں سے جو بھی ادائیگی کرے قیاساً واستحساناً جائز ہے''۔ ①

پروفیسر عبدالمجید کی رائے

پروفیسر عبدالمجید محمد سوسوۃ (پروفیسر شریعہ کالج، شارقہ یونیورسٹی، متحدہ عرب امارات) لکھتے ہیں:

''اس (ڈیبٹ کارڈ) میں کارڈ ہولڈر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ڈپازٹ شدہ رقم کے دائرہ میں خریداری کرے اور بینک اس کی طرف سے ان فریقوں کو قیمت کی ادائیگی کرتا ہے جو کارڈ ہولڈر سے معاملہ کرتے ہیں، کبھی کبھی بینک اس کو وکالت بالأجر قرار دے کر اس کام پر فیس لیتا ہے''۔ ②

مفتی اعظم تیونس کی رائے

مفتی اعظم تیونس شیخ محمد مختار سلامی صاحب نے ڈیبٹ کارڈ کے اطراف پر تفصیلی بحث کی ہے، اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کے بعد وہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا ان تعلقات کو وکالہ قرار دینے سے معاملہ درست قرار پائے گا، ایسی صورت میں کارڈ جاری کرنے والا فریق قرض دینے والے یعنی تاجر کو از روئے وکالہ قرض ادا کرے گا اور کارڈ ہولڈر کے ذمہ تبادلہ کے وقت کے حساب سے اس رقم کا اندراج کر دے گا، جو کارڈ ہولڈر نے اپنے بیلنس سے کی ہے، کیوں کہ وکیل

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۳، ۲۴)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۹۱، ۹۲)

کو یہ حق ہے کہ اپنے مؤکل کی طرف سے تبادلہ کرے جیسے کہ اسے حق حاصل ہے کہ از روئے وکالہ وہ مطلوبہ رقم کی ادائیگی کرے''۔

گویا شیخ سلامی کے نزدیک اطراف ثلاثہ میں وکالت کا تعلق پایا جارہا ہے، مزید تفصیل کے ان کا مقالہ'' کریڈٹ کارڈ کی حقیقت، اس کی اقسام اور شرعی حکم'' ملاحظہ فرمائیں۔ ❶

مولانا ابرار خان ندوی صاحب ڈیبٹ کارڈ بینک کو میں جمع کارڈ ہولڈر کی رقم کی رسید یا وثیقہ قرار دیتے ہیں، بینک کو دوکاندار یعنی تاجر کا وکیل مان کر، بدائع کی درج ذیل عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

"ویجوز التوکیل بقبض الدین، لأن المؤکل قد لا یقدر علی الاستیفاء بنفسه، فیحتاج إلی التفویض إلی غیره". ❷

(دین پر قبضہ کے لیے وکیل بنانا جائز ہے، اس لیے کہ مؤکل کبھی خود دین کی وصولیابی پر قادر نہیں ہوتا ہے(تا کہ وہ دوسرا اس کا حق دلا سکے)۔

بینک کا ڈیبٹ کارڈ ہولڈر کے وکیل ہونے کو زیادہ سے زیادہ بہتر اور درست قرار دے کر درج ذیل عبارت سے استدلال کیا ہے:

"تجوز الوکالة بقضاء الدین لأنه یملك القضاء بنفسه وقد لا یتهیأ له بنفسه فیحتاج إلی التفویض إلی غیره". ❸

(دین کی ادائیگی کا وکیل بنانا درست ہے، حالاں کہ وہ خود بھی ادا کرسکتا ہے، لیکن

---

① (حوالہ سابق، ص: ۱۲۷-۱۳۰)

② (بدائع الصنائع، کتاب الحوالة: ۲۲/۶، ۲۳، دار الکتب العلمیة)

③ (المرجع السابق)

بسا اوقات اسے ادا کرنے کا اسے موقع نہیں ہوتا، تو اسے دوسرے کے حوالہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ❶

مولانا خورشید احمد اعظمی کی رائے

مولانا خورشید احمد اعظمی اپنے مقالہ ''بینک میں مروج مختلف کارڈ کے شرعی پہلو'' میں ڈیبٹ کارڈ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت اور ثمن کی ادائیگی درست ہوگی، کارڈ کی وصولیابی کے لیے بصورت فیس رقم جمع کر کے گویا بینک کو وکیل بنایا جا رہا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے فلاں سامان خریدا ہے، اس کا میرے اوپر اتنا دین ہے، تم میری طرف سے میری رقم سے اسے ادا کر دو، اور اس میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی''۔ ❷

مفتی اسرار الحق سبیلی کی رائے

مفتی اسرار الحق سبیلی صاحب ڈیبٹ کارڈ کے معاملے کو وکالت قرار دے کر علامہ قدوری رحمہ اللہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

"كل عقد جاز أن ينعقده الإنسان بنفسه جاز أن يؤكل به غيره". ❸

(ہر وہ معاملہ جو آدمی کے لیے بذات خود کرنا جائز ہے، اس معاملہ میں دوسرے کو وکیل بنانا جائز ہے) ❹

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۳۹، ۱۴۰)

② (حوالہ سابق: ۱۹۳)

③ (القدوري، أبوالحسين أحمد بن محمد البغدادي، مختصر القدوري، كتاب الوكالة، ص: ۲۵۵، مؤسسة الريان، بيروت لبنان، ۲۰۰۵م)

④ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۲۸)

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی صاحب نے بھی ''خانیہ'' والے جزئیہ سے استدلال کرتے ہوئے ڈیبٹ کارڈ کو وکالت قرار دیا ہے۔❶

مولانا زبیر قاسمی کی بھی یہی مذکورہ بالا رائے ہے۔❷

مولانا سید قمر الدین محمود کی رائے

مولانا سید قمر الدین محمود صاحب اپنے مقالے بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ، فقہی پہلو،، میں رقمطراز ہیں:

''اس کارڈ کے ذریعہ کارڈ ہولڈر جو فائدہ اٹھاتا ہے اس میں بینک کاڈر ہورڈر کی طرف سے وکیل ہوتا ہے اور کارڈ ہولڈر اور دوکاندار (تاجر) دونوں کی طرف سے بینک وکیل ہوتا ہے اس لیے سامان کی خریداری یا رقم کی منتقلی کے سلسلہ میں بینک ان کی طرف سے وہ رقم ادا کرتا ہے، تو یہ صورت جائز ہے، جب کہ کارڈ ہولڈر اپنی جمع شدہ رقم سے ہی استفادہ کرتا ہے۔❸

قاضی عبدالجلیل اور قاری ظفر الاسلام کی رائے

ان کے علاوہ مولانا قاضی عبدالجلیل اور مولانا قاری ظفر الإ سلام نے بعض کراہتوں کے باوصف، ابتلاء عام اور حوائج شدیدہ نیز "المشقة تجلب التيسير" کے پیش نظر ڈیبٹ کارڈ کے استعمال کی اجازت دی ہے، جب کہ مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب نے ان لوگوں کے لیے اس کارڈ کے استعمال کو جائز کہا ہے جنہیں اس کی خاص ضرورت پڑتی ہے، جیسے تجارت پیشہ حضرات، اور مولانا محمد اعظم صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ رقم

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۳۳)

② (حوالہ سابق، ص: ۲۵۱)

③ (حوالہ بالا، ص: ۲۷۸)

انٹرسٹ لینے کی نیت سے جمع نہ کرائی گئی ہو۔[1]

دوسری حالت (کریڈٹ کارڈ، چارج کارڈ)

کارڈ کی یہ وہ صورت ہے جس میں بینک کارڈ ہولڈر کو کارڈ کے استعمال کی اور اس کے ذریعے ایک مقررہ مقدار کے مبلغ سے استفادہ کی جواجازت فراہم کرتا ہے، اس کے بدلے اتنی ہی مقدار رقم بینک کے پاس رکھنے کو مشروط نہیں کرتا، بلکہ کارڈ ہولڈر کو رقم رکھوائے بغیر ہی ایک مخصوص مقدار میں مبلغ سے استفادہ کی سہولت فراہم کرتا ہے، یہی وہ صورت ہے جس پر کریڈٹ کارڈ کی تعریف صادق آتی ہے، البتہ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱-کریڈٹ کارڈ،۲- چارج کارڈ

ان کی تفصیلات ماقبل میں گزر چکی ہیں، وہاں پر ان میں موجود فرق کو بھی واضح کیا جاچکا ہے، یہاں پر ان کی فقہی تکییف اور علماء کی آراء ودلائل بیان کرنا مقصود ہے۔

فقہی تکییف اور علماء کے اقوال

بطاقۃ غیر مغطاۃ یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کو خرید وفروخت کے لیے استعمال کرتے وقت، اس کی تکییف فقہی میں معاصر علماء کا اختلاف ہے، اس بارے میں متعدد آراء ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔

پہلی رائے (قرض)

پہلی رائے اس کی تکییف فقہی میں یہ ہے کہ یہ ''قرض'' ہے، ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید،[2] ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان،[3] ڈاکٹر محمد بالوالی،[4] اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے بہت

---

① (حوالہ سابق،ص:۳۷،۳۸)

② (بطاقات الائتمان: ۵۹)

③ (البطاقات البنکیۃ: ۱۳۶) .... =

سے ارکان نے اس کی تکییف ''قرض'' سے کی ہے۔

فتحی شوکت صاحب "بطاقات الائتمان البنيكة في الفقه الإسلامي، ص: ۸۲" میں ان کارڈوں میں قرض کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کارڈ ہولڈر، بینک سے کہتا ہے کہ تاجر سے خریداری کے نتیجے میں جو دیون مجھ پر لازم ہوئے ہیں، میری طرف سے تم وہ تاجر کو ادا کرو''۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے اس کی صورت یوں بیان کی ہے:

"وإذا أمر رجلاً بأن ينقد عنه فلاناً ألف درهم فنقدها، رجع بها على الآمر، لأن هذا الأمر استقراض من المأمور". ❶

اگر ایک آدمی دوسرے کو یہ حکم دے کہ فلاں کو میری طرف سے ہزار درہم کی ادائیگی کرو، تو اس نے وہ ادا کر دیا تو حکم دینے والے سے وہ وصول کرے گا، اس لیے کہ یہ مامور (حکم دیئے جانے والے) سے قرض طلب کرنے کے قبیل سے ہے۔

کارڈ جارڈ کنندہ جب کارڈ ہولڈر کی طرف سے اس کی خریداریوں کے ثمن کی ادائیگی کرتا ہے، تو وہ اسے قرض دے رہا ہوتا ہے، تاکہ وہ اسے مستقبل میں واپس لوٹا دے، یہ سب کچھ کارڈ ہولڈر اور بینک کے درمیان ہونے والے معاہدے کا نتیجہ ہوتا ہے، گویا کہ وہ دونوں اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ بینک کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے خریداریوں کی اس شرط پر ادائیگی کرے گا کہ وہ اسے بعد میں مطلوبہ مقدار کی رقم واپس لوٹائے گا۔ ❷

= ④ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ۱۲: ۳/۵٦۷)

① (السرخسي، محمد بن أبي سهل، المبسوط: ۲/۵۵، دار الكتب العلمية بيروت، ۱۹۹٤م)

② (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ۵۵)

اس تکییف کے قائلین نے قرض کی تعریف اور اس کے ارکان سے استدلال کیا ہے، جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے، یہاں اس کو دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں، مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر عبدالوہاب کی "البطاقات البنكية" (ص:۱۳۶-۱۴۳) کا مطالعہ مفید رہے گا۔

پہلی تکییف "قرض" پر ہونے والے اعتراضات

بطاقة غیر مغطاة یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کی فقہی تکییف "قرض" پر فقہی اعتبار سے درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱- مقرض و مستقرض کے درمیان دوطرفہ تعلق ہوتا ہے، یعنی اس میں عاقدین دو ہوتے ہیں، قرض دینے والا اور قرض لینے والا، جب کہ کارڈ کی صورت میں عقد تین اطرف میں پایا جاتا ہے، دائن یعنی تاجر، مدیون یعنی کارڈ ہولڈر اور قرض ادا کرنے والا بینک، کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کرنے والا کارڈ جاری کنندہ بینک دین کی ادائیگی میں حامل کارڈ کا نائب سمجھا جائے گا، اس لیے کہ بینک کو یہاں پر متبرع ماننا ممکن نہیں، لہٰذا بینک یا تو حامل کا کفیل ہوگا، یا وکیل، یا محال علیہ۔ ❶

۲- بسا اوقات کارڈ ہولڈر کارڈ کو استعمال میں نہیں لاتا، جب کہ قرض میں یہ ضروری ہے کہ مال کی ادائیگی اور اس کا بدل واپس کیا جائے جیسے کہ قرض کی تعریف فقہی میں مذکور ہے: دفع مال إرفاقا لمن ينتفع به ويرد بدله له". ❷

"کسی کو مال دینا بطور احسان کہ وہ اس سے نفع اٹھائے اور اس کا بدل اسے واپس لوٹائے"۔

---

❶ (قلعة جي، المعاملات المالية المعاصرة، ص: ۱۱۷)

❷ (شرح منتهى الإرادات: ۲/۲۲٤)

یا قرض ایک عقد مخصوص کو کہتے ہیں کہ دوسرے کو مال مثل دیا جائے تا کہ وہ (بعد میں) اس کا مثل لوٹائے۔ ❶

قرض میں قبضہ کا پایا جانا ضروری ہے، اس لیے کہ عقد قرض میں تصرف قبضہ پر موقوف ہوتا ہے، اور ملکیت بھی اسی پر موقوف ہوتی ہے، ❷ جب کہ "بطاقة غير مغطاة" میں کسی نوع کا بھی قبضہ نہیں پایا جاتا ہے، اس لیے کہ کارڈ ہولڈر کا کوئی بیلنس نہیں ہوتا ہے، اسی کے بارے میں ڈاکٹر علی السالوس کہتے ہیں:

"ولكن لو فرضنا أن البطاقة هذه ليس لها رصيد، فحامل البطاقة سوف يدفع فيما بعد، إذن فالدفع بالطاقة لا يعتبر قبضاً". ❸

ترجمہ: اگر ہم یہ فرض کریں کہ اس کارڈ کا کوئی بیلنس نہیں، کارڈ ہولڈر بعد میں ادائیگی کر دے گا، تو کارڈ کے ذریعے ادائیگی کو قبضہ نہیں سمجھا جائے گا۔''

۳-قرض کی تعریف اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بطور احسان کے ہوتا ہے، جب کہ بینک عمومی طور سے کوئی بھی چیز بغیر اجرت کے نہیں دیتے، لہٰذا قرض سے زائد جو بھی اجرت وصول کی جائے گی وہ سود شمار کی جائے گی۔ ❹

۴-کارڈ کی تکییف بطور قرض کے کرنا، یہ اس کے تمام حالات و مراحل کا احاطہ نہیں کرتا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عبدالحلیم لکھتے ہیں: ''اس بات کی طرف

---

① (الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، فصل في القرض: ٤٠٦/٧، دار المعرفة)

② (الدكتور نزيه حماد، عقد القرض في الشريعة الإسلامية، الفصل الثاني، ص: ٤١-٤٥، دار القلم، دمشق)

③ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع: ٧: ٦٥١/١)

④ (المرجع السابق: ٦٥١/١)

اشارہ کرنا ضروری ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے معین رقم کی تاجر کو ادائیگی کے بعد اس بعد کا حق رکھتا ہے کہ وہ حامل بطاقہ سے اس مبلغ کا مطالبہ کرے، کیوں کہ اس ادائیگی کے نتیجے میں بینک کارڈ ہولڈر کا دائن بنتا ہے (اور دائن کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مدیون سے اپنے دین کا مطالبہ کرے) جب کہ کارڈ کے اجراء اور تاجر سے معاہدے پر دستخط کرتے وقت کسی طرح کے قرض لین دین کا وجود نہیں ہوتا''۔ ❶

۵- باقی جہاں تک فقہاء کے قول کہ ''اگر کسی آدمی نے دوسرے سے کہا کہ وہ اس کی طرف سے ہزار درہم ادا کرے اور اس نے ادا کر دیا تو وہ حکم دینے والے سے رجوع کرے گا، اس لیے کہ یہ مامور سے قرض طلب کرنے کے حکم میں ہے''، ❷ تو اس کا تعلق قرض سے نہیں بلکہ ''کفالہ'' سے ہے، جیسا کہ فقہاء نے اسے کفالہ کے ذیل میں ذکر کیا ہے کیوں کہ اس صورت کا تعلق واضح طور سے کفالہ کے ساتھ ہے۔ ❸

۶- یہاں ایک بڑا اشکال یہ ہے کہ مقرض یعنی قرض دینے والا کون ہے؟ قرض لینے والا تو معلوم اور متعین ہے، اور وہ کارڈ ہولڈر ہے۔ قرض کے احکام میں یہ بنیادی شرط ہے کہ قرض دینے والا اہل تبرع میں سے ہو، ورنہ قرض دینا شرعاً درست نہ ہوگا، کیوں کہ اہل تبرع میں سے نہ ہونے کی وجہ سے اہلیت بھی نہ ہوگی، جب اہلیت نہیں ہوگی تو قرض کیسے دے گا، بہرحال قرض دینے والا مجہول ہے، یہ معلوم نہیں کہ قرض دینے والے یہاں بورڈ آف ڈائریکٹران ہیں، یا شخص قانونی یا کوئی اور؟؟؟۔

بینک کسی حال میں بھی اس کی تعیین نہیں کرتے، عام طور سے تو نفع لیتے وقت

❶ (المواسب الشرعیة والمصرفیة: ص ۵۶)

❷ (المبسوط للسرخسي: ۲/۷۰)

❸ (الطبري، محمد بن جریر، اختلاف الفقهاء: ۲ / ۶۲، دار الکتب العلمية)

بورڈ آف ڈائریکٹران اور شرکاء سامنے آتے ہیں، اور نقصان کے وقت ایک فرضی تصور ''شخص قانونی'' کو شخص حقیقی باور کروا کے آگے کردیا جاتا ہے، اگرچہ دستاویزات میں پہلے والے معاملے میں بھی شخص قانونی کا تذکرہ ہوتا ہے، مگر درحقیقت نفع لینے والے تو بینک کے مالکان ہی ہوتے ہیں، اگر شخص قانونی کو مقرض مان بھی لیا جائے تو اس پر ہونے پر تمام اعتراضات یہاں بھی وارد ہوں گے۔

دوسری رائے (وکالہ)

''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' کی تکییف کے سلسلے میں دوسری رائے وکالہ کی ہے، جن علماء نے اسے وکالت قرار دیا ہے ان میں ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں:

"إن هـذه البطاقة من قبيل الحوالة، وللحوالة المصرفية كلهاالیوم تـكـون مقابل أجر، فيمن أن نعتبرهامن هذا القبيل، أومن قبيل الوكالة بأجر". [1]

''یہ کارڈ حوالہ کے قبیل سے ہے، آج بینکوں میں پایا جانے والا حوالے پر اجرت لی جاتی ہے، تو ممکن ہے کہ اسے ہم اس قبیل سے مان لیں، یا اجرت پر وکالت کے قبیل سے مانیں''۔

ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ صاحب کے مطابق کارڈ کا یہ نظام وکالت اور کفالت دونوں کو متضمن ہے، جب کہ اسلامی بنکوں کے حوالے سے یہ قرضہ حسنہ بھی ہے، ان کا کہنا ہے:

"الأصل في استخدام البطاقة أن هناك توكيلاً وكفالة، وهناك قرضاً حسناً في بعض الأحيان في البنوك التي لاتشترط أن يكون

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ١/٦٦٨)

السحب من حساب العميل مباشرة، وإنما يدفع المصدر ثم يستوفي". ❶

کارڈ کے استعمال میں اصل یہ ہے کہ اس میں توکیل اور کفالت پائی جاتی ہے، اور بعض دفعہ قرضہ حسنہ کی صورت ہوتی ہے ان بینکوں میں جو صارف کا اکاؤنٹ (بیلنس) سے براہ راست ادائیگی کو شرط قرار نہیں دیتے، بلکہ کارڈ جاری کنندہ اس کی طرف سے ادا کرتا ہے پھر اپنا حق وصول کرتا ہے۔

وکالت کی صورت کی وضاحت

وکالت کی صورت یوں ہوگی کہ صارف بینک کو اس بات کا وکیل بناتا ہے کہ کارڈ کے ذریعے خرید وفروخت کی صورت میں اس پر جو ثمن لازم ہوگا، بینک وہ اس کی طرف سے ادا کردے، جب کہ صارف بینک میں اکاؤنٹ کھول کر کارڈ حاصل کرتا ہے، تاکہ اس سے سہولیات حاصل کی جاسکیں، تو کارڈ کا اجراء اور صارف کا اسے حاصل کرنا یہ متضمن ہے بینک کے وکیل بنانے کو کہ بینک کارڈ ہولڈر پر واجب ہونے والے تمام مالی واجبات کی اس کی طرف سے ادائیگی کردے۔ ❷

اس طرح بینک تاجر کا وکیل ہے اس بارے میں کہ وہ اس رقم کی کٹوتی کرے جو کارڈ کے ذریعے لازم ہوتی ہے، بینک وہ طرفین کا وکیل ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر کی طرف سے خریداریوں کی ادائیگی کا اور تاجر کی طرف سے اسے وصول کرنے کا، اسی وجہ سے اس کارڈ کے اطراف میں عقد وکالہ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ ❸

---

① (المرجع السابق: ١/ ٦٥٧)

② (المعاملات المالية لمحمد رواس، ص: ١١٦)

③ (البطاقات البنيكة، ص: ١٩٢)

وکالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

وکالت لغت میں: حفاظت، کفالت، ضمان اور تفویض کے معنی میں مستعمل ہے۔ ①

فقہی اصطلاح میں: "استنابة جائز التصرف مثله فيما تدخل النيابة" کو کہتے ہیں۔ ②

یعنی تصرف کے اہل کا اپنے جیسے شخص کو ایسے امور میں نائب بنانا جن میں نیابت ممکن ہو۔

ارکان وکالت

ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب لکھتے ہیں کہ ارکان وکالت جو مذاہب اربعہ میں متفق علیہ ہیں، وہ یہ ہیں: مؤکل، وکیل، جس چیز میں وکیل بنایا جائے، ایجاب وقبول۔ مؤکل، وہ کارڈ ہولڈر [illegible] اپنی خریداریوں کی قیمت کی ادائیگی کے لیے کسی کو وکیل بناتا ہے، وکیل، کارڈ جاری کرنے والا بینک، مؤکل فیہ کارڈ ہولڈر کا بینک کے پاس اکاؤنٹ ہے [illegible] کارڈ ہولڈر کے [illegible] ادائیگی کے معاہدے کو ایجاب وقبول کہتے ہیں۔ ③

وکالت کے ارکان اربعہ کی کریڈٹ کارڈ میں فقہی تطبیق

فتحی شوکت صاحب "بطاقات الائتمان البنكية فى الفقه الإسلامي" میں وکالت کے ارکان اربعہ کی کریڈٹ کارڈ میں فقہی تطبیق بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"([illegible] غیر مغطاۃ) میں وکیل کارڈ جاری کرنے والا بینک ہے، "عقد

---

① ([illegible] السابق، ص: ۱۹۳)

② (كشف القناع: ۴۶۱/۳)

③ ([illegible])

الجواهر الثمينة" میں ہے: إن من جازله أن يتصرف لنفسه في الشي جازله أن ينوب عن غيره إذا كان قابلاً للاستنابة...، هذا هو الأصل، إلا أن يعرض ما يمنع من توكيل شخص فلا يؤكل". ❶

(جس کے لیے کسی چیز میں اپنے لیے تصرف کرنا جائز ہے، اس کے لیے درست ہے کہ وہ اس میں دوسرے کا نائب بنے۔۔۔یہی اصل ہے، اِلا یہ کہ کوئی ایسا (عذر لاحق ہو) جو کسی شخص کے وکیل بنانے کے لیے مانع ہو تو وکیل نہیں بنایا جائے گا)۔

مؤکل یعنی کارڈ ہولڈر تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے لیے تصرف کی اہلیت رکھتا ہو، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے کو ایسے امور میں جن میں نیابت درست ہو، ضرورت کی وجہ سے (اپنا) نائب بنائے۔ ❷

"الاختيار لتعليل المختار" میں ہے: "كل عقد جاز أن يعقده بنفسه جاز أن يؤكل به". ❸

"ہر وہ عقد جسے آدمی خود انجام دے سکتا ہے، اس میں دوسرے کو وکیل بنایا جا سکتا ہے"۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مؤکل فیہ یہاں پر کارڈ ہولڈر کی طرف سے اس کی خریداریوں کی قیمت کی ادائیگی ہے، مؤکل فیہ کا ایسے امور میں سے ہونا چاہیے جن

---

① (ابن شاس، جلال الدين عبدالله، عقد الجواهر الثمينة في مذهب عالم المدينة: ٣/٦٧٧، دار الغرب الإسلامي)

② (المرجع السابق: ٣/ ٦٧٧)

③ (كتاب الحواله، الجزء الثاني: ١٦٨، دار الكتب العلمية، بيروت)

میں نیابت درست ہو، اور وہ معلوم ہو، چاہے اس کی صراحت کر دی جائے، یا لفظ کے عدم کے تحت داخل ہو، یا قرائن کے ذریعے معلوم ہو، یا عادت کے ذریعے اس کا علم ہو"۔ ❶

کارڈ ہولڈر بینک کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ کارڈ استعمال کرنے کی صورت میں اس پر لاگو ہونے والے تمام مالی واجبات کی ادائیگی کرے، تو بینک اس وکالت کو قبول کر کے ان واجبات کی ادائیگی کرتا ہے، غرض کارڈ ہولڈر اور بینک دونوں اہل تصرف میں سے ہیں، خریداریوں کا ثمن اور خدمات کی قیمت دونوں کو معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ پہلے ہی سے بل میں اسے یقینی بنایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر زحیلی کے قول کا مطلب

ڈاکٹر زحیلی کے قول کہ 'یہ اجرت پر وکالت ہے' کا مطلب یہ ہے کہ وکالت سے مراد یہاں یہ ہے کہ مؤکل وکیل سے کہے کہ تم میری طرف سے ادائیگی کرو، اور اسے شمار کرو، وکیل مؤکل کے حکم سے اس کی طرف سے جو ادائیگی کرتا ہے اسے تبرع شمار نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ مؤکل اسے اس بات کا حق دیتا ہے کہ وہ اس طرف سے جو بھی دین ادا کرے، وہ اس سے وصول کرے۔

جس طرح بینک ادائیگی کے معاملے میں کارڈ ہولڈر کا وکیل بنتا ہے، ایسے ہی ثمن کی وصولی اور اس پر قبضہ کے لیے تاجر کی طرف سے وکیل ہوتا ہے، لہٰذا وہ کارڈ ہولڈر سے تاجر کی طرف سے وکیل بالقبض ہے، اور وہ اسے وکالت پر تاجر سے طے شدہ کمیشن وصول کرتا ہے۔ ❷

---

① (عقدالجواهر الثمينة: ٦٧٥/٣)

② (البطاقات البنكية، ص: ١٩٩)

طرفین کا وکیل بننا

وکیل کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ طرفین کا وکیل ہو، اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دائن کا وکیل بن کر مدیون سے اس کے حقوق وصول کرے، اور مدیون کا وکیل بن کر اس کے ذمہ دائن کے جو واجبات ہیں، ان کی ادائیگی کرے، بینکوں میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

حنابلہ کے نزدیک وکیل مؤکل کی اجازت سے ان کے درمیان ہونے والے کسی عقد کے دونوں اطراف کا ولی بن سکتا ہے، (1) یعنی اگر مؤکل اس کو وکیل بالبیع والشراء بنائے اور اس کو اجازت بھی دے تو تہمت نہ ہونے کی وجہ سے وکیل اپنی کسی بھی چیز کو مؤکل کے لیے خرید بھی سکتا ہے اور فروخت بھی کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کہتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کارڈ جارڈ کرنے والا بینک بیک وقت کارڈ ہولڈر اور تاجر کی طرف سے ادائیگی اور قبضہ کرنے کا وکیل بن سکتا ہے۔ (2)

حاصل بحث

حاصل یہ ہوا کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک بیک وقت طرفین یعنی کارڈ ہولڈر اور تاجر کی طرف سے وکیل ہوتا ہے، البتہ دونوں کی جہت میں فرق ہے، وہ یہ کہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے وکیل بایں معنی کہ کارڈ کے استعمال کی وجہ سے جو مالی واجبات ہوں ان کی کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کرے گا، چوں کہ یہ اس کے حکم سے ہے اس لیے جتنی مقدار میں ادائیگی ہوگی، کارڈ ہولڈر سے اس کا رجوع کرے گا، جب کہ تاجر کی طرف سے وکیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فروخت کی گئیں اشیاء کا ثمن دوسروں سے وصول کرے گا، چوں

---

(1) (شرح منتهى الإرادات: ۲/۳۰۹، عالم الكتب، بيروت ط، ۲ ۱۹۹۶م)

(2) (عبدالوهاب أبوسليمان، البطاقات البنكية، ص: ۲۰۱)

کہ یہ وکالت اجرت پر ہے، لہٰذا طرفین اسے اجرت بھی دیں گے۔

بعض حضرات نے اسے صرف وکالت قرار دیا، جب کہ بعض کے نزدیک یہ وکالت اور کفالت دونوں کو متضمن ہے۔

دوسری تکییف (وکالہ) پر ہونے والے اعتراضات

''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' یعنی وہ کارڈ جس کے اجراء کے لیے بینک کے پاس بیلنس رکھوانا مشروط وضروری نہ ہو، اس کی تکییف بطور وکالہ پر وارد ہونے والے اعتراضات درج ذیل ہیں:

۱-وکالت میں عقد کا تعلق طرفین یعنی وکیل اور مؤکل کے درمیان ہوتا ہے، جب کہ کارڈ میں یہ تعلق تین اطراف پر مشتمل ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر، کارڈ جاری کنندہ اور تاجر۔

۲-عقد وکالہ میں وکیل کو مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، ① جب کہ کارڈ کے معاملے میں وکیل یعنی کارڈ جاری کرنے والا کارڈ ہولڈر یعنی مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے۔ ②

۳-وکالت میں یہ ضروری ہے کہ محل وکالہ یعنی جس چیز کے بارے میں وکیل بنایا جارہا ہو، وہ عقد کے وقت موجود ہو، ③ جب کہ کارڈ میں محل وکالت یعنی دین عقد کے وقت موجود نہیں ہوتا ہے۔

۴-مؤکل جن چیزوں میں خود تصرف کرسکتا ہے، انہی میں وکیل بنا سکتا ہے، اگر مؤکل نے وکیل کو مطلق اپنا قائم مقام بنایا، تو یہ اس بات کا مقتضی ہے، وکیل کو بھی اس

---

① (حاشية ابن عابدين، كتاب الحوالة: ١١ / ٤٣٢ دار الفكر)

② (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١١٦)

③ (المرجع السابق)

چیز کا اختیار ہو، جس کا مؤکل اختیار رکھتا ہے، کارڈ والے معاملے میں مؤکل یعنی کارڈ ہولڈر، تاجر کو خود ادائیگی نہیں کر سکتا ہے۔

۵- وکالت میں مال وکیل کے پاس امانت ہوتا ہے، اگر بغیر تعدی کے ہلاک وضائع ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں، جب کہ کارڈ ہولڈر کا مال اور رقم کارڈ جاری کنندہ کے پاس ہر حال میں مضمون ہوتے ہیں۔ ❶

۶- کارڈ والے معاملے پر وکالت منطبق نہیں ہوتی، اور نہ ہی وکیل کے اوپر لازم ہے کہ وہ مؤکل کی طرف سے اپنے مال سے ادائیگی کرے، ورنہ یہ معاملہ کفالت کی شکل اختیار کر لے گا۔ ❷

۷- کارڈ جاری کنندہ تاجر کے حقوق کا ضامن بھی ہوتا ہے، ایک ہی شخص کو ضامن اور وکیل بنانا حنفیہ کے ہاں درست نہیں، اس سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ ❸ یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ کفالت باطل ہو جائے، اور وکالت باقی رہے، اس لیے کہ کفالت وکالت سے اقوی ہوتی ہے تو وہی ناسخ بنے گی۔ ❹ لہٰذا وکالت باطل ہو جائے گی نہ کہ کفالت۔

لہٰذا مذکورہ اعتراضات کی وجہ سے ''عقد بطاقة'' کی فقہی تکییف وکالہ سے کرنا درست نہیں، کیوں کہ وکالت اپنے تمام ارکان وشروط کے ساتھ اس معاملے پر منطبق نہیں ہوتی ہے۔

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع: ٧: ١ / ٦٦٤)

② (بطاقات الائتمان البنيكة، ص: ٩٠)

③ (الزيلعي، فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الوكالة: ٢٩٧/٥، دار الكتب العلمية)

④ (المرجع السابق، ص: ٢٩٨، البطاقات البنكية، ص: ١٩٩، ٢٠٠)

تیسری رائے (حوالہ)

"بطاقة غیر مغطاة" کی فقہی تکییف میں تیسری رائے یہ ہے کہ یہ حوالہ ہے، معاصر علماء میں سے ڈاکٹر رفیق مصری، ① شیخ عبداللہ بن منیع، ② اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی ③ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔

کارڈ کے ذریعے معاملہ اور حوالہ میں تطبیق یوں ہے کہ کارڈ ہولڈر تاجر سے خریداری کرتا ہے، اس پر خریداری کا ثمن واجب الاداء ہوتا ہے کہ وہ تاجر کو ثمن کی ادائیگی کرے، لیکن وہ خود نہیں کرتا، بلکہ وہ تاجر کو ثمن کی وصولی کے لیے کارڈ جاری کنندہ کی طرف محول کرتا ہے، جب کہ کارڈ ہولڈر اور بینک کے درمیان پہلے سے طے ہوتا ہے کہ کارڈ ہولڈر خریداری کر کے ثمن ادا نہیں کرے گا، بلکہ کارڈ جاری کنندہ کی طرف محول کرے گا، معاہدہ کارڈ کی وجہ سے تاجر کارڈ ہولڈر سے ثمن کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ ④

حوالہ کی تعریف یہ ہے کہ دین کو محیل کے ذمہ سے "محال علیہ" کی طرف منتقل اور محول کر دیا جائے، اور حوالہ دیون میں جائز ہے، اعیان میں نہیں، اور محیل، محتال علیہ کی رضامندی سے حوالہ درست ہوتا ہے۔ ⑤

کارڈ کے ذریعے سے خریداری سے بھی کارڈ ہولڈر کے ذمے دین ثابت

---

① (المصري، رفيق يونس، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، الدورة: ٧، ع: ٧: ١/ ٦٨٢، ١٩٩٢م)

② (المرجع السابق: ١/ ٦٦٨)

③ (المرجع السابق، ع ١٢: ٣/٦٥٨).

④ (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١١٤)

⑤ (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الحوالة، الجزء الثالث: ٣/٢، دار الكتب العلمية)

ہوتا ہے، تاجر کا کارڈ ہولڈر کو قبول کرنا اور کارڈ جاری کنندہ کا دین کی ادائیگی کو قبول کرنا، اس معاملے میں ان کی رضامندی کی دلیل ہے۔ ❶

تیسری تکییف (حوالہ) پر ہونے والے اعتراضات

''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' کی فقہی تکییف ''حوالہ'' پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

ا-حوالہ کی تعریف یہ ہے:"نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحال عليه".(١) دین کو محیل سے محال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ومحول کرنا، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ أن يكون المحال عليه مديوناً للمحيل. ❷

محال علیہ محیل کا مدیون ہو، جب کہ کارڈ میں ایسا نہیں ہوتا، کیوں کہ کارڈ کے اجراء کے وقت، یا تاجر سے معاہدے کے وقت کسی کا کسی پر کوئی دین نہیں ہوتا۔ ❸ دین کے ثبوت پر وہ معاملہ وکالت یا کفالت قرار دیا جائے گا۔ ❹ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے معاملے میں حوالہ کو من قبیل الوکالہ سمجھا جائے گا:"وإن أحال من لا دين له عليه رجلا على آخر له عليه دين فليس ذلك بحوالة، بل هي وكالة". ❺

---

① (بطاقات الائتمان البنكية فى الفقه الإسلامى: ٨٦)

② (الاختيارلتعليل المختار: ٣/٢)

③ (الشربيني، محمد الخطيب: مغني المحتاج: ٢/ ١٩٤)

④ (محمد عبد الحليم: الجوانب الشرعية والمصرفية، ص: ٥٤)

⑤ (الدسوقي: حاشية الدسوقي على الشرح الكبير: ٣/ ٣٢٥)

⑥ (ابن قدامه، أبو عبد الله محمد بن أحمد: المغني: ٥/ ٥٧٩)

بعض حضرات کے نزدیک یہ کفالہ ہے اور غیر مدیون پر حوالہ درست نہیں، بعض نے کہا کہ استیفاء (یعنی بعد میں وصولیابی) کی بناء پر اگر راضی ہو تو پھر درست ہے، لہٰذا محال علیہ کا اس کو قبول کرنا ضمان کہلائے گا۔❶

اس پر شیخ ابراھیم الدبو نے تعلیقاً لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر حوالہ کا مفہوم بھی منطبق نہیں ہوتا، اس لیے کہ حوالہ تو محال علیہ کے ذمہ کسی دین سابق کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں محیل کی رضا کا پایا جانا ضروری ہے، جب کہ یہاں ''بینک'' پر کوئی دین سابق نہیں پایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس مسئلہ کو حوالہ کے قبیل سے سمجھا جائے، اور ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں محیل کی رضا کا کوئی تصور بھی نہیں پایا جاتا۔❷

۲-حوالہ جب مکمل ہو جائے تو وہ محیل کا دین سے بری ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے، چناں چہ علامہ موصلی فرماتے ہیں "وإذا تمت الحوالة بری المحیل". ❸ یعنی جب حوالہ مکمل ہو جائے تو محیل (دین) سے بری ہو جاتا ہے، جب کہ کارڈ والے معاملہ میں کارڈ ہولڈر صرف حوالہ کے مکمل ہونے سے بری نہیں ہوتا۔❹

حوالہ کے قائلین بعض حضرات نے اس اعتراض کے جواب میں یہ بات کہی ہے کہ کارڈ کے معاملہ میں تاجر حضرات عام طور سے کارڈ ہولڈر سے رقم کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ ان کا مطالبہ صرف کارڈ جاری کرنے والے بینک سے ہوتا ہے، تو یہ اس کے جواز کے لیے کافی ہے، اور یہ بھی کہا کہ تاجر حضرات یہ اس لیے کرتے ہیں رقم کے مطابہ کے حق کو کارڈ

---

① (مغني المحتاج: ٢/ ١٩٤)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع: ١٢، : ٣/ ٥)

③ (الاختيار: ٣/ ٥)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٩١)

ہولڈر سے کارڈ جاری کنندہ کی طرف پھیرا جائے، اور اس طرح کرنا یہ حوالہ ہے، کیوں کہ حوالہ میں بھی حق کو منتقل کیا جاتا ہے۔ (۱)

ڈاکٹر محمد علی قری نے ان حضرات کی اس بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کی یہ رائے درست نہیں، عدم اشتغال الذمتین (یعنی خریدار اور کارڈ جاری کنند دونوں کے ذمہ دین نہ ہونے) کے قول کو تسلیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ کارڈ والے معاملہ میں کارڈ ہولڈر اور کارڈ جاری کنندہ دونوں کے ذمہ دین ادا کرنا ہوتا ہے، اس میں دین ایک کے ذمہ سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ (۲)

۳- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں دین کی ادئیگی کا ذمہ کارڈ ہولڈر سے کارڈ جاری کنندہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، تو پھر بھی اس سے بھی مکمل طور سے حوالہ متحقق نہیں ہو تا، کیوں کہ کوئی بھی تاجر کارڈ ہولڈر کو کوئی شئے یا خدمت صرف اس لیے فراہم کرتا ہے کہ اسے پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک نے کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی ہے، تو گویا یہ کفالہ کی طرح کوئی چیز لینا ہے (حقیقت میں حوالہ نہیں)۔ (۳)

۴- بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کارڈ کے ذریعے خریداری کی صورت میں ثمن معین مقدار سے بڑھ جائے تو پھر بینک، فون یا (الیکٹرونک ذرائع، انٹرنیٹ) کے ذریعے تاجروں سے ان کی رضامندی حاصل کرتا ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ عقد حوالہ ہے، اس لیے کہ اس رابطہ کے دوران حوالہ کا قبول کرنا پایا جاتا ہے، ان حضرات کی یہ بات بھی درست نہیں، اس لیے کہ بینک کے اس رابطہ سے اصل عقد پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یہ رابطہ تو

---

(۱) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد ۱۱: ۳/ ۵٤۲)

(۲) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: عدد ۱۲، ۲/ ۵٤۲)

(۳) (عمليات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۹۲)

صرف اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہوتا ہے کہ کارڈ ہولڈر طے شدہ مقدار سے زیادہ کی خریداری کا مجاز نہیں، کیوں کہ اگر تاجر رضامند ہو اور کارڈ ہولڈر حد مقررہ کے اندر خریداری کرے تو بینک کو اسے رد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ مزید برآں جب بینک کے لیے الیکٹرونک آلات کے ذریعے یقینی معلومات مل جاتی ہیں تو پھر ٹیلی فونک رابطے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔ ❶

۵-بعض لوگ خریداریوں کے سلسلے میں کارڈ کو استعمال نہیں کرتے، بلکہ صرف بطورِ ضامن ہونے کے اس سے استفادہ کرتے ہیں، لہٰذا جب وہ کوئی گاڑی اجرت پر لیتے ہیں، یا کسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کرتے ہیں تو شروع میں کارڈ پیش کرتے ہیں، گاڑی اور کمرہ سے استفادہ کے بعد جب اس کی مقررہ اجرت معلوم ہو جائے تو نقد ادائیگی کرتے ہیں، تو گویا کارڈ میں اس اعتبار سے ظاہری کفالت کا معنیٰ پایا جاتا ہے، اگر یہ عقد حوالہ ہوتا تو کارڈ ہولڈر مدا اینت کے بعد بھی اس سے فائدہ حاصل کرتا۔ ❷

چوتھی رائے (وکالہ مع کفالہ)

بطاقۃ غیر مغطاۃ کی فقہی تکییف میں چوتھی رائے ''وکالہ مع الکفالہ'' کی ہے، یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا صاحب ❸ ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ صاحب ❹ مفتی سید باقر ارشد صاحب بنگلور ❺ مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی صاحب (حیدرآباد ہند) کی ہے۔ ❻

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: عدد٢، : ٢/ ٥٤٤)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي عدد٧: ٢/ ٥٤٤)

③ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٧: ١/ ٦٧٢)

④ (المرجع السابق، عدد٨: ٢/٦٤٤)

⑤ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے احکام، ص:۱۵۹، ۱۶۰)

⑥ (حوالہ سابق، ص:۲۴۵)

وکالہ مع الکفالہ کی وضاحت

ڈاکٹر مصطفیٰ الرزقا صاحب کہتے ہیں کہ در حقیقت کریڈٹ کارڈ وکالت اور کفالت دونوں کو متضمن ہے، کارڈ ہولڈر جو بینک میں اکاؤنٹ کھولتا ہے اور بینک سے کارڈ حاصل کرتا ہے، تو یہ کارڈ جاری کرنے کا عمل اور بینک سے اسے لے لینا یہ متضمن ہے کارڈ جاری کرنے والے بینک کی توکیل کو کہ وہ کارڈ ہولڈر کے استعمال سے اس پر جو رقم لازم آئے گی وہ اس کی طرف سے ادا کرے اور اس ادا شدہ رقم کا حساب رکھے، یہ پورا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کارڈ ہولڈر نے بینک کو اپنا وکیل مقرر کیا ہے، اس عقد میں ضامن بننے اور کفالت کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے، کفالت کا معاملہ بالکل واضح ہے کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک (وادارہ) اس بات کی کفالت کرتا ہے اور ذمہ داری اٹھاتا ہے کہ جس کو یہ کارڈ دکھایا جائے (اور وہ کوئی چیز یا خدمت فراہم کرے) تو وہ بینک اس کی ادائیگی کرے گا اور وہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے دین کی ادئیگی کرنے کو قبول کرتا ہے (تو گویا یہ بینک کی طرف سے کفالت ہے)۔ ❶

مفتی سید ارشد کی رائے اور وکالت کی وضاحت

مفتی سید باقر ارشد صاحب کریڈٹ کارڈ میں وکالت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وکالت اس طرح ہے کہ اگر کارڈ ہولڈر کسی تاجر کے پاس کوئی خریداری کرتا ہے اور اس تاجر کو اپنا کارڈ دکھا کر کہتا ہے کہ وہ اس کی خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت بینک سے وصول کرلے، تو یہاں بینک اس کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوا کہ وہ اس کی تمام قیمت اور بلوں کی وصولیابی اور ان کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔ ❷ وہ اس کی دلیل میں لکھتے ہیں کہ جائز تصرف

---

① (مجله مجمع الفقه الإسلامي، عدد٧: ١/ ٦٧٢)

② (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ١٦٠)

میں کسی شخص کو اپنا قائم مقام یا نائب بنانے کو وکالت کہتے ہیں، اس اعتبار سے کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں قرض کی رقم بینک کے قبضہ میں ہوتی ہے اور وہ کارڈ ہولڈر کے وکیل کی حیثیت سے اس کے تمام بلوں کی ادائیگی کرتا ہے، بالعکس وہ تاجر حضرات کا بھی وکیل بن کر کارڈ ہولڈر سے رقم وصول کرتا ہے، اس لحاظ سے بینک کارڈ ہولڈر اور تاجروں کا وکیل ہوتا ہے، یہ صورت جائز ہے، اس کے جواز میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (1)

کفالت کی وضاحت

مفتی باقر صاحب کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں کفالت کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ بینک تاجر حضرات کو ان تمام خریداریوں کے بلوں کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے، جو کارڈ ہولڈر کرتے ہیں، یعنی کارڈ ہولڈر کسی تاجر کے پاس سے کوئی سامان خریدتا ہے اور اس کے بل کی ادائیگی اور اس کا اماؤنٹ وہ بینک سے وصول کرنے کو کہتا ہے، اس طرح بینک کی حیثیت کارڈ ہولڈر کے لیے مالی کفیل کی ہوتی ہے، (2) اس کے بعد تحفۃ الفقہاء اور فتح القدیر سے کفالہ کی اصطلاحی تعریف ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ قرض اگر صحیح ہے تو کفالت بھی صحیح ہوتی ہے، بینک کارڈ ہولڈر کے اخراجات کی ادائیگی اس کا مالی کفیل بن کر کرتا ہے، اس کا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے اور تاجر اپنے بلوں کی ادائیگی کا مطالبہ یہاں کارڈ ہولڈر سے نہیں کرتا، بلکہ بینک سے کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ (3)

تاخیر پر اضافی رقم کی شرط

کریڈٹ کارڈ ہولڈر اگر بروقت قسط یا مقررہ رقم ادا نہ کرے تو اس پر تاخیر کی وجہ

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۱۶۰)

(2) (حوالہ سابق)

(3) (حوالہ سابق، ص:۱۶۰، ۱۶۱)

اضافی رقم کی شرط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس شرط سے کریڈٹ کارڈ کا سارا معاملہ غلط یا ناجائز نہیں ہوتا، بلکہ حنفیہ کے نزدیک قرض کے ساتھ اگر کوئی ناجائز شرط لگادی جائے تو ایسی صورت میں قرض کا معاملہ تو صحیح ہوگا لیکن شرط باطل ہو جائے گی، اس لحاظ سے ایسی شرط لگا دینے کی بنیاد پر کریڈٹ کارڈ کا معاملہ باطل نہیں ہو جاتا، بلکہ وہ معاملہ صحیح ہوگا اور ناجائز جو شرط لگائی گئی ہے وہ باطل ہو جائے گی، جیسا کہ ردالمختار (۷/۴۹۷) میں ہے: ''جس مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرطِ فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے جیسے بیع وغیرہ اور جس مال کا مبادلہ مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، جیسے قرض وغیرہ، اس لیے کہ شرط فاسد سود سے متعلق ہے اور سود معاوضات مالیہ میں سے ہے نہ کہ اس کے غیر سے، تو وہاں صرف شرط ہی باطل ہوگئی۔ ❶ نیز ردالمختار میں ہے کہ: ''(والقرض) كأقرضك هذه المائة بشرط أن تخدمني سنة، وفي البزازية: و تعليق القرض حرام و الشرط لايلزم''. (۷/۵۰۹، مکتبہ زکریا دیوبند) یعنی مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک ہزار قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک سال میری خدمت کرے، تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا، بزازیہ میں ہے کہ قرض کی تعلیق حرام ہے اور شرط لازم نہیں ہوتی۔ ❷

مولانا شوکت قاسمی کی رائے

مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی صاحب (استاذِ حدیث وشعبہ افتاء، جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد) کریڈٹ کارڈ کو کفالت ووکالت قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ صورت کہ ایک ہی شخص دو فرد کی طرف سے وکیل ہو، فقہاء کے نزدیک درست ہے، البتہ یہاں ایک بات محل غور ہے کہ کیا ایک ہی شخص بیک وقت وکیل اور اپنے مؤکل کے حقوق کا

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۲۶)

② (حوالہ سابق)

ضامن ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ فقہاء ثلاثہ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی گنجائش ملتی ہے، البتہ فقہاء حنفیہ اس کی اجازت نہیں دیتے، اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ جو شخص بیک وقت وکیل اور اپنے مؤکل کے حقوق کا ضامن ہے، اپنے آپ کو ناجائز طور پر ضمانت سے بری کرلے تو پھر مؤکل کا بہت بڑا نقصان ہوسکتا ہے، یہ خطرہ اور اندیشہ اپنی جگہ بالکل درست ہے، لیکن بینکنگ کے موجودہ نظام میں یہ خطرہ بالکل معدوم ہے اور خاص طور پر کریڈٹ کارڈ سے متعلق معاملات تو انٹرنیشنل طور پر متعین اور معروف ومشہور ہیں اور یہ کسی فرد یا ایک خاص بلاک یا شہر کا معاملہ نہیں، بلکہ بین الاقوامی معاملہ ہے، کسی بھی بینک کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ متعینہ ومعروف ضابطہ کی خلاف ورزی کرے۔ ❶

مولانا قاسمی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ عام حالات میں یہ کارڈ حاصل نہ کیا جائے، جب تک کہ کوئی خاص ضرورت پیش نہ آئے، غیر محسوس انداز میں سود میں پڑنے کا قوی امکان رہتا ہے، کارڈ کے ذریعے نقد رقم پر اضافی رقم اور خرید وفروخت کے بعد متعینہ مدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں جو اضافی رقم دی جاتی ہے یہ اضافی رقم سود ہوگی۔ ❷

چوتھی تکییف پر ہونے والے اعتراضات

وکالہ پر ہونے والے اعتراضات پہلے بیان ہو چکے ہیں، یہاں وکالہ اور کفالہ دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کی صورت میں جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا مقصود ہے۔

۱۔ جمع بین الوکالہ والکفالہ صحیح نہیں، فقہاء نے اس کی وجہ بیان کی ہے، چناں چہ

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۴۶)

② (حوالہ سابق، ص: ۲۴۷)

کنز الدقائق کی شرح تبیین الحقائق میں علامہ زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "و بطل توکیل الکفیل بمال". اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور اس کی ایک آدمی نے کفالت کر لی تو طالبِ دین نے کفیل کو وکیل بنایا اس دین پر قبضہ کرنے کا، تو یہ توکیل درست نہ ہوگی، اس لیے کہ وکیل تو وہ ہوتا ہے کہ جو دوسرے کے لیے کام کرتا ہے جب کہ یہاں اگر اس وکالت کو درست قرار دیا جائے تو پھر وکیل اپنے لیے کام کرنے والا بن جائے گا، بایں طور سے کہ جس دین کی اس نے کفالت کی تھی اب اسی پر قبضہ کر کے اپنا ذمہ بری کرنے کی کوشش کرنے والا ہوگا، لہٰذا اس سے رکنِ وکالت ختم ہو جائے گا تو کفیل کو وکیل بنانا بھی باطل ہو جائے گا۔ (1)

۲- وکالت اور کفالت کے مفہوم میں منافات ہے، کیوں کہ وکیل تو امین ہوتا ہے، جب کہ کفیل تو ضامن ہوتا ہے۔ (2)

علامہ میدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وإذا ضمن الوكيل بالبيع الثمن عن المبتاع فضمانه باطل، لأن حكم الوكيل أن يكون الثمن أمانة في يده، فلا يجوز نفى موجبه بجعله ضامناً له، فصار كما لو شرط على المودع ضمان الوديعة فلا يجوز". (3)

یعنی اگر وکیل بالبیع خریدار کی طرف سے ثمن کا ضامن بن جائے تو اس ر ، ن

(1) (الزيلعي، فخر الدين عثمان: تبيين الحقائق: ٤/ ٢٨١ دار المعرفة بيروت)

(2) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٨: ٢/ ٦٦٤)

(3) (الميداني، عبد الغني الغنيمي، اللباب في شرح الكتاب: ٢/ ٧٣، دار الكتاب العربي، ط: ١)

باطل ہے، اس لیے کہ وکیل کا حکم یہ ہے کہ ثمن اس کے پاس امانت ہو، لہٰذا اس کو ثمن کا ضامن بنا کر موجبِ وکالت کی نفی درست نہیں، یہ ایسا ہے کہ جس کے پاس امانت رکھوائی جائے اس پر ودیعت (امانت) کے ضمان کی شرط لگائی جائے تو یہ جائز نہیں۔ ان اعتراضات سے واضح ہوا کہ وکالت اور کفالت دونوں ایک ساتھ کارڈ جاری کرنے کے عمل اور اس کے استعمال پر مکمل طور سے منطبق نہیں ہوتے، لہٰذا یہ تکییف بھی درست نہیں۔ ❶

پانچویں رائے (کفالہ)

بطاقۃ غیر مغطاۃ کی فقہی تکییف میں پانچویں رائے ''کفالہ'' کی ہے، یہ رائے ڈاکٹر نزیہ حماد صاحب، ❷ ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب، ❸ ڈاکٹر عبداللہ سعدی صاحب، شیخ علی محی الدین القرۃ الداغی صاحب، ❹ ڈاکٹر محمد القری صاحب، ❺ مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی صاحب، ❻ مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی، ❼ اور مولانا خورشید انور اعظمی صاحب وغیرہ کی ہے۔ ❽

کریڈٹ کارڈ میں کفالت کی صورت

کریڈٹ کارڈ میں کفالت کی صورت یوں ہے کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک یا

① (بطاقات الائمتان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٩٣)

② (حماد نزيه، قضايا فقهية معاصرة، ص: ١٤٦)

③ (عمر، محمد عبد الحليم: الجوانب الشرعية، ص: ٥٧)

④ (مجلة، مجمع الفقه الإسلامي، عدد ١٢، ٣/ ٦٦٠)

⑤ (المرجع السابق، عدد ١٢، ٣/ ٦٢٨)

⑥ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:١٩٣)

⑦ (حوالہ سابق، ص:٢١٨)

⑧ (حوالہ سابق، ص:٢٣٧)

ادارہ حامل کارڈ کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کارڈ کے استعمال کی صورت میں اس پر جو دیون لازم ہوں گے وہ ان کی ادائیگی کرے گا، چناں چہ جب کارڈ ہولڈر کوئی چیز خریدتا ہے تو تاجر قیمت کی وصولی کے لیے کارڈ جاری کنندہ جس نے کارڈ ہولڈر کی کفالت کی ہے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ کارڈ جاری کنندہ اس قیمت کی ادائیگی سے انکار نہیں کرتا، اس لیے کہ کارڈ ہولڈر اور اس کے درمیان ہونے والا معاہدہ اس ادائیگی کو لازم کرتا ہے، پھر جب کارڈ جاری کنندہ اس دین کی ادائیگی کر دیتا ہے تو مکفول لہ یعنی کارڈ ہولڈر سے ادا کی گئی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ ❶

کفالت کی تعریف

کریڈٹ کارڈ میں کارڈ جاری کنندہ کا دوسرے کی طرف سے دین کی ادائیگی کی وجہ کفالت ہے، حنفیہ کے نزدیک کفالت کہتے ہیں: "ضم ذمة الكفيل إلىٰ ذمة الاصيل في المطالبة". ❷ مطالبہ دین کے سلسلہ میں کفیل کے ذمہ کو اصیل سے ملانا یعنی دین کا مطالبہ اصیل کی جگہ کفیل سے کیا جائے گا۔

شوافع کے نزدیک کفالت کا معنی ہے: "التزام حق ثابت في ذمة الغير". ❸ دوسرے کے ذمہ ثابت کسی حق کی ادائیگی کا التزام کرنا۔

حنابلہ کے نزدیک بھی "التزام دين في الذمة" کو کفالت کہتے ہیں۔ ❹

کفالت کا معنی مالکیہ کے نزدیک یہ ہے: التزام مكلف غير سفيه ديناً على

① (المعاملات المالية المعاصرة، ص ۱۱۸)

② (الاختيار في تعليل المختار للموصلي: ۲/ ۲۳٦)

③ (مغني المحتاج: ۲/ ۱۹۸)

④ (المغني لابن قدامة: ٤/ ٦٠٢)

غیرہ"۔ ❶ مکلّف غیر سفیہ کا کسی دوسرے کے دین کی ذمہ داری قبول کرنا۔

پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ کارڈ کے استعمال کی اساس اور بنیاد یہ ہے کہ کارڈ ہولڈر تجار سے چیزیں اور خدمات خریدتا ہے، کارڈ ہولڈر خریدی گئی اشیاء کی قیمت پر مبنی فارم یا رسید وغیرہ پر دستخط کر دے تو بغیر ثمن کی ادائیگی تاجر اسے مطلوبہ اشیاء فراہم کر دیتا ہے، تو گویا دین کا مطالبہ اب کارڈ ہولڈر سے کارڈ جاری کنندہ کی طرف بواسطہ کارڈ کے منتقل ہو جاتا ہے۔ ❷

بعض حضرات کا کفالہ کو ترجیح دینا اور عملی تطبیق

کریڈٹ کارڈ وغیرہ ودیگر بینک کارڈز پر تحقیقی مقالہ لکھنے والے بعض حضرات جیسے فتحی شوکت صاحب نے اس کی تکییف میں کفالہ کو ترجیح دے کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ کریڈٹ کارڈ میں تقریبا کفالہ کا معنی اکثری طور سے پایا جاتا ہے، چناں چہ انہوں نے اس کی عملی تطبیق یوں بیان کی ہے:

۱- کفالہ کی تعریف گزر چکی ہے کہ "ضم ذمة الكفيل إلى ذمة الاصيل في المطالبة" کو کفالت کہتے ہیں اور کریڈٹ کارڈ کی اساس اور بنیاد جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اس بات پر ہے کہ کارڈ جاری کنندہ کارڈ ہولڈر کے ذمہ لازم ہونے والے دیون کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرنے پر ہے، اس کی تائید شراح قانون بھی کرتے ہیں کہ کارڈ جاری کرنے والے کی حیثیت تاجر کے لیے ضامن کی ہوتی ہے۔ ❸

۲- جس طرح عقدِ کفالہ تین اطراف (اصیل، کفیل، اور مکفول لہ) پر مبنی ہوتا

---

① (الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك: ۳/ ۴۲۹)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۸۸)

③ (الجوانب الشرعية والمصرفية للدكتور محمد عبد الحليم، ص: ۵۷)

ہے ایسے ہی کارڈ کے بھی تین اطراف ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کی طرف سے ذمہ قبول کرنا یہ کفالہ کے اطراف ثلاثہ کے التزام کی طرح ہے یعنی اس سے متفق ہے، کارڈ جاری کنندہ ایک ضامن (کفیل) کی طرح کارڈ ہولڈر (اصیل) کی طرف سے تاجر (مکفول لہ) کے حق کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہے اور خریداریوں کے نتیجے میں کارڈ ہولڈر پر لازم آنے والا دین جس کی ادائیگی کا کارڈ جاری کنندہ نے ذمہ لیا ہے وہ مضمون بہ ہے، باقی رہی بات صیغہ ضمان کی تو ضمان ہر اس لفظ سے درست ہے عرف میں جس سے ضمان مفہوم لیا جاتا ہے۔ ❶ اور یہ بھی واضح ہے کہ بینک اور کارڈ ہولڈر کے درمیان اور بینک و تاجر کے درمیان جن یقینی قانونی دفعات پر اتفاق ہوتا ہے وہ ایجاب و قبول کے مشابہ ہے۔ ❷

۳- کارڈ ہولڈر کے ساتھ یقینی طور سے طے پا جانے والے عقد کی بناء پر کارڈ جاری کنندہ کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ وہ کارڈ کے استعمال کی صورت میں وجود پانے والے ہر دین کی فوری ادائیگی کردے اور بینک کارڈ کے ذریعے انجام پانے والے ہر خرید و فروخت کے عمل کا فوری طور سے حساب کتاب کرتا ہے، اور فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ضامن کے التزام تعجیل کے تبرع کی وجہ سے دین مؤجل کی (کفالت) وضمان درست ہے، یہ اصل ضمان کی طرح ہو جائے گا۔ ❸

۴- کارڈ کا جاری کرنا اور تاجر کے ساتھ طے پانے والے معاملات مضمون بہ دین کے حدوث اور وجود سے پہلے مکمل ہو جاتے ہیں اور یہ فقہاء کے نزدیک "ضمان مالم

① (كشاف القناع للبهوتي: ٣/ ٣٦٣)

② (بطاقات الائتمان البنكية الفقه الإسلامي، ص: ٩٣، ٩٤)

③ (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج للرملي: ٤/ ٤٢٥، دار احياء التراث العربي)

یجب" یعنی غیر واجب في الذمہ کسی چیز کی ضمانت کے مسئلہ میں جائز ہے۔ (1) (چناں چہ حنفیہ کے نزدیک اگر کسی شخص نے دوسرے سے یہ کہا کہ تم فلاں سے بیع کرو، تم اس سے جو بھی بیع کرو گے اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، یہ جائز ہے، اس لیے کہ اس نے کفالت کی نسبت واضافت اصیل پر واجب ہونے والے مال کے سبب (یعنی بیع) کی طرف کی ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں اس طرح کرنا صحیح ہے، مکفول بہ کی جہالت صحت کفالہ کے لیے مانع نہیں، کیوں کہ اس میں توسع پایا جاتا ہے، اس لیے کہ نفسِ جہالت سے کوئی بھی عقد باطل نہیں ہو تا، ہاں البتہ ایسی جہالت جو جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہو تو وہ عقد پر اثر انداز ہوتی ہے، جب کہ یہاں پائے جانے والی جہالت مفضی الی المنازعت نہیں ہوتی۔ (2) مالکیہ کے نزدیک بھی اس طرح کی صورت میں ضامن بننا درست ہے۔ (3) شوافع اگرچہ کفالت کے درست ہونے کے لیے دین مضمون کا عقد کے وقت بطور حق کے موجود ہونا ضروری قرار دیتے ہیں یعنی ان کے نزدیک جو چیز بطور دین کے کسی ذمہ واجب نہ ہو چکی ہو تو قبل از ثبوت دین اس کی ضمانت درست نہیں، ہاں البتہ شوافع کے نزدیک بھی ایک قول قدیم اس پر منطبق ہوتا ہے۔ (4)

چنانچہ علامہ شربینی "مغني المحتاج" میں فرماتے ہیں:

"ويشترط في المضمون كون الحق ثابتاً حال العقد ؛ لأنه وثيقة، فلا يتقدم ثبوت الحق كالشهادة، وصح في القديم ضمان ماسيجب

---

(1) (الجوانب الشرعية والمصرفية، ص: ٥٨)

(2) (المبسوط للسرخسي: ٢/ ٥٠)

(3) (مواهب الجليل على مختصر سيدي خليل للمغربي: ٧/ ٣٦، دار الكتب العلمية)

(4) (الجوانب الشرعية والمصرفية، ص: ٥٨)

كثمن ما سيبعه أو سيقرضه، لأن الحاجة تدعو إليه". ❶

یعنی مضمون میں یہ شرط ہے کہ عقد کے وقت حق (دین) ثابت اور موجود ہو، اس لیے کہ یہ وثیقہ یعنی قرض کا اقرار ہے، اور قرض کا اقرار ثبوتِ حق سے متقدم نہیں ہو سکتا، جیسا کہ شہادت یعنی گواہی حق کے ثبوت سے پہلے نہیں ہو سکتی، اور قولِ قدیم کے مطابق عنقریب ذمہ میں واجب ہونے والی چیزوں کی ضمانت درست ہے، جیسا کہ عنقریب فروخت کرنے والی چیز کا ثمن یا عنقریب دیئے جانے والے قرض کا ضمان درست ہے، اس لیے کہ ضرورت اس کے جواز کا تقاضا کرتی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک حق کا معلوم ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ کفالت بغیر معاوضہ کے کسی کے ذمہ حق کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھانا ہے، لہٰذا مجہول میں بھی درست ہے۔ ❷ چناں چہ علامہ ابن قدامہ حنبلی "المغني" میں فرماتے ہیں:

"ومن ضمن عنه حق بعد وجوبه، أو قال: ما أعطيته فهو علي، فقد لزمه ما صح أنه أعطاه". ❸

یعنی اگر کسی نے دوسرے کے ذمہ حق کے واجب ہونے کے بعد اس کی طرف سے ضمانت قبول کر لی، یا یہ کہا جو کچھ تم اسے دو (فروخت کرو یا قرض دو) اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، لہٰذا جو چیز بھی اس نے دی ہو تو اس کا ضمان اس کے ذمہ لازم ہوگا۔

۴- فقہ اسلامی کی رو سے کفالت دائن کو ضامن اور اصیل دونوں سے مطالبہ کا حق دیتی ہے۔ ❹ چناں چہ حنفیہ میں علامہ موصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والمكفول له وإن

① (مغني المحتاج: ٢/ ٢٠)

② (كشاف القناع للبهوتي: ٣/ ٣٦٧)

③ (المغني لابن قدامة: ٥/ ٥٩٢)

④ (البطاقات البنكية، ص: ١٨٨)

شاء طالب الكفيل، وإن شاء الاصيل لما بينا معنى الضم". ❶ یعنی مکفول لہ اگر چاہے تو کفیل سے مطالبہ کرے اور اگر چاہے تو اصیل سے مطالبہ کرے: جیسا کہ ہم نے کفالت کے معنی میں بیان کیا تھا کہ ایک کے ذمہ کو دوسرے سے ملانے کو کفالت کہتے ہیں۔

علامہ دردیر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وللمكفول له أن يطالب الضامن والمضمون عنه". ❷ یعنی مکفول لہ کے لیے جائز ہے کہ وہ ضامن یعنی کفیل اور مضمون عنہ یعنی اصیل دونوں سے مطالبہ کرے۔

علامہ ہیتمی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"للمضمون له ولورثته ......مطالبة الضامن والأصيل اجتماعاً وانفراداً". ❸

علامہ بہوتی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولرب الحق مطابة أيهما شاء أي الضامن والمضمون عنه لثبوت الحق في ذمتهما". ❹ یعنی صاحب حق ضامن اور مضمون عنہ دونوں میں سے جس سے چاہے دین کا مطالبہ کرسکتا ہے، اس لیے کہ ان دونوں کے ذمہ اس کے حق کی ادائیگی کرنا ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں بھی ماہرینِ معاشیات کے نزدیک تاجر کا کارڈ ہولڈر سے مطالبہ دین کا حق باقی رہتا ہے، کسی نے اس کی نفی نہیں کی ہے، اگر چہ اس میں معہود یہ ہے کہ بالفعل کارڈ جاری کنندہ تاجر کو ادائیگی کرے گا، یہ عدم انشغال الذمتین (کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر دونوں کے ذمہ ادائیگی دین نہ ہونے) کی دلیل نہیں، بایں طور

① (الاختيار: ٢/ ٤٣٩)

② (الشرح الصغير: ٣/ ٤٣٨)

③ (تحفة المحتاج بشرح المنهاج: ٥/ ٢٧، دار الفكر بيروت)

④ (شرح منتهى الارادات: ٢/ ٢٤٦٧)

سے کارڈ جاری کنندہ کارڈ جاری کرنے کی شرائط کے ضمن میں تجار کے مطالبہ پر بلا تردد ادائیگی کا التزام کرتے ہیں، پھر وہ تمام بینک جو کارڈ جاری کرتے ہیں پوری دنیا میں وہ تاجروں کے حقوق کی ادائیگی کی ضمانت لیتے ہیں، لہٰذا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بینک ادائیگی سے عاجز آ گیا ہو اور تاجر اصیل سے مطالبہ پر مجبور ہو گیا ہو!! اگر ایسا ہو جاتا تو ہمیں عملاً معلوم ہو جاتا کہ ابھی بھی کارڈ ہولڈر کے ذمہ دین کی ادائیگی باقی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوا نہیں، یہ اس لیے نہیں کہ اصیل اور کفیل دونوں کے ذمہ دین کی ادائیگی نہیں، بلکہ اس لیے کہ آج تک بینک ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ بینک تاجروں کے مطالبہ پر ادائیگی کر دیتے ہیں۔ ❶

چند اہم شرائط

۵- کارڈ جاری کنندہ تمام معاملات میں کچھ ظاہری شرائط کے تحقق کو ضروری قرار دیتے ہیں، ان شرائط کے تحقق کے بغیر وہ ادائیگی کا التزام نہیں کرتے ان میں سے چند اہم شرائط یہ ہیں:

۱- کارڈ پر استعمال کی صلاحیت کی تاریخ موجود ہو یعنی ایکسپائر نہ ہوا ہو۔

۲- کارڈ ہولڈر کی طرف سے بل پر دستخط کے ذریعے موافقت ورضامندی پائی جائے، یا اس کی رضا پر دلالت کرنے والا کوئی عمل اور اس کا ثبوت پایا جائے، اگر یہ شرائط نہ پائی جائے تو پھر بینک ادائیگی کا التزام نہیں کرتا ہے، ان شرائط کے اجراء و تحقق سے مقصود کارڈ ہولڈر کے ذمہ دین کے ثبوت کو متأکد و پختہ کرنا ہوتا ہے۔ ❷

اس تفصیل کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ کارڈ کے معاملہ میں بینک کی طرف سے

---

① (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٩٥)

② (القري، محمد، مجلة مجمع الفقه الإسلامي .عدد ١٢، ٣/ ٢ ٥٤)

کفالت درحقیقت ایک شرط ملائم حامل کارڈ کے ذمہ دین کا ثبوت ہے۔❶ مبسوط میں ہے کہ اگر کسی نے کہا تم جو قرض دو گے میرے اوپر ہے تو اس نے کوئی چیز بیچ ڈالی، یا کہا کہ جو تم فروخت کرو اس کا ثمن میرے ذمہ ہے، تو اس نے کچھ قرض دیا، تو دونوں صورتوں میں اصیل کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔❷

کارڈ جاری کنندہ بہت سارے حالات میں کارڈ ہولڈر کے ذمہ مالی ضمانت کی ادائیگی کو لازم قرار دیتا ہے، اس کے اکاؤنٹ کی رقم کے منجمد ہونے کی صورت میں یا زمینوں اور گاڑیوں وغیرہ کے معاملات میں، اس کے مماثل صورتوں کی اصل میں فقہ میں پائی جاتی ہے۔❸ چناں چہ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے کہ اگر کفیل نے یہاں اس مال کے بدلے اصیل سے کچھ لیا تو ایسا کرنا درست ہے اور یہ دین مؤجل کے بدلہ میں رھن لینے کے بمنزلہ ہے۔❹ حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ اگر اصیل نے دین کے بدلہ کوئی چیز رہن کے طور پر دی کفیل کو تو اس کے لیے لینا درست ہے۔❺

۷- ضامن یعنی کفیل کے ادائیگی سے قبل اصیل سے مال کا مطالبہ کرنا درست نہیں، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ کفیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ مکفول عنہ یعنی اصیل کی طرف سے ادائیگی سے قبل اس سے مال کا مطالبہ کرے۔❻ یہاں اس عقد میں بھی کارڈ جاری کنندہ تاجر کی طرف سے بلوں کی وصولی اور ادائیگی سے پہلے کارڈ ہولڈر سے مطالبہ

---

① (المرجع السابق، عدد ۱۲، ۳/ ۵۳۷)

② (المبسوط للسرخسي: ۲۰/ ۵۰)

③ (الجوانب الشرعیةوالمصرفیة، ص: ۵۹)

④ (فتح القدیر: ٦/ ۳۲۰ دار احیاء التراث العربي، بیروت)

⑤ (رد المحتار، ص: ۳۱۵)

⑥ (فتح القدیر: ٦/ ۳۰٦)

نہیں کرتا ہے، یا تو تاجر کو نقد ادائیگی کرتا ہے یا پھر کارڈ جاری کنندہ بینک کے پاس موجود تاجر کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرنے کے بعد کارڈ ہولڈر سے مطالبہ کرتا ہے۔ (1)

۸- کارڈ ہولڈر کی خریداریوں کے لیے ایک مقررہ حد تک کی رقم کی اجازت پر اتفاق اور کی ادائیگی کا کارڈ جاری کنندہ التزام کرے گا اور اس مقررہ حد سے زائد کا ذمہ دار کارڈ جاری کنندہ نہیں ہوگا، اس کی تائید بھی ضمان کے احکام میں فقہاء کے نزدیک ملتی ہے، چناں چہ "نہایۃ المحتاج" میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں ضامن بنتا ہوں تیرے اس قرضے کا جو تیرا زید کے اوپر ہے ایک سے دس درھم تک، اصح قول کے مطابق یہ ضمان درست ہے، اس لیے کہ غایت (دس درھم) کے ذکر سے غرر منتفی ہو چکا ہے۔ (2)

مبسوط میں ہے کہ اگر کسی نے کہا فروخت کروا سے جو کچھ تمہارے اور ایک ہزار درھم کے درمیان ہے، اور جو چیز بھی تم فروخت کرو گے اس کا ضمان میرے اوپر ہے ایک ہزار درھم تک، پس اس نے کوئی چیز فروخت کی پانچ سو درھم کی، پھر پانچ سو درھم کی گندم فروخت کی، تو کفیل کے ذمہ یہ دونوں مال یعنی ایک ہزار درہم لازم ہوں گے، اور اگر اس کے بعد کوئی چیز فروخت کی، تو کفیل کے ذمہ اس میں سے کچھ بھی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس نے کفالہ کو ایک ہزار درہم کی مقدار کے ساتھ مقید کیا تھا، لہٰذا اس سے زیادہ اس پر لازم نہیں ہوں گے۔ (3)

۹- کارڈ جاری کنندہ بینک تاجر کو اس کے سامان فروخت وغیرہ کی قیمت کی ادائیگی کی ضمان دیتا، لیکن بیع کے عیوب سے سالم ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں کارڈ

---

(1) (الجوانب الشرعية والمصرفية، ص: ٥٩)

(2) (نهاية المحتاج للرملي: ٤/ ٤٣٠)

(3) (المبسوط للسرخسي: ٢/ ٥٠)

ہولڈر اور تاجر کے درمیان ہونے والے کسی بھی نزاع کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا، لہٰذا اگر بیع میں کسی طرح کا بھی عیب ظاہر ہو جائے تو بینک اس کا ہرگز بھی ذمہ دار نہیں ہوتا، فتاوی ہندیہ کے اس جزئیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی نے بائع کے لیے ثمن کی کفالت کی پھر بائع نے ثمن کفیل کو ہبہ کر دیا اور کفیل نے مشتری سے لے کر اس پر قبضہ کر لیا، پھر مشتری نے مبیع میں کوئی عیب پایا اور کہا کہ اسے واپس لوٹا دو اور اس سے ثمن کے لیے رجوع کرو تو اس صورت میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے کفیل سے رجوع کا کوئی راستہ نہیں۔ ❶

مبسوط میں عیب کی وجہ سے مشتری کا مبیع کو رد کرنے کے حق کو بیان کرنے کے سلسلے میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی خریدی ہوئی مبیع کے ثمن کی کفالت کی، پھر مشتری کے پاس مبیع کا کوئی مستحق نکل آیا تو کفیل بری ہو جائے گا، اس لیے کہ استحقاق مبیع کی وجہ سے بیع فسخ ہو جائے گی اور اصیل ثمن کی ادائیگی سے بری ہو گا اور اصیل کا ثمن کی ادائیگی سے بری ہونا کفیل کی برأت کو ثابت کر دیتا ہے، اس لیے کہ کفیل اس مطالبہ کی ادائیگی کا التزام کرتا ہے جو اصیل کے اوپر ہوتا ہے، استحقاق مبیع کے بعد اصیل کے ذمہ مطالبہ باقی نہیں رہتا تو اسی طرح کفیل کے اوپر بھی مطالبہ کا ذمہ باقی نہیں رہتا، اس طرح اگر قاضی کے پاس کسی عیب کے ثبوت کے بعد مبیع واپس کر دی جائے یا بغیر قضائے قاضی کے لوٹائی جائے، یا اقالہ کے ذریعے واپس کی جائے، یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے یا فساد بیع کی وجہ سے واپس کر دی جائے تو ان تمام صورتوں میں کفیل ضمان سے بری ہو گا، کیوں کہ ان تمام اسباب کی وجہ سے اصیل بھی بری ہو جاتا ہے۔ ❷

۱۰- بینک کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ کارڈ ہولڈر کی طرف سے واجب الادا رقم کی

❶ (الفتاوىٰ الهندية: ۳/ ۲٦۷، دار احياء التراث العربي، بيروت ط: ۱۹۸٦م)

❷ (المبسوط للسرخسي: ۲/ ۹٦)

عدم ادائیگی کی صورت میں کارڈ کے استعمال کی صلاحیت کو ختم کردے، اس کے بعد بینک بالعموم تمام تاجروں کو اس منسوخ شدہ کارڈ کے قبول نہ کرنے سے آگاہ کرتا ہے، اس کے بعد اگر کوئی اس کارڈ کی بنیاد پر کوئی معاملہ کرتا ہے تو جاری کنندہ بینک اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا، گویا بینک اس صورت میں کفالت سے رجوع کر چکا ہوتا ہے، علامہ سرخسی نے اس کی صورت یوں بیان کی ہے کہ اگر کفیل نے خرید وفروخت سے قبل ہی ضمان سے رجوع کر لیا اور اس کو خرید وفروخت سے منع کر دیا، پھر اس کے بعد اگر اس نے کوئی چیز فروخت کی تو کفیل کے ذمہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ ❶ اسی طرح فتاوی ھندیہ میں ہے کہ اگر کفیل نے خرید وفروخت سے قبل ہی ضمان سے رجوع کر لیا، یا خرید وفروخت ہی سے منع کر دیا تو پھر کفیل ضامن نہیں ہوگا۔ ❷

مزید برآں بینک کے لیے درست ہے کہ وہ ایک معین مدت یعنی کارڈ کے قابلِ استعمال ہونے کی مدت مقرر کرے کہ اس کے بعد کارڈ کا استعمال جائز و درست نہ ہو، علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ برابر ہے کہ وہ اس کے لیے کسی وقت کو معین کرے یا نہ کرے، ہاں البتہ تعین کی صورت میں خرید وفروخت کے سلسلے میں اس وقت کی رعایت رکھنی چاہیے۔ ❸

علامہ خرشی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ تم فلاں سے سو (درہم) تک معاملہ کرو میں اس کا ضامن ہوں، یا یہ کہا کہ اس سے معاملہ کرو سو تک، جو بھی معاملہ کرو گے میں اس کا ضامن ہوں، ضامن بننے والے کے لیے یہ معاملہ ہونے سے قبل اپنے قول سے

---

① (المبسوط للسرخسي: ٢٠/ ٥١)

② (الفتاوىٰ الهندية: ٣/ ٢٧٣)

③ (المبسوط: ٢٠/ ١٥)

رجوع کرنا جائز ہے اور اگر معاملہ ہو جائے تو جتنے میں بھی ہو جائے (سوتک) تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ ❶

مفتی شوکت صاحب ان دس امور کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عقد بطاقۃ کفالہ کے قبیل سے ہے، کارڈ کے اندر پائی جانے والے امور شرائط کفالہ کے تحت مذکور کسی نہ کسی قول میں داخل ہیں۔ ❷ (واللہ اعلم بالصواب)

چوتھی تکییف کفالہ پر ہونے والے اعتراضات

اس تکییف پر مختلف اعتراضات کیے گئے ہیں:

مشروعیتِ کفالت کی وجہ

ا-لوگوں کے اموال کی حفاظت اسلامی شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے، دین کا معاملہ ایک طرح کی تجارت ہے، حاجت مند لوگوں کو قرضہ دینا ایک ایسا نیک اور اچھا عمل جس کو اسلام پسند کرتا ہے، لیکن ایسے لوگوں کو قرض فراہم کرنا جن سے معرفت و جان پہچان نہ ہو ایک طرح مال کو ضائع کرنا ہے، لیکن شریعت میں ایسے لوگوں کی ضروریات سے تجاہل اختیار کرنا اور انہیں قرض فراہم کرنے سے رک جانا پسندیدہ نہیں اور عامۃ المسلمین کے درمیان بھی اسے پسند نہیں کیا جاتا، لہٰذا اسلام نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ مسلمانوں کے اموال کی حفاظت کی خاطر (کفالت) کو مشروع کیا ہے، تاکہ ضرورت مندوں کی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور اہلِ اموال کا مال بھی ضائع نہ ہو۔ ❸

---

① (حاشية الخرشي على مختصر سيدي خليل: ٦/٣٠٦، دار الكتب العلمية ط: ١، ١٩٩٧)

② (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ٩٩)

③ (البطاقات البنكية، ص: ١٨٤)

کفالت (ضمان) چوں کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں ان اعمال بر میں سے ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، لہٰذا اس پر کسی طرح کی اجرت لینا درست نہیں، اجرت چاہے کم ہو یا زیادہ، کسی بھی نام وعنوان سے لی جائے درست نہیں، چناں چہ علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے:

"ثلاثة لا تكون إلا لله الجعل، والضمان، والجاه". (1) یعنی تین چیزیں صرف اللہ کے لیے ہوتی ہیں: انعام، ضمان اور مرتبہ۔

ضمان یعنی کفالت کے اسی مقصد شرعی کی روشنی میں فقہائے کرام نے درج ذیل امور کا استنباط کیا ہے کہ کوئی بھی ضمان (کفالت) ایک نیکی ہے، کسی بھی خیر کے کام اور نیکی پر اجرت وعوض لینا جائز نہیں، جیسا کہ نماز وروزہ پر عوض لینا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ کام دنیا کمانے کے لیے نہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "لا خير في الحمالة بجعل" یعنی تاوان یا خون بہا کی ذمہ داری کے عوض لینے میں کوئی خیر نہیں۔ (2)

علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور صاحبِ حق کو معلوم بھی ہو تو پھر تاوان یا خون بہا ساقط ہو جائے گا اور اجرت واپس لوٹا دی جائے گی اور اگر صاحبِ حق کو معلوم نہ ہو تو پھر حمیل یعنی تاوان یا خون بہا کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرنے والے پر ادائیگی لازم ہو گی اور اجرت ہر حال میں لوٹا دی جائے گی۔ (3)

---

(1) (حاشية الصاوي على الشرح الصغير على أقرب المسالك مع الشرح الصغير: ٤٤٢/٣)

(2) (البطاقات البنكية، ص: ١٨٥)

(3) (التاج والاكليل لمختصر خليل على هامش مواهب الجليل: ١١١/٥، ط: ١، مصر مطبعة السعادت، ١٣٢٩ھ)

کفالت پر اجرت کے عدم جواز پر اجماع

علامہ ابوبکر بن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أجمع من کل تحفظ عنه من أهل العلم على أن الحمالة بجعل يأخذه الحميل لاتحل ولا تجوز". ❶ یعنی تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تاوان یا خون بہا کی ادائیگی پر ضامن کی طرف سے لی جانے والی کوئی بھی اجرت جائز و حلال نہیں۔

فقہائے کرام نے ضمان پر اجرت کے عدمِ جواز پر مختلف مسائل کو متفرع فرمایا ہے اور اس کی متعدد صورتیں ذکر فرمائی ہیں، علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إن الجعل للضمان ممتنع، سواء كانت من عند رب الدين، أو من المدين، أو من أجنبي وعلم ربه به قبل رده، وإن لم يعلم به رد، والحمالة ثابتة". ❷ یعنی ضمان پر اجرت لینا ممتنع ہے خواہ صاحبِ دین سے لی جائے، یا مدیون، یا کسی اجنبی سے، اس کے لوٹانے سے قبل صاحبِ حق کو معلوم ہو یا معلوم نہ ہو، ہر حال میں اجرت واپس کر دی جائے گی اور تاوان یا خون بہا ثابت ہوگا.. حرمت کی علت یہ ہے کہ ضامن تاوان ادا کرے گا تو ادا کیے گئے تاوان کے علاوہ اجرت پر بھی رجوع کرے گا اور یہ جائز نہیں، کیوں کہ یہ قرض ہے زیادتی کے ساتھ۔

علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو اجرت کے بدلے ضامن بننے کا کہا تو یہ جائز نہیں، اور اجرت باطل ہوگی اور اجرت کی شرط کے ساتھ ضمان بھی فاسد ہوگی، برخلاف اسحاق بن راہویہ کے قول کے، اس لیے کہ اجرت تو کسی کام

---

① (الاشراف على مذاهب أهل العلم: ١/ ١٢٠، وزارة الاوقاف والشؤن الإسلامية، قطر، الطبعة الثانية: ١٤١٤هـ - ١٩٩٤م)

② (شرح الزرقاني على مختصر الخليل: ٦/ ٣٣ دار الفكر بيروت)

کے بدلہ میں دی جاتی ہے... کفالت تو کوئی عمل (کام) نہیں (بلکہ ایک نیکی ہے)، لہٰذا اس کے بدلے کسی اجرت کا مستحق نہیں بنے گا۔ ❶

کفالت (ضمان) کے اس اصل شرعی کی روشنی میں کریڈٹ کارڈ کا معاملہ جو کفالت کو متضمن ہے اس میں ضامن (یعنی بینک) کے لیے کسی طرح کی اجرت لینا جائز نہیں، چاہے کارڈ ہولڈر سے ہو یا تاجر سے یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے فرد سے، بہر حال اجرت لینا جائز نہیں (جب کہ عقد بطاقۃ میں صورت حال یہ ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر اور تاجر دونوں سے اجرت لیتا ہے۔ ❷

۲- فقہائے شافعیہ کفالت کے جواز کے لیے دین مضمون کا عقد کے وقت یقینی طور سے پائے جانے کو شرط قرار دیتے ہیں، کیوں کہ یہ ایک وثیقہ (قرض کا اقرار) ہے تو شہادت (گواہی) کی طرح ثبوت حق سے متقدم نہیں ہو سکتی۔ ❸ چوں کہ عقد بطاقۃ میں بھی ثبوت دین سے قبل ہی عقد ہو جاتا ہے اس لیے وہ درست نہیں۔

ایک بنیادی اعتراض

۳- کفالہ کی تکییف پر ہونے والے اعتراضات میں ایک بنیادی اعتراض یہ بھی ہے کہ کفالہ میں تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کرنا جائز ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ والے معاملے میں تاجر صرف کفیل یعنی بینک سے مطالبہ کر سکتا ہے، کارڈ ہولڈر سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں، یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بینک ادائیگی کرتا ہے اور کبھی ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے، لیکن کفالت کی صورت میں شریعت نے تاجر کو اصیل سے

---

① (الحاوي الكبير: ٨/ ١٢١)

② (البطاقات البنكية، ص؛ ١٨٦)

③ (تحفة المحتاج: ٥/ ٢٤٦، مغني المحتاج: ٢/ ١٠)

مطالبہ کا جو حق دیا ہے اس کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، چوں کہ بینک کے طے شدہ قواعد وضوابط کے تحت تاجر کارڈ ہولڈر یعنی اصیل سے مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ تو کارڈ دکھا کر اپنے ذمہ سے بری ہوگیا ہے، تو اس صورتحال میں عقد بطاقۃ پر کفالہ کی تکییف صادق نہیں آتی۔

ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلمان نے لکھا ہے کہ فقہ اسلامی کے نصوص تو اگرچہ صاحبِ حق کو کفیل اور اصیل دونوں سے مطالبہ کا حق دینے کا تقاضا کرتے ہیں، لیکن صاحبِ حق اگر صرف ضامن یعنی کفیل سے اپنے حق کے استیفاء کی شرط رکھنا چاہیے تو وہ ایسا کرسکتا ہے اور عقد بطاقۃ میں کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر اس شرط پر متفق ہوتے ہیں، اس کے پیشِ نظر کارڈ ہولڈرز کو اشیاء فروخت کرنے پر رضامند ہوتے ہیں۔ ❶

ڈاکٹر صاحب نے اس بات کے ثبوت پر فقہائے حنفیہ اور مالکیہ کی کتب سے بعض حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں، لیکن ان کے ذکر کردہ حوالہ جات اگرچہ ایک اعتبار سے ان کے دعویٰ سے مطابقت رکھتے ہیں کہ صاحبِ دین کو اس طرح شرط رکھنے کا اختیار حاصل ہے، مگر دوسری جانب یہ حوالہ جات ان کے مدعی پر اعتراض کا باعث بھی ہیں، بایں طور سے کہ اگر صاحبِ حق اس طرح کی کوئی شرط رکھتا ہے کہ وہ صرف کفیل سے مطالبہ کرے گا اصیل سے نہیں، تو یہ عقد بطاقۃ کی تکییف کفالہ سے حوالہ میں بدل جائے گی، اور حوالہ پر ہونے والے تمام اعتراضات یہاں بھی وارد ہوں گے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عقد کفالہ میں اصیل سے مطالبہ نہ کرنے کی شرط رکھی تو برأت اصیل کی شرط سے کفالہ معنی کے اعتبار سے حوالہ میں بدل جائے گی، جیسا کہ اگر حوالہ میں محیل کے مطالبہ سے بری نہ ہونے

---

① (البطاقات البنكية، ص: ۱۸۸)

کی شرط رکھی جائے تو وہ کفالہ میں بدل جاتی ہے۔ (1) مذہب شافعی اور حنبلی میں صاحبِ حق اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کا حق رکھتا ہے، ان کے نزدیک برأت اصیل کی شرط کے جواز کا ذکر نہیں ملتا۔ (2)

غرض اگر برأت اصیل کی شرط کو درست مان لیا جائے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں ہے تو پھر یہ عقد بطاقۃ کفالہ سے نکل کر حوالہ میں داخل ہو جائے گا اور اس پر وہ تمام اعتراضات وارد ہوں گے جو حوالہ پر وارد ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ابوسلیمان کا مناقشہ

۴- ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب عقد بطاقۃ کی تکییف کفالہ سے کرنے پر ''مناقشہ'' کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عقد بطاقۃ کی تکییف میں کفالہ یا ضمان کا قول اس حد تک تو درست ہے کہ تاجر کا حق دین جو کارڈ ہولڈر کے ذمہ ہوتا ہے، اس کا ذمہ قبول کرنا ہے اور کفالہ اور ضمان کی طرح اس کے بھی تین اطراف ہوتے ہیں، لیکن یہ کہنا کہ کریڈٹ کارڈ کے نظام کے عقود کے سلسلے میں صرف کفالہ ہی تکییف پائی جاتی ہے تو یہ مسلّم نہیں، کیوں کہ اس صورت کا قائل ایک جہت سے کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کے درمیان ہونے والے عقد کو دیکھتا ہے، جب کہ دوسری جانب سے کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان پائے جانے والے عقد سے بھی غافل ہے۔ (3)

کفیل فقہاء کی نظر میں

۵- فقہائے کرام کی عبارتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفیل کا انسان حقیقی

---

(1) (البناية: ٦/ ٧٤٥، ٨٠٧، فتح القدير: ٧/ ١٨٢)

(2) (تحفة المحتاج: ٥/ ٦٧، شرح منتهى الارادات: ٦/ ٢٤٦)

(3) (البطاقات البنكية، ص: ٢١٠)

ہونے کے ساتھ ساتھ مکلّف، صاحب تبرع اور غیر سفیہ ہونا بھی ضروری ہے۔ (1) جب کہ عقد بطاقۃ میں کفیل کا انسان حقیقی نہ ہونا واضح ہے، کیوں کہ ماہرین معاشیات کے نزدیک بینک یا کارڈ جاری کرنے والے ادارے شخص قانونی (لیگل پرسن) کی حیثیت سے یہ سب امور انجام دیتے ہیں، شخصِ قانونی کا غیر مکلّف ہونا بھی اظہر من الشّمس ہے اور جب وہ حقیقی انسان اور مکلّف نہیں تو صاحبِ تبرع کیسے بنے گا، غرض شخص قانونی کی بنیاد پر انجام دیئے جانے والے معاملات شرعی نقطہ نگاہ سے کس حد تک کہ گنجائش رکھتے ہیں، مذکورہ بالا امور کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر عقد بطاقۃ میں کفالہ کی تکییف مان بھی لی جائے تو وہ اس اعتراض سے خالی نہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا اشکال

۶۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ پانچویں تکییف کفالہ کے بارے میں "المعايير الشرعية" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کفالہ کی تحقق میں تھوڑا سا اشکال ہے مجھے، وہ یہ ہے کہ کفالہ میں مکفول لہ متعین ہونا چاہیے اور یہاں مکفول لہ متعین نہیں، کیوں کہ جب کارڈ جاری کیا تو پتہ نہیں کہ یہ شخص کارڈ لے کر اس کو کہاں جا کر استعمال کرے گا؟ کس بائع سے خریدے گا؟ کس سے نہیں خریدے گا؟ یہ پتہ نہیں، تو کفیل کے لیے ایسی کفالت عامہ ہے جس کا مکفول لہ متعین نہیں تو ایک خرابی تو یہ ہے کفالت ماننے میں، دوسری خرابی یہ ہے کہ کفالہ کہتے ہیں "ضم الذمة إلى ذمة" کا مطلب یہ ہے کہ اس کفالت کی وجہ سے مدیونِ اصل بری نہیں ہوتا بلکہ دائن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے چاہے اصیل سے مطالبہ

(1) (كشاف القناع: ٣/ ٢٦٢، مجله الأحكام الشرعية على مذهب الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله، ص: ٣٥٤، الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك رحمه الله: ٣/ ٤٢٩)

کرے یا کفیل سے، تو جو اصیل ہے وہ کفالت کے بعد بری نہیں ہوتا اور اب اس صورتحال (کریڈٹ کارڈ) کا جو معاملہ ہوتا ہے، اس میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب خریدار نے کریڈٹ کارڈ دکھا کر دستخط کر دیئے تو وہ بری ہو گیا، اب بائع اس سے مطالبہ کسی صورت میں نہیں کر سکتا، تو اس واسطے کفالت کے تحقق میں یہ اشکال ہے کہ مکفول لہ غیر متعین ہو، اصیل کا بری ہو جانا ان دو وجہوں سے اس کو کفالت نہیں کہہ سکتے۔ ❶

کارڈ پر لیے جانے والے مختلف فیسوں، کمیشن اور ٹیکس کا حکم

یہ بات ہم پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ کارڈ جاری کنندہ بینک اور کمپنیاں مختلف مراحل میں فیس، کمیشن اور ٹیکس کے نام پر مالی فوائد حاصل کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی وضاحت اور نوعیت کو پہلے لکھا جا چکا ہے، اب ذیل میں اس طرح کی فیسوں، کمیشن اور ٹیکس کے حکم کو بیان کیا جائے گا۔

ا- کارڈ کے اجراء، تجدید اور بوقت ضرورت تبدیلی پر بینک یا کارڈ جاری کنندہ کی طرف سے لی جانے والی فیس کے جواز وعدم جواز کے بارے میں معاصر علماء کا اختلاف ہے۔

پہلی رائے

ان فیسوں کا لینا جائز ہے، اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ❷ ڈاکٹر محمد عبد الحلیم عمر ❸ شیخ ابراہیم فاضل الدبو ❹ ڈاکٹر عبد الوہاب

---

① (المعايير الشرعية، املائی افادات، ١٤٢٠ ھ، ص: ١١٧)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد ٧: ١ / ٦٧٤، البطاقات البنكية، ص: ٢١١، ٢١٢، المعايير الشرعية، املائی افادات. ١٤٢٠، ص: ١٢٣)

③ (الجوانب الشرعية، ص: ٧٦)

④ (مجلة، مجمع الفقه الإسلامي. عدد٨: ٢/ ٦٥٣)

ابوسلیمان ❶ عبداللہ بن منیع ❷ ڈاکٹر وہبہ زحیلی ❸ پروفیسر عبدالمجید سوسوہ ❹ ڈاکٹر محمد محروس اعظمی عراقی ❺ پروفیسر صدیق محمد امین ضریر ❻ ڈاکٹر عبدالستار ابو غدہ ❼ ڈاکٹر رفیق یونس مصری ❽ ڈاکٹر حسین حسین شحاتہ مصر ❾ فتحی شوکت، ❿ فقہ اکیڈمی ہند کے اکثر مقالہ نگار حضرات ⓫ بیت التمویل الکویتی کی الرقابة الشرعية اور ندوۃ البرکۃ وغیرہ شامل ہیں جب کہ ان کے علاوہ بہت ساری فقہی اکیڈمیوں اور شرعی کونسلوں نے بھی جواز کے قول کو اختیار کیا ہے، جن میں مؤتمر عالم اسلامی کی ذیلی شاخ مجمع الفقه الدولي، بحرین کی هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية، شركة الراجحي المصرفية کی الهيئة الشرعية، بيت التمويل الكويتي کی هيئة الفتوىٰ والرقابة الشرعية اور ندوة البركة الفقهية وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ⓬

---

① (البطاقات البنكية، ص: ١٤٧)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي: ٦/ ٦٥٧)

③ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص:٤٧:٣ :بطاقات الائتمان، ص: ١١)

④ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص:٩٢)

⑤ (حكم البطاقات الائتمانية، ص: ٩)

⑥ (بطاقة الائتمان وتكييفها الشرعي، ص: ٤)

⑦ (مجله مجمع الفقه الإسلامي، عدد٧، : ١/ ٦٦)

⑧ (بطاقة الائتمان، دراسة شرعية عملية موجزة، ص: ٣)

⑨ (بطاقات الائتمان المصرفيه بين التكييف الشرعي والضرورة المالية، ص: ٢)

⑩ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٠١)

⑪ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص:٢٩)

⑫ (البطاقات الائتمانية، تعريفها وأخذ الرسوم على اصدارها والسحب النقدي بها، ص: ٩)

مجوزین حضرات کا استدلال

مجوزین حضرات کا کہنا ہے کہ اس فیس کا لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ فیس ان خدمات کی ہے جو کارڈ جاری کنندہ حامل بطاقتہ کے لیے انجام دیتا ہے، یعنی کارڈ جاری کرنا، اس کی تجدید کرنا، اس کے حسابات بھیجنا، اس کام کے لیے عملہ رکھا جاتا ہے، مشینیں نصب کی جاتی ہیں، کمپیوٹر اور اس پر کام کرنے والا عملہ رکھا جاتا ہے، ہر آدمی تک کارڈ اور اس کے متعلق حسابات بذریعہ ڈاک بھیجے جاتے ہیں، ان کے اخراجات برداشت کیے جاتے ہیں، کسی کا کارڈ گم ہو جائے یا خراب ہو جائے تو اطلاع پر سابقہ کارڈ کینسل کر کے نئے کارڈ کا اجراء ہوتا ہے، اس کے علاوہ بھی بے شمار انتظامی مسائل ہیں، تو لہٰذا ان خدمات کے عوض شروع میں اور سالانہ کچھ فیس وصول کی جاتی ہے، شروع میں جو فیس وصول کی جاتی ہے اس کی مقدار عموماً زیادہ ہوتی ہے، سالانہ جو وصول کی جاتی ہے اس کی مقدار کم ہوتی ہے، شروع میں اس لیے زیادہ ہوتی ہے کہ پورا حساب کھولنا پڑتا ہے، اکاؤنٹ کھولنا ہوتا ہے، کارڈ جاری کرنے کے لیے مختلف قسم کی کاروائیاں ہوتی ہیں، پھر سالانہ فیس لی جاتی ہے اور ہر سال تجدید کی فیس لی جاتی ہے، تو ان فیسوں کو لینا یا دینا ناجائز نہیں ہوگا، کیوں کہ اس میں عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں، یہ قرض کے اوپر زیادتی نہیں، بلکہ حقیقی طور پر خدمات موجود ہیں، لہٰذا ان فیسوں کو ان خدمات کے مقابل قرار دیا جائے گا۔[1]

ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس فیس کا قرض کے حقیقی اور عملی معاملہ سے کوئی

---

(1) (المعايير الشرعية، املائی تقریر (١٤٢٠)، ص: ١٢٣، ١٢٤، انعام الباری، كتاب الحوالة باب من أحال دين الميت على رجل جاز، وإن أحال على...فليس له رد: ٦/٤٩٥، البطاقات البنكية، ص: ٢١١، ٢١٢ بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٠١)

تعلق نہیں، بایں طور سے کہ اگر ایک شخص نے کارڈ جاری کروایا اور پورے سال میں ایک دفعہ بھی معاملہ نہیں کیا تو پھر بھی اسے فیس ادا کرنی ہوگی، خواہ بینک کو قرض نہ دینا پڑا ہو اور حامل بطاقہ کو قرض نہ لینا پڑا ہو، اس سے کوئی تعلق نہیں، اس کی تین وجوہات ہیں:

۱- ایک اس وجہ سے تعلق نہیں کہ اگر قرض نہیں لے گا تب بھی فیس دینی ہوگی۔

۲- دوسرا اس وجہ سے نہیں کہ قرض کی رقم سے اس کا کوئی تعلق وارتباط نہیں ہوتا، کیوں کہ کسی نے دس روپیہ کا سامان خریدا ہو یا دس لاکھ کا، دونوں سے فیس یکساں لی جاتی ہے۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے کہ شرح سود جو متعارف ہوتی ہے اس کا بھی کوئی جوڑ نہیں، بلکہ یہ ایک لم سم رقم ہوتی ہے جو شروع میں وصول کی جاتی ہے، پھر سالانہ وصول کی جاتی ہے، لہٰذا جب تعلق نہیں اور نہ ہی یہ ضمان کی اجرت میں سے ہے، تو پھر یہ فیس ان خدمات کی ہے جو کارڈ جاری کنندہ کارڈ ہولڈر کے لیے انجام دیتا ہے۔ (1)

باقی رہی بات ذریعۃ الربا کی تو اس بارے میں کہتے ہیں کہ سد الذریعہ میں اتنا توسع نہ کیا جائے کہ اس سے حرج لازم آئے، ذریعہ کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ غالب ہو، جب کارڈ کے حامل مسلمانوں کی غالب اکثریت اپنے لیے کارڈ کو سودی معاملات میں استعمال کرنے کے لیے روا نہیں سمجھتے، اس کے علاوہ فیس کارڈ جاری کرنے کے حقیقی اخراجات کے برابر نہیں ہوتی، تو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ حقیقی اخراجات کو متعین کرنا بہت دشوار ہوتا ہے، لہٰذا اس کا اندازہ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ کھیتی اور پھلوں میں عشر کی ادائیگی کے لیے اندازہ لگانا شرعاً معتبر ہے، پھر معاملات میں غرر یسر معاف ہے، لہٰذا اس سے معاملہ کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (2)

---

(1) (المعايير الشرعية، املائی افادات: ۱۴۲۰ھ، ص: ۱۲۲، ۱۲۳، حوالہ سابق)

(2) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۱۰۱، الجوانب الشرعية، ص: ۷۷)

تنبیہ

ان حضرات کی یہ بات درست نہیں، کیوں کہ تعامل یہ ہے کہ پچانوے فیصد، بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگ اس کی وجہ سے سود میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فقہ اکیڈمی کی متفقہ رائے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

دوسری رائے

اس رائے میں تفصیل ہے، بایں طور کہ فیسوں کی مختلف اقسام ہیں:

۱- انتظامی امور کے حقیقی اخراجات اور چارجز، یہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہیں: (الف) یہ اخراجات اور چارجز امور محرمہ انشورنس وغیرہ کے نہ ہوں، (ب) بہت باریک بینی اور انصاف کے ساتھ ان کو مقرر کیا گیا ہو۔

۲- کفالت اور ضمان کی فیس، ان کا لینا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔

۳- کارڈ ہولڈر کے لیے انجام دی جانے والی خدمات کی اجرت وفیس، یہ فیس درحقیقت کفالت اور ضمان کے تابع ہے، اس لیے ان کا لینا جائز نہیں، "التابع تابع" اس فقہی قاعدہ کے پیش نظر ان خدمات کی فیس کا وہی حکم ہے جو ضمان کی فیس کا ہے، ایک دوسرا فقہی قاعدہ: "إذا جتمع الحلال و الحرام غلب جانب الحرام" کے پیش نظر بھی اس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ (1)

حرمت اور مطلقاً جواز کے درمیان کی راہ

ڈاکٹر صالح بن فوزان نے "البطاقات الائتمانية، تعريفها وأخذ الرسوم

---

(1) (البطاقات المصرفية، ص: ۱۷۹)

علیہ "السحب النقدي بها" میں اس قول کو ترجیح دی ہے۔ ❶

وہ لکھتے ہیں کہ یہ حرمت اور مطلقاً جواز کے درمیان کی راہ ہے، مجوزین حضرات میں سے بہت ساروں کی مراد بھی یہی ہے، اس کی گنجائش کے باوجود اگر ان بطاقات کو بغیر فیسوں کے جاری کیا جائے تو یہ زیادہ احوط اور شبہ ربا سے دور ہوگا، بینک دیگر جائز فیسوں سے اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں، بعض مروجہ اسلامی بینک ان فیسوں میں کمی کرتے ہیں، اس میں بھی شرعی محظور لازم آتا ہے، اس لیے کہ فیس کے سلسلہ میں حقیقی اخراجات کو نہیں دیکھا جاتا ہے، بلکہ کسٹمر کی مالی حیثیت کو دیکھا جاتا ہے اور اس کا تعلق کفالت وضمان سے ہے، گویا بینک کسٹمر پر اعتماد کی وجہ سے فیس میں کمی کرتا ہے، بایں طور سے کہ کسٹمر کی طرف سے کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا، یا پڑے گا، جس کی وجہ سے یہ سہولت دی گئی، بہتر یہ ہے کہ حقیقی اخراجات سب کسٹمرز کے ایک جیسے ہیں تو پھر فیس بھی ایک جیسی ہونی چاہیے۔ ❷

تیسری رائے

تیسری رائے یہ ہے کہ ان فیسوں کا لینا ناجائز اور حرام ہے، اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ ابو زید ❸ ڈاکٹر محمد قری بن عید ❹ شیخ محمد مختار سلامی ❺ شیخ عبد اللہ بن بیہ ❻ علی سالوس ❼ شیخ حمادی ❽ فقہ اکیڈمی انڈیا کے مقالہ نگار

① (ص: ١٠)

② (البطاقات الائتمانية للفوزان، ص: ١٠، ١١)

③ (بطاقة الائتمان، ص: ٦٠)

④ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٧، : ١/ ٣٩٠)

⑤ (المرجع السابق، عدد١٢، : ٣/ ٦٣٩)

⑥ (المرجع السابق، عدد ١٢، : ٣/ ٦٤٣)

⑦ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد١٢، : ٦٤٨٣٣) .... =

حضرات میں مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مفتی عبد اللطیف پالنپوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا قاضی عبد الجلیل، مولانا محمد اعظم ندوی اور مولانا رحمت اللہ ندوی وغیرہ شامل ہیں۔ (1)

قائلین عدم جواز کا اسدلال

عدم جواز وحرمت کے قائلین کا کہنا ہے کہ ضمان وکفالت پر اجرت لینا یقینی طور سے حرام ہے، جب شریعت اسلامی نے سود کو حرام قرار دیا ہے تو پھر کفالت پر اجرت لینا بطریق اولیٰ حرام ہوگا، یہ اکل بالباطل ہے کہ حرام طریقے سے لوگوں کے اموال کھانے کا ایک ذریعہ اور سبب ہے، یہ واضح ہے کہ کفالت وضمان عقود تبرع میں سے ہے نہ کہ عقود مالیہ میں سے، کیوں کہ کفالت تو صرف اللہ کے لیے کی جاتی ہے۔ (2)

ڈاکٹر بکر ابوزید لکھتے ہیں کہ اس کی اصل کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ فیس (رسوم اشتراک) درحقیقت ضمان کی اجرت ہے، تو گویا یہ عمل فائدہ پر قرض دینے کے وعدہ کی صورت اختیار کرے گا۔ (3)

یہ فیس عقد بطاقہ کو ایسے عقد معاوضہ میں تبدیل کر دیتی ہیں جس میں غرر ہوتا ہے اور عقد معاوضہ کو غرر فاسد کر دیتا ہے، غرر بایں طور سے ہے کہ اگر یہ فیس کارڈ سے جتنی مرتبہ استفادہ کیا جائے اس کے مقابلہ میں ہے تو استفادہ کا یہ عدد مجہول ہے، جیسا کہ استفادہ کی مقدار بھی مجہول ہوتی ہے اور یہ جہالت مفسدِ عقد ہے۔ (4) یہ فیس ربا یعنی سود کا

= (8) (المرجع السابق: ٣/ ٦٦٤ و البطاقات الائتمانية للفوزان، ص: ٨)

(1) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ٢٩، ٣٠

(2) (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٠٠)

(3) (بطاقة الائتمان، ص: ٣٦)

(4) (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٨، : ٢/ ٥٩٠١)

ذریعہ ہے، کیوں کہ یہ فیس ہی آدمی کو کارڈ کے حصول کے قابل بناتی ہے جو حامل بطاقہ کو اپنی حد سے زیادہ خریداری پر آمادہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس پر دیون لازم آتے ہیں اور سود لگتا ہے۔ ❶

بینک کا تاجروں سے کمیشن لینے کا حکم

بینک اور کارڈ جاری کنندہ کمپنی تاجروں سے مبیعات کی فروختگی کی رقم و قیمت پر جو کمیشن لیتے ہیں اس کے جواز وعدم جواز کے بارے میں دو رائے ہیں۔

پہلی رائے

بینک کے لیے تاجروں سے کمیشن لینا جائز ہے، اس رائے کو اختیار کرنے والے حضرات میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ❷ ڈاکٹر نزیہ حماد ❸ ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلمان ❹ شیخ محمد مختار سلامی ❺ اور بیت التمویل الکویتی کی "الھیئة الشرعیة" شامل ہے۔ ❻

وجہ جواز

مجوزین حضرات کا یہ کہنا ہے کہ یہ کمیشن ان خدمات کے بدلہ میں ہے جو بینک

---

① (بطاقة الائتمان، ص: ۸، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۵۴، ۱۸۵)

② (انعام الباری، کتاب الحوالات: ۶/۴۹۵، المعاملات المالية المعاصرة، ص: ۱۲۸)

③ (قضايا فقهية معاصرة، ص: ۱۵۳)

④ (البطاقات البنكية، ص: ۱۵۰)

⑤ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۷، : ۱/۵)

⑥ (المرجع السابق: ۱/۴۷۶، بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ۱۰۲)

تاجر کو فراہم کرتا ہے، مثلاً: تاجر کے نام کا اعلان کرنا ہے کہ وہ بطاقہ قبول کرتا ہے، اس کے ٹیلی فونک رابطہ اور کارڈ چیک کرنے والی مشین کی فراہمی اور اس کے ساتھ رابطہ وغیرہ پر آنے والے مصارف کا تحمل کرتا ہے۔ ❶

یہ کمیشن ان اضافی خدمات کے مقابلہ میں ہے جو بینک تاجر کو فراہم کرتا ہے، تاجر کو گاہک کی طرف سے اعلیٰ درجے کا اعتماد فراہم کرتا ہے اور پھر ان کا دین وصول کرتا ہے، اس طرح بینک تاجروں کی مدد کرتا ہے کہ ان کے ناموں کو کارڈ کے ذریعہ معاملات انجام دینے والی لسٹ میں شمار کر کے شائع کرتا ہے۔ ❷

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی رائے

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اس کمیشن کے جواز کے بارے فرماتے ہیں کہ عام طور سے تاجر کا مسئلہ تردد کا ہوتا ہے کہ تاجر سے جو کمیشن لیا جاتا ہے، جو کریڈٹ کارڈ کی اصل آمدنی کا ذریعہ ہے، اس کے بارے میں شبہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں جیسے بل آف ایکسچینج کو ڈسکاؤنٹ کریں، تو اس کی فقہی تخریج یہ ہے کہ اس کے ذریعہ تاجر کو اچھے اچھے گاہک فراہم کیے جاتے ہیں، کارڈ ہولڈر ان مخصوص تاجروں کے علاوہ کہیں اور سے خریداری نہیں کرتے، اگر اس کے پاس یہ سہولت نہ ہو تو لوگ (صرف کارڈ ہولڈر) اس کے پاس خریداری کے لیے نہیں آئیں گے، تو اس کو بہتر سے بہتر گاہک فراہم کرنے کی سہولت دی جارہی ہے، یہ بعینہ سمسرہ تو نہیں، لیکن سمسرہ سے مشابہ ہے، لہٰذا اس اجرت کو سود نہیں کہا جاتا، اس کی تخریج میری نظر میں یہ ہے کہ یہ سمسرہ سے مشابہ عمل کی اجرت ہے کہ وہ اس کے پاس اچھے گاہک لے کر آتا ہے، نیز تاجر کے لیے کچھ دوسری خدمات بھی فراہم کرتا ہے،

---

① (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١٢٦)

② (مجلة، مجمع الفقه الإسلامي، عدد٨، : ٢/ ٦٢٣)

مثلاً: مشین وغیرہ، اس کے لیے اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس میں تاخیر کی صورت میں جو زیادہ رقم وصول کی جاتی ہے، اس کے جواز کا کوئی راستہ نہیں۔ ❶

فتحی شوکت صاحب نے بھی "بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي" میں بینک کی طرف سے فراہم کی جانے والی مختلف نوعیت کی خدمت کے پیش نظر جواز کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ❷

ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان نے اسے مکفول لہ کی طرف سے اجرت قرار دینے کے علاوہ سمسرہ کی اجرت ہونے کی وجہ سے جواز کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا ہے۔ ❸

پہلی رائے پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات

فتحی شوکت صاحب نے اپنے مقالہ میں جواز کے قول پر وارد ہونے والے اعتراضات کا مختصراً جواب دیا ہے۔ ❹

البتہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل ناجائز ہے اور یہ بل آف ڈسکاؤنٹ کے مساوی اور برابر ہے اور دونوں کا حکم ایک جیسا ہے، بل آف ایکسچینج کا ڈسکاؤنٹ یہ ہے کہ ایک تاجر نے سامان بیچا تو مشتری نے دستخط کر کے بل دے دیا کہ میرے ذمہ اتنی رقم (مثلاً: ایک ہزار) واجب ہے، تو وہ ایک ہزار کا بل لے کر کسی بینک کے پاس جاتا ہے کہ تم مجھے نوسو

① (انعام الباری، کتاب الحوالات، ص: ٤٩٥، البطاقات البنكية، ص: ٢١٣، بطاقات الائتمان البنكية، ص: ١٠٣)

② (ص: ١٠٣)

③ (البطاقات البنكية، ص: ٢١٤)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص: ١٠٣، ١٠٤)

نوے [۹۹۰] روپے فی الحال دے دو اور جب وصول کرنے کا وقت آجائے تو تم وصول کر لینا، یہ ہے بل آف ایکسچینج کا ڈسکاؤنٹ کرنا، تو یہ ناجائز ہے (سود ہونے کی وجہ سے) تو یہاں (عقد بطاقہ) میں بھی یہ صورت حال کہ اس (حامل بطاقہ) کے ذمہ تاجر کے (مثلاً) ایک ہزار روپے واجب ہوئے اور اس نے بطاقہ کے ذریعہ رسید دے دی کہ یہ میرے ذمہ واجب ہیں، اب تاجر رسید لے کر مصدر بطاقہ (بینک) کے پاس جاتا ہے کہ میرے ایک ہزار روپے واجب ہیں تم ایک ہزار کے بجائے مجھے نوسو نوے [۹۹۰] روپے دے دو اور تم حامل بطاقہ سے بعد میں وصول کرتے رہنا، تو گویا یہ بل آف ایکسچینج کے مترادف ہے، تو اگر اس جہت سے دیکھا جائے تو یہ کمیشن لینا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ بل آف ایکسچینج کو ڈسکاؤنٹ کرنا جائز نہیں۔

دوسری جہت اس میں یہ ہے کہ درحقیقت یہ اجرت ہے قبول حوالہ کی کہ اس نے حوالہ قبول کیا اور قبولِ حوالہ کی اجرت لینا بھی جائز نہیں، لہٰذا یہ جائز نہیں ہونا چاہیے، ان دونوں جہتوں کا اعتبار کیا جائے تو ناجائز ہونا چاہیے، تیسری جہت اس میں یہ کہ یہ ایک طرح کا سمسرہ ہے جدید قسم کا، یعنی کچھ خدمات فراہم کرنے کے ساتھ گاہک بھی فراہم کرتا ہے، اور قبول حوالہ بھی کرتا ہے، تو اس کو بل آف ایکسچینج پر قیاس کرنا درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ بل آف ایکسچینج کی ڈسکاؤنٹنگ میں یہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض تاجر کو پیسے دینے کے بعد اصل مدیون کے پاس گیا اور وہ مفلس ہوگیا یا کچھ ہوگیا جس کی وجہ سے بینک کو پیسے نہیں ملے، تو بینک لوٹ کر ادھر آسکتا ہے اور تاجر سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تمہارا بل ہے اور مجھے موصول نہیں ہوا، لہٰذا میرے پیسے لوٹاؤ، بخلاف یہاں (عقد بطاقہ) کے کہ اگر بالفرض یہاں مصدر بطاقہ کو پیسے نہیں ملے حامل بطاقہ سے تو وہ تاجر سے رجوع نہیں کرسکتا، اس واسطے یہ بل آف ایکسچینج کے ڈسکاؤنٹ والی بات نہیں، بلکہ یہ ساری خدمات جن میں بعض

پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض پر اجرت ناجائز، تو ایسی صورت حال میں ان خدمات کے مجموعہ پر اجرت لینا ناجائز ہے اور اس اجرت کو ان جائز خدمات کی طرف منسوب کیا جائے گا اور یہ تصحیحاً للعقد ہے، کیوں کہ حنفیہ کے ہاں ایک خاص اصول کہ بظاہر خواہ وہ کتنی غیر معقول بات نظر آتی ہو، لیکن عقد کو صحیح کرنے کے لیے اس پر عمل کیا جاتا ہے، مثلاً: مد عجوۃ میں صرفاً للجنس إلی خلاف الجنس پر عمل کیا جاتا ہے، اس میں بعض اوقات یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ایک روپیہ ایک کلو سونے کے مقابلے میں اور دس ہزار ڈالر ایک نگینہ کے مقابلہ میں، لیکن تصحیحاً للعقد کیا جاتا ہے، تو جہاں کوئی شخص خدمات کا ایک مجموعہ انجام دے رہا ہو، جن میں سے بعض قابل اجرت ہیں اور بعض نہیں، تو مجموعے پر اجرت لے سکتے ہیں، تو اس کو ہم کہیں گے کہ یہ سمسرہ اور تجارتی خدمات کے عوض ہے، اگر چہ وہ خدمت قبول حوالہ کی بھی انجام دیتا ہو، تو اس طرح تاجر کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ مصدر بطاقہ کے ساتھ یہ معاملہ کرے۔[1]

تنبیہ

قطع نظر اس بات سے کہ مجوزین حضرات کی بات فقہ اسلامی اور معیشت کے اسلامی احکامات اور اس کے مقتضیات سے کس حد تک میل کھاتی ہے، اگر کوئی بھی صاحبِ انصاف بغور جائزہ لے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بینک یا دیگر کارڈ جاری کنندہ ادارے صارفین اور تاجروں کو اپنے نظام کے ذریعہ سہولت پہنچانے کے دعویدار ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بینک کا ہر عمل کسی نہ کسی مادی نفع کے بغیر نہیں، اگر چہ بینک ظاہر میں کتنی ہی وضاحتیں کرے کہ وہ بغیر اجرت کے سہولت فراہم کر رہا ہے، مگر وہ اسی عقد میں کسی دوسری جہت سے صارف اور تاجر سے فیس اور کمیشن کے نام پر اپنا مادی نفع لینا نہیں بھولتا، یہی سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ ہے کہ انسانوں کا کوئی بھی عمل سرمایہ اور زر کے بغیر انجام نہ دیا جائے اور مختلف

[1] (المعايير الشرعية المعاصرة، املائی افادت، اص: ۱۲۷-۱۲۹)

خوش نما عنوانات کے ذریعہ صارف سے ہر حال میں کچھ نہ کچھ ضرور وصول کیا جائے۔

دوسری رائے

بینک کا تاجروں سے کمیشن لینے کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ کارڈ جاری کنندہ بینک کا تاجروں سے کمیشن لینا ناجائز اور حرام ہے، اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں ڈاکٹر بکر ابوزید، ① ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ ② اور ڈاکٹر ابراہیم الدبو وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ ③

عدم جواز کی وجہ

ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ معاملہ بڑی حد تک بل آف ایکسچینج کے ڈسکاؤنٹ کے مشابہ ہے، اس لیے کہ تاجر کارڈ جاری کنندہ بینک کو کارڈ ہولدر کے دستخط شدہ بل دے دیتا ہے اور یہ بمنزلہ دین کے چیک کے ہے اور بینک تاجر کو بل پر لکھی ہوئی رقم کی مقدار سے کچھ کم (تقریباً ایک سے آٹھ فیصد تک) ادا کرتا ہے اور یہ غیر مدیون کو حقیقی قیمت سے کم پر دین کی فروختگی کی قبیل سے ہے اور وہ ربا یعنی سود ہے۔ ④

ڈاکٹر محمد علی قری کہتے ہیں کہ اس احتمال کو بعض کارڈ جاری کنندہ کمپنیوں کی طرف سے لگائی گئی یہ شرط بھی راجح قرار دیتی ہے کہ اگر ان کا ایجنٹ تاجر کی طرف سے کسی شرط یا طے شدہ امور میں سے کسی چیز کی مخالفت پر کسی بل کی ادائیگی سے انکار کرے تو تاجر بینک

---

① (بطاقة الائتمان، ص: ٥٩، ٦٠)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٨، : ٢/٦١٦)

③ (المرجع السابق: ٢/٦٥٣)

④ (بطاقات الائتمان البنكية في الفقى الإسلامي، ص: ١٠٢)

سے رجوع کر سکتا ہے۔ ❶

بعض حضرات نے کہا کہ یہ معاملہ تأجیل کے مقابلہ میں کچھ دینے کا ہے، یعنی بینک تاجر کو اس رقم کی فوری ادائیگی کرتا ہے جو اسے کچھ مدت بعد ملنی تھی اور خود تاجر سے اس مدت کے مقابلہ میں کمیشن لیتا ہے، (جو جائز نہیں)۔

بعض حضرات نے کہا یہ کمیشن حرام ہے، کیوں کہ یہ بینک کا عمیل کی طرف سے ضمان قبول کرنے پر اجرت لینا ہے اور وہ ناجائز ہے۔

نقد رقم نکالنے پر فیس اور چارجز وصول کرنے کا حکم

اس مسئلہ کے بارے میں معاصر علماء کی چار آراء ہیں:

پہلی رائے

نقد رقم نکالنے پر فیس وصول کرنا مطلقاً جائز ہے، خواہ نکالی گئی رقم کا کچھ فیصد ہو یا ایک مقرر رقم کی مقدار ہو، اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں ڈاکٹر عبد الستار ابو غدہ، ❷ بیت التمویل الکویتی کی "الهیئة الشرعیة" ❸ ڈاکٹر محمد مختار سلامی ❹ اور ندوۃ البرکہ کا فتوی بھی جواز کا ہے۔ ❺

وجہ جواز

یہ حضرات اس فیس کو ان خدمات کا عوض قرار دیتے ہیں جو بینک کارڈ ہولڈر

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۸، : ۲/ ۵۹۰)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۷، : ۱/ ۳٦۸)

③ (المرجع السابق: ۱/ ٤۷۵)

④ (المرجع السابق: ۱/ ٦٦۷ وعدد۱۲ : ۳/ ٤۸۹)

⑤ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد ۸، : ۲/ ۵۲۱)

حضرات کے لیے اپنی مشینوں کے ذریعے ہر جگہ رقم کی وصولی کو یقینی بنانے کے لیے اور مختلف مشینی خدمات کے علاوہ رقم کے حصول کے سلسلہ میں رابطہ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ ❶

دوسری رائے

نقد رقم نکالنے پر فیس لینا اس وقت جائز ہوگا جب وہ ایک مقرر رقم ہو اور کارڈ ہولڈر کو دی جانے والی خدمات کی نسبت سے ہو، ہاں! البتہ اگر نکالی گئی رقم کا کچھ فیصدی حصہ ہو، یا کارڈ ہولڈر کو فراہم کی جانے والی حقیقی خدمات کے عوض سے بڑھ کر ہو تو وہ جائز نہیں، اخراجات اور اجرت کی تعیین ماہرین کریں گے۔ ❷ یہ رائے شرکۃ الراجحی المصرفیۃ اور المراجعۃ للمؤسسات الإسلامیۃ کی اختیار کردہ ہے۔ ❸

تیسری رائے

اس فیس کا لینا اس وقت جائز ہوگا جب یہ خدمات کے سلسلہ میں بالفعل پیش آنے والے اخراجات کی نسبت سے ایک مقرر مقدار کی رقم ہو۔ ❹ اس رائے کو اختیار کرنے والوں میں ڈاکٹر نزیہ حماد، ❺ ڈاکٹر احمد بن علی المبارکی، ❻ عبدالرحمٰن الحجی ❼ اور مجمع الفقہ الإسلامی شامل ہیں۔ ❽

---

① (البطاقات الائتمانية للدكتور صالح، ص: ١٣)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد٧، : ٣٦٨/٢)

③ (البطاقات الائتمانية للدكتور صالح، ص: ١٣)

④ (المرجع السابق)

⑤ (البطاقات الائتمانية للدكتور صالح، ص: ١٤)

⑥ (المرجع السابق)

⑦ (البطاقات الائتمانية للدكتور صالح، ص: ١٤)

⑧ (قرار المجمع، عدد ١٢، : ٦٧٦/٣)

چوتھی رائے

اس فیس کا لینا مطلقاً حرام ہے، چاہے نکالی گئی رقم کا کچھ فیصدی حصہ ہو یا ایک مقرر مقدار کی رقم، خواہ خدمات کے سلسلہ میں بالفعل پیش آنے والے اخراجات کے بقدر کیوں نہ ہو۔ اس رائے کو اختیار کرنے والے حضرات میں ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلیمان ❶ اور ڈاکٹر محمد القری بن عید وغیرہ ہیں۔ ❷

عدم جواز کی وجہ

ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ قرض کے فوائد میں سے ہے، لہٰذا اس کا لینا حرام ہے۔ ❸

تنبیہ

بعض حضرات نے ان فیسوں کو جواز فراہم کرنے کے لیے بینک کی طرف سے فراہم کی جانے والی خدمات کا عوض قرار دیا ہے حالاں کہ بینک تمام خدمات بالعوض فراہم کرتا ہے اسے جواز و عدم جواز سے بحث نہیں، بلکہ بینک تو صرف نفع کے حصول کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس کے لیے مختلف عنوانات کو اختیار کرتا ہے، بہر حال مجوزین کی بات کو اگر مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ معاملہ شبہ ربا سے تو خالی نہیں، اس لیے بھی ان فیسوں کا لینا جائز نہیں۔ واللہ علم بالصواب۔

فقہ اکیڈمی ہندوستان کے بہت سے رکن علمائے کرام نے بھی اس فیس کو سود قرار دے کر حرام ہونے کا حکم لگایا ہے۔ ❹

---

① (البطاقات البنكية، ص: ۱۵۷)

② (البطاقات البنكيته الاقراضية، ص: ۱۵۷)

③ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۸، : ۲/ ۵۹۲)

④ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۹، ۳۹)

سامان کی خریداری کی خدمت پر لی جانے والی فیس

یہ ایک مقرر مقدار کی رقم یا ہر بل پر ایک متعین فیصد کے حساب سے لی جانے والی رقم ہے، بیت التمول الکویتی کی "الھیئۃ الشرعیۃ" نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ❶

بعض حضرات نیا س کو وکالت کی اجرت قرار دے کر سند جواز فراہم کی گئی ہے۔ ❷

تنبیہ

ان کی یہ بات درست نہیں، کیوں کہ کارڈ ہولڈر اور کارڈ جاری کنندہ کے درمیان تعلق وکالت کا نہیں کہ اس پر یہ اجرت لی جائے، بلکہ ان کے درمیان کفالت کا تعلق ہے اور کفالت پر اجرت لینا درست نہیں، جیسا کہ پہلے وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

کارڈ کے ذریعہ خریداری کی صورت میں قبضہ کا حکم

کارڈ کے ذریعہ خریداری کی صورت میں قبضہ کے حکم پر پہلے یہ بات تفصیل سے گذر چکی ہے کہ کارڈ کی دو قسمیں ہیں: ۱-مغطاۃ، ۲-غیر مغطاۃ۔

بطاقہ مغطاۃ میں قبضہ کا حکم

اس بارے میں معاصر علماء کی دو رائے ہیں:

۱- اشیاء وغیرہ کی خریداری اور مختلف سہولیات کے حصول کے بعد بطاقہ مغطاۃ کے ذریعہ ادائیگی کو "قبضہ حکمی" سمجھا جائے گا، البتہ نقدی، سونا، چاندی اور اموال ربویہ میں اس کا کسی حال میں اعتبار نہیں کیا جائے گا یعنی ان چیزوں میں مذکورہ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی قبضہ کے حکم میں نہیں۔

---

① (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، عدد٧، : ١/ ٤٧٥)

② (المعاملات المالية المعاصرة، ص: ١٢٤)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب نے لکھا ہے کہ اس کارڈ کا نقدی کی خریداری میں استعمال کسی بھی صورت جائز نہیں، کیوں کہ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی قبضہ حکمی کے قبیل سے ہے۔اور نقد کے معاملہ میں قبضہ حکمی غیر معتبر ہے۔ ❶

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ بطاقہ مغطاۃ کے ذریعہ ادائیگی معتبر ہے، یہ قبضہ حکمی کے قبیل سے ہے،خواہ عام اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ ہو یا نقدی کا لین دین ہو، ڈاکٹر حمزہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس میں قبضہ حکمی کو غیر معتبر قرار دیں تو بہت سارے معاملات کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ ❷

تنبیہ

لیکن یاد رہے کہ اموال ربویہ میں جب قبضہ حکمی غیر معتبر ہے تو محض تاویلوں کے سہارے اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، اب اگر بہت سارے سودی معاملات کے دروازے بند ہوتے ہیں تو ہو جائیں، کیوں کہ شریعت نے خود سودی معاملات کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے چور دروازوں کو بند کر دیا ہے۔

بطاقہ غیر مغطاۃ میں قبضہ کا حکم

یہ بات پہلے آ چکی ہے کہ عقد بطاقہ کی تکییف فقہی میں ایک رائے کفالت کی بھی ہے، کفالت کی صورت میں قبضہ حکمی یہاں نہیں پایا جا رہا ہے، کیوں کہ بینک نے کارڈ ہولڈر کو خود ہی قرضہ دیا اور خود ہی اس کی طرف سے دین کی ادائیگی کی۔ بینک نے جب کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کی تو وہ اس کا مقرض بن گیا اور وہ کفیل بھی ہے، پھر بینک بحیثیت کفیل ادا کردہ مال کا مکفول یعنی کارڈ ہولڈر سے رجوع کرتا ہے تو گویا یہ بدل قرض کے

---

① (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۷، : ۱/ ۶۰۱)

② (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، عدد۷، : / ۶۷۲)

سلسلہ میں رجوع ہے، اگر ہم یہاں قبضہ حکمی کے درست ہونے کو تسلیم کرلیں تو پھر قابض اور مقبض کا اتحاد لازم آئے گا، کیوں کہ بینک نے اپنی طرف سے قبضہ کیا پھر تاجر سے قبضہ کروایا تو گویا وہ ایک ہی وقت میں قابض بھی ہوا اور مقبض بھی اور یہ ممنوع ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے "الاشباہ والنظائر" میں صراحت کے ساتھ اتحاد القابض والمقبوض کے ممنوع ہونے کو بیان کیا ہے۔ ❶

کارڈ کے ذریعہ کرنسی کی تبدیلی کا حکم

بینک صارف کو یہ سہولت دیتا ہے کہ وہ دنیا بھر میں کارڈ کے ذریعے خریداری کر سکتا ہے اور مختلف النوع سہولیات بھی حاصل کرسکتا ہے، لہٰذا جب کارڈ ہولڈر کسی ایسے ملک میں خریداری کرتا ہے جہاں کی کرنسی کارڈ ہولڈر اور بینک کے درمیان طے شدہ کرنسی سے مختلف ہو تو اس وقت بینک پہلے تو کارڈ ہولڈر پر واجب الادا مصارف اس ملک کی کرنسی کے اعتبار سے ادا کرتا ہے، پھر کارڈ ہولڈر کے ساتھ معاہدہ میں طے شدہ کرنسی کے اعتبار سے اس سے رقم کی وصولی کے لیے رجوع کرتا ہے، مثلاً کارڈ ہولڈر نے امریکہ میں سو ڈالر خریداری کی جب کہ معاہدہ پاکستانی کرنسی میں معاملات کرنے کا طے پایا تھا، تو بینک پہلے بائع کو ڈالر میں ادائیگی کرے گا پھر کارڈ ہولڈر سے پاکستانی کرنسی کے اعتبار سے سو ڈالر کی قیمت وصول کرے گا، تو گویا یہ ایک طرح کا کارڈ کے ذریعے ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے تبدیل کروانا ہے، بعض بینک تو کرنسی کا وہ ریٹ وصول کرتے ہیں جو خریداری والے دن اس بینک کی طرف سے اعلان کردہ ہوتا ہے، جب کہ بعض بینک ادائیگی والے دن کے کرنسی ریٹ کا اعتبار کرتے ہیں، اور بعض بینک بغیر کسی تعیین کے جس تاریخ میں چاہتے ہیں اس دن کے کرنسی ریٹ کا اعتبار کر کے صارف پر لاگو کرتے ہیں، جب کہ صارف کو اس

---

① (ص: ٤٧١ دارلکتاب العربي بيروت ط: ١٩٨٧م)

بارے میں بالکلیہ کسی طرح کی معلومات نہیں ہوتی ہیں۔ ❶

یہ بات تو واضح ہے کہ ایک کرنسی کو دوسری کرنسی سے تبدیلی کے وقت اختلافِ جنس کی وجہ سے کمی زیادتی کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے، اسی طرح دوسری کرنسی میں دین کی ادائیگی بھی درست ہے، البتہ دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے: ۱- قبضہ کا پایا جانا، ۲- قبضہ کے وقت جاری ریٹ کی قیمت کے مطابق معاملہ ہو۔

کرنسی کی تبدیلی کا یہ معاملہ ان شرائط کے ساتھ اُس وقت جائز ہوگا، جب کارڈ یعنی بطاقۃ مغطاۃ ہو، یعنی بینک میں اِس کا اکاؤنٹ موجود ہو، تاکہ مجلس عقد میں قبضہ حکمی متحقق ہو سکے۔ ❷

کریڈٹ کارڈ پر فراہم کیے جانے والے بعض فوائد

کریڈٹ کارڈ پر فراہم کیے جانے والے بعض فوائد جن میں قانونی، طبی اور مالی فوائد وانعامات شامل ہیں، کارڈ جاری کنندہ کمپنیاں اور بینک وقتاً فوقتاً کارڈ ہولڈر حضرات کے لیے یا بینک اکاؤنٹ ہولڈرز کے لیے مختلف ترغیبی اسکیموں کو جاری کرتے رہتے ہیں، تاکہ لوگوں میں کارڈ کے حصول کا جذبہ پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ کارڈ حاصل کر سکیں۔

بعض حضرات نے ان انعامی اسکیموں کو مشروط طور سے جائز قرار دیا ہے، لیکن یہ سب اس وقت ہے جب خود کریڈٹ کارڈ کے معاملہ کو تمام تر خرابیوں اور اشکالات سے پاک جان کر اسے جائز سمجھا جائے، ورنہ جن حضرات کے نزدیک کریڈٹ کارڈ لینا جائز نہیں، ان کے نزدیک ان انعامی اسکیموں سے بحث ثانوی درجہ کی بات ہے اس کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح بعض کمپنیاں اور بینک بیمہ اور انشورنس بھی مہیا کرتے ہیں، یہ یاد

① (الجوانب الشرعية، ص: ١٣٨)

② (التقابض في الفقه الإسلامي وأثره على البيوع المعاشره، ص: ٢٦٩)

رہے کہ انشورنس اپنی تمام تر صورتوں کے ساتھ ناجائز ہے البتہ علماء تامین تعاونی جو ہر طرح کے تجارتی مقاصد اور سودی معاملات سے پاک ہو کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ❶

الحاصل یہ کہ اس طرح کی جزئیات یا دیگر اس کے علاوہ بعض اور امور جو کریڈٹ سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتے ہیں، ان کے جواز و عدم جواز کی بحث اس وقت درست ہے جب اس کا حصول جائز ہو، لیکن جب خود کریڈٹ کارڈ کا لینا جائز نہیں تو پھر ان جزئیات کے جواز و عدم جواز میں پڑنا ایک سعی لا حاصل کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اب تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ معاصر عرب و عجم علماء کی تحریروں کا خلاصہ ہے، اپنی طرف سے کوئی تحقیق پیش نہیں کی ہے البتہ بعض باتوں کی طرف توجہ دلانے کی کوشش ضرور کی ہے۔

خلاصہ بحث

ہمارے نزدیک ان علماء کی رائے زیادہ صائب ہے جو کریڈٹ کے عدم جواز کے قائل ہیں، دو وجوہات سے:

۱- ایک تو صلب عقد میں سود کی شرط کے پیشِ نظر۔

۲- دوسرے تعامل کی وجہ سے کہ کارڈ لینے کے بعد اکثر لوگ سود میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

کریڈٹ کارڈ کے عدم جواز پر علماء کی آراء

اس بارے میں بھی اپنی طرف سے کوئی تحقیق پیش کرنے کے بجائے میں انہی علماء حضرات کی آراء اور تحقیق کو پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کے عدم جواز پر مفصل کلام کیا ہے۔

---

❶ (بطاقات الائتمان البنكيته في الفقه الإسلامي، ص: ۱۱۸، ۱۱۹)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ جس معاہدہ پر کارڈ ہولڈر اور بینک دستخط کرتے ہیں وہ فاسد ہے کیوں کہ اس میں فاسد شرط پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ وقت متعینہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اضافی رقم دینی ہوگی اور جس نے فاسد معاہدہ طے کیا وہ صرف طے کرنے ہی سے گناہ گار ہو جاتا ہے، چاہیے حامل کارڈ ''سود'' دے یا نہ دے، اس لیے کہ جمہور کے نزدیک مالی لین دین میں فاسد شرط اس کو فاسد کر دیتی ہے۔ ❶

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حنابلہ کے مذہب کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان کے نزدیک شرط فاسد سے عقد فاسد نہیں ہوتا، عقد صحیح ہوتا اور شرط خود فاسد ہو جاتی ہے، جب کہ مروجہ اسلامی بینکوں کے سلسلہ میں بعض حضرات نے حنابلہ کے مسلک کو پیش نظر رکھ کر جواز کے قول کو اختیار کیا ہے اور مسلم شریف میں وارد: "من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فهو باطل و إن كان مائة شرط". اور صحیحین میں وارد حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال بھی کیا ہے، لیکن چوں کہ یہ سب معاملات سودی ہیں، یا کم از کم شبہ ربا موجود ہے، اس لیے جمہور ہی کا قول احوط اور اسلم ہے۔ پھر ظاہر سی بات ہے کہ بینک کا مقصد صرف اور صرف نفع کمانا ہے، لوگوں کو خاص طور سے مسلمانوں کو سہولیات فراہم کرنا اس کا مقصد اوّلین نہیں، چناں چہ نفع کمانے کے لیے بینک نے طرح طرح کے حیلے ایجاد کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر زحیلی صاحب کریڈٹ کارڈ کے شرعی حکم کے تحت رقم طراز ہیں کہ اس کارڈ کے ذریعہ لین دین حرام ہے، اس لیے کہ یہ سودی قرضہ کے معاہدہ پر مشتمل ہوتا ہے اس کا

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۷۰)

حامل اسے قسط وار سودی فائدے کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ ❶

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کریڈٹ کارڈ وغیرہ میں جو مقررہ مدت کے بعد زائد سودی رقم وصول کی جاتی ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ پندرہ روز کی مدت (بعض جگہ ایک مہینہ یا چالیس دن کی مدت) کے بعد ادائیگی کی صورت میں جو زائد رقم ادا کی جاتی ہے وہ سود ہے، سود خور کی نفسیات یہی رہی ہے کہ پہلے قرض دو تا کہ لوگ ہنسی خوشی نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اسے لے لیں اور جب وقت پر ادا نہ کر سکے تو زائد ادائیگی کی شرط پر مہلت دے دو، زمانہ جاہلیت میں ربا کا یہی طریقہ کار مروج تھا جسے ربا نسیئہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ قرض پر لی جانے والی زائد رقم سود میں داخل ہے، سود کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی، اس لیے کریڈٹ کارڈ کا حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے اور اس سے جو جائز سہولتیں متعلق ہیں وہ ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہو جاتی ہیں، اس لیے عام حالت میں اس کارڈ کے حصول کو ضرورت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اگر پندرہ دنوں کے اندر ہی رقم ادا کر دی جائے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا تو اس لحاظ سے اسے جائز ہونا چاہیے، لیکن یہ بات درست نظر نہیں آتی، کیوں کسی معاملے کے جائز ہونے اور نہ ہونے کا مدار صرف نتیجہ پر نہیں ہوتا، بلکہ معاملہ طے پانے کی کیفیت پر ہوتا ہے، یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا حامل اور بینک آپس میں معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک خاص مدت کے بعد قرض واپس کرتے ہوئے سود بھی ادا کرنا ہوگا، گویا معاملہ میں سود کا لین دین شروع سے شامل ہے اس لیے یہ معاملہ اپنے آغاز ہی

---

❶ (حوالہ سابق، ص:۷۲)

سے نادرست قرار پائے گا۔❶

مولانا رحمانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ آج کل کاروبار کے دائرے کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے بینک کے مختلف کارڈ کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں شرعی احکام وحدود کو ملحوظ رکھیں۔❷

پروفیسر عبدالمجید سوسوہ کی رائے

پروفیسر عبدالمجید سوسوہ ''کریڈٹ کارڈ کے فقہی احکام'' میں کریڈٹ کارڈ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بینک کے ذریعہ لیے جانے والے اضافہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سود ہے، اس لیے کہ یہ قرض پر عائد کیا جانے والا نفع ہے، اسی طرح تاخیر کا وہ جرمانہ بھی جسے بینک کارڈ ہولڈر پر لازم کرتا ہے ''ربا النسیئہ (ادھار سود)'' ہے۔❸

پروفیسر صدیق محمد الامین الضریر کی رائے

پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر کریڈٹ کارڈ پر تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ میں ادائیگی پر تاخیر کی صورت میں سودی اضافہ کی شرط ہوتی ہے، اس پر ایک تنقید یہی ہے کہ یہ دونوں کارڈ سودی اضافہ کے ساتھ قرض پر مشتمل ہیں، یہی ایک پہلو ان کو رد کرنے اور ان کے متبادل کی تلاش کے لیے کافی ہے۔❹

---

① (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۸۸)

② (حوالہ سابق، ص:۸۹)

③ (حوالہ سابق، ص:۹۲)

④ (حوالہ سابق، ص:۱۰۷، ۱۰۸)

مفتی اعظم تیونس شیخ محمد مختار سلامی کی رائے

مفتی اعظم تیونس شیخ محمد مختار سلامی صاحب کریڈٹ کارڈ کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس قسم کو اکثر معاصر فقہاء نے حرام قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے اس صورت کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ جب صاحب کارڈ یہ التزام کرے کہ وہ مطلوبہ رقم یکمشت اور وقت پر جمع کرے گا، کیوں کہ وہ اس عزم سے شرط کو ساقط کر دینے والا ہوگا اور شرط ساقط ہونے پر معاملہ درست ہوتا ہے، اس لیے جس بنیاد پر یہ صورت حرام قرار پاتی ہے وہ ہے تاخیر سے رقم کی ادائیگی میں سود کا عائد کیا جانا جو یہاں متحقق نہیں ہوتی۔

لیکن میری رائے اس کے برعکس ہے، میرے خیال میں چوں کہ اس صورت میں کارڈ ہولڈر کو عقد کے وقت ہی معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر کی صورت میں اس کو اضافی سود ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ یہاں ثمن میں سود کی شرط ہے، اس لیے یہ حرام ہے، اسی طرح صاحب کارڈ کے التزام کا معاملہ غیر معلوم ہے، کیوں کہ مستقبل میں وہ اسے پورا کر پائے یا نہ کر پائے، یہ معلوم نہیں، اس لیے کہ مطالبہ کے وقت فی الفور رقم کی ادائیگی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب اس کے پاس اتنی رقم مہیا ہو اور وہ حتمی صورت میں اتنی رقم کا مالک نہیں ہے، کیوں کہ رقم ابھی غیر موجود ہے۔ (1)

مولانا محمد اعظم ندوی کی رائے

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد اعظم ندوی کریڈٹ کارڈ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کارڈ کے ذریعہ سے جو فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس پر کسی نہ کسی شکل میں زیادتی عقد میں مشروط ہے، اس لیے حکم وہی ہوگا جو ربا النسیئہ کا ہے...اور ربا النسیئہ کے حکم

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۱۳۲)

میں ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ ❶

مفتی سید اسرار الحق سبیلی کی رائے

المعہد الاسلامی حیدر آباد ہند کے شعبہ علمی کے رفیق مفتی سید اسرار الحق سبیلی صاحب نے کریڈٹ کارڈ کے بارے میں لکھا کہ اس کارڈ کے ذریعہ قرض کی رقم لینے کے بعد مقررہ مدت تک اگر رقم بینک کو ادا نہ کی گئی تو مدت گزر جانے کے بعد جو زائد رقم ادا کرنی ہوتی ہے اس کی حیثیت سود کی ہے۔ ❷

مولانا خورشید انور اعظمی کی رائے

جامعہ مظہر العلوم بنارس یوپی کے استاذ مولانا خورشید انور اعظمی صاحب کریڈٹ کارڈ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ مزید رقم کی ادائیگی کی صورت بھی شرعاً درست نہیں، اس لیے کہ اس میں قرض مشروط پایا جارہا ہے، جو ممنوع ہے، رہی مدت مقررہ کے اندر رقم ادا کرنے کی صورت تو وہ بظاہر درست ہے... لیکن اس سے بھی حتی الامکان بچنے کی ضرورت ہے، اس وجہ سے کہ آدمی عموماً قرض کی ادائیگی مقررہ مدت کے اندر نہیں کرپاتا اور سود کی لعنت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ ❸

مولانا برہان الدین سنبھلی کی رائے

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر وفقہ مولانا برہان الدین سنبھلی نے کریڈٹ کارڈ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے مقرر مدت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں اضافہ کی شرط فاسد

---

① (حوالہ سابق، ص: ۱۸۳،۱۸۵)

② (حوالہ سابق، ص: ۲۳۰)

③ (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۲۲۷)

کی وجہ سے عقد کو فاسد قرار دیا ہے۔ (1)

مولانا زبیر احمد قاسمی کی رائے

مولانا زبیر احمد قاسمی (بہار، ہندوستان) لکھتے ہیں کہ کریڈٹ کارڈ کا حصول اور اس کی بنیاد پر کاروبار وغیرہ وغیرہ ہمارے خیال مین اس لائق نہیں کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے، بلکہ اس کارڈ سے استفادہ کو مطلق ممنوع ہی کہا جائے، "دعوا الربا و الريبة" اور آکل ربا و موکل ربا وغیرہ سبھوں کے ملعون ہونے کی جو وعید شدید ہے اس کا تقاضہ یہی ہے، استقراض بالربح والی جزئی اجازت کو جس کی شرائط اپنی جگہ معلوم و مذکور ہیں، بنیاد بنا کر اس کریڈٹ کارڈ کے حصول اور اس سے استفادہ کو جائز نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (2)

مفتی جمیل احمد نذیری کی رائے

مفتی جمیل احمد نذیری (اعظم گڑھ) نے لکھا کہ کریڈٹ کارڈ بنوانا جائز نہیں، کیوں کہ اس کے ساتھ سودی معاملہ براہ راست جڑا ہوا ہے... معاملہ میں چوں کہ یہ بات شامل ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے پر اصل رقم سے زائد ادا کرنی ہوتی ہوگی، لہٰذا یہ معاملہ سودی معاملہ ہوا، خواہ مزید رقم دینی پڑے یا نہ دینی پڑے، بہرحال یہ شکل بھی جائز نہیں۔ (3)

مولانا عبد الجلیل قاسمی کی رائے

مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری پٹنہ کے قاضی مولانا عبد الجلیل قاسمی نے

---

(1) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۲۴۹)

(2) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۲۵۲)

(3) (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص:۲۵۷، ۲۵۸)

کریڈٹ کارڈ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اضافی رقم کو سود میں شمار کیا ہے۔ ❶

مولانا عبداللطیف پالنپوری کی رائے

مولانا عبداللطیف پالنپوری (گجرات) نے کریڈٹ کارڈ سے استفادہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر مقررہ مدت تک بینک کو یہ رقم ادا کردی گئی تو اگرچہ مزید کچھ دینا نہیں ہوتا، تاہم معاملہ میں یہ بات شامل ہے کہ مقررہ مدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اصل رقم سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی اور یہ سودی معاملہ ہے، جو جائز نہیں۔ ❷

جمہور علماء کی رائے

ان سب علماء کے علاوہ فقہ اکیڈمی کے اکثر اراکین اور پاکستان کے معتبر و معتمد علماء نے صلب عقد میں سود کے مشروط ہونے اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے والوں کی اکثریت کا سود میں مبتلاء ہونے کے تعامل کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب۔

آخر میں اللہ بزرگ و برتر کے حضور عاجزانہ دعا و التماس ہے کہ وہ ہمارے اس عمل کو خالص اپنی رضا کا سبب اور امت مسلمہ کو سود کی لعنت سے بچانے کا باعث بنادے اور میرے تمام اساتذہ کرام، والدین، دوست احباب اور پوری امت مسلمہ کے دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کا ذریعہ بنادے، آمین ثم آمین۔

اللھم أرنا الحق حقاً و ارزقنا الاتباع و أرنا الباطل باطلاً و ارزقنا الاجتناب.

---

❶ [illegible] ص: ۲۵۹)

❷ [illegible] مختلف کارڈ کے شرعی احکام

وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد و على آله الطيبين و أصحابه الطاهرين و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

❀❀❀

المصادر والمراجع

☆القرآن الكريم و علومه☆

☆- القرآن الكريم

☆- الدر المنثور للسيوطي، دار هجر، مصر.

☆- تفسير الطبري، دار هجر، مصر/دار المعرفة بيروت الطبعة الثالثة، ١٣٩٨ھ ١٩٧٨م.

☆- تفسير الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل، أبوالقاسم جار الله محمود بن عمر بن أحمد الزمخشري، دار الكتب العلمية.

☆الحديث الشريف و علومه☆

☆- الجامع الصحيح لأبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، دار الكتاب العربي، بيروت.

☆- السنن الكبرى لأبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، ط: ١٣٤٤ھ، مجلس دائرة النظامية، حيدر آباد، الهند.

☆- المستدرك على الصحيحين لأبي عبد الله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري، قديمى كراتشي.

☆- المصنف لأبي بكر عبدالله بن محمدبن أبي شيبه العبسي، المجلس العلمي، ١٣٢٧ه.

☆- المعجم الأوسط لأبي القاسم سليمان بن أحمدالطبراني، ت:طارق بن عوض الله الحسيني، ط:دارالحرمين، القاهرة، ١٤١٥ه.

☆- أوجزالمسالك إلى مؤطامالك لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي، مكتبه امداديه ملتان.

☆- بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، للسهارنفوري، مكتبه امداديه ملتان.

☆- تكملة فتح الملهم للشيخ المفتي محمد تقي العثماني، ، مكتبة دارالعلوم كراتشي، ١٤١٤ه.

☆- سنن ابن ماجه، لأبي عبدالله محمدبن يزيدالقزويني، دارالجيل، بيروت ١٤١٨ه.

☆- سنن الترمذي للإمام أبي عيسى محمدبن عيسى بن سورةالترمذي، دارالكتب العلمية، بيروت، ١٤٢١ه.

☆- سنن الدارقطني، أبوالحسن علي بن عمرالدارقطني، دارالمعرفة بيروت.

☆- سنن النسائي لأبي عبدالرحمن أحمدبن شعيب النسائي، دارالمعرفة، بيروت، ١٤٢٢ه.

☆- سنن أبي داؤد للإمام أبي داؤد سليمان بن الأشعث الأذدي السجستاني، دارإحياء التراث العربي، ١٤٢١ه.

☆- صحيح ابن حبان لأبي حاتم محمدبن حبان بن أحمدبن حبان الدارمي، ، مؤسسة الرسالة.

☆- صحيح مسلم لأبي الحسين مسلم بن حجاج بن مسلم القشيري، ط، دار السلام، الرياض، ١٤١٩ھ.

☆- صحيح مسلم مع شرح النووي، ايچ ايم سعيد كراتشي.

☆- فتح الباري للحافظ ابن حجر العسقلاني، قديمى كراتشي.

☆- مجمع الزوائد لنور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، دار الفكر، بيروت.

☆- مشكاة المصابيح للخطيب ولي الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله، التبريزي، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٤ھ/٢٠٠٣م.

☆- مؤطا الإمام مالك للإمام مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر بن الحارث الأصبحي، قديمى، كراتشي.

☆المراجع الفقهية☆

☆- اختلاف الفقهاء، عمربن جرير الطبري، دار الكتب العلمية.

☆- الا شباه والنظائر للسيوطي دارلكتاب العربي بيروت ط:١٩٨٧م.

☆- الاختيار لتعليل المختار، عبدالله بن محمود ابن مودود الموصلي الحنفي، دار الكتب العليمة بيروت، لبنان ١٩٩٨م.

☆- الاشراف على مذاهب أهل العلم، وزارة الاوقاف والشؤن

الإسلامية، قطر، الطبعة الثانية: ١٤١٤ ه‍ـ١٩٩٤م.

☆- التاج والاكليل لمختصر خليل على هامش مواهب الجليل، ط: ١، مصر مطبعة السعادت، ١٣٢٩ه‍.

☆- الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك، دار الكتب العلمية.

☆- العناية على الهداية مع الفتح، رشيديه.

☆- الفتاوى الهندية، دار احياء التراث العربي، بيروت ط: ١٩٨٦م.

☆- الكفاية على الهداية في ديل فتح القدير، رشيديه.

☆- اللباب في شرح الكتاب، عبدالغني الغنيمي الميداني، ، قديمى كراتشي.

☆- المبسوط، محمد بن أبي سهل السرخسي، دار الكتب العلمية بيروت، ١٩٩٤م.

☆- المغني لابن قدامة أبي عبدالله محمدبن أحمد، مكتبة الرياض الحديثية الرياض.

☆- الهداية للمرغيناني، مكتبة البشرى، كراتشي.

☆- بدائع الصنائع للكاساني، مكتبة رشيديه/ دار الكتب العربي/ دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الثانية ١٤٠٦ه‍-١٩٨٦م.

☆- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي، دار الكتب العلمية

☆- تحفة المحتاج بشرح المنهاج، دار الفكر بيروت.

☆- حاشية ابن عابدين، ايچ ايم سعيد كراتشي / دار الفكر بيروت.

☆- حاشية الخرشي على مختصر سيدي خليل، دار الكتب العلمية ط: ١، ١٩٩٧م.

☆- حاشية الدسوقي على الشرح الكبير دار الكتب العلمية بيروت.

☆- حاشية شهاب الدين أحمدبن سلام القليوبي على شرح جلال الدين على منهاج الطالبين للنووي.

☆- حاشيةالصاوي على الشرح الصغير على أقرب المسالك مع الشرح الصغير، دار الكتب العلمية.

☆- حجة الله البالغة، للشيخ الشاه ولي الله محدث الدهلوي رحمه الله، ط، زمزم پبلشرز كراتشي.

☆- شرح الزرقانى على مختصر الخليل، دار الفكر بيروت.

☆- شرح منتهى الإرادات، منصوبن يونس البهوتي، عالم الكتب بيروت.

☆- عقدالجواهرالثمينةفي مذهب عالم المدينة، جلال الدين عبدالله ابن شاس، دارالعرب الإسلامي.

☆- فتح القدير، دار احياء التراث العربي، بيروت.

☆- كشف القناع عن متن الإقناع، منصوبن يونس البهوتي، عالم الكتب بيروت.

☆- متن الغاية والتقريب في الفقه الشافعي، أحمدابن الحسين، ت دارن الحموي: ١٦٥، دارابن حزم بيروت ١٩٩٣م.

☆- مجلة الأحكام الشرعية على مذهب الإمام أحمدبن حنبل، أحمدبن عبدالله القاري.

☆- مختصر القدوري، أبوالحسين أحمدبن محمدالبغدادي القدوري، مؤسسة الريان، بيروت لبنان' ٢٠٠٥م.

☆- مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، محمدالخطيب الشربيني، دارالفكر.

☆- مواهب الجليل على مختصر سيدي خليل للمغربي، دار الكتب العلمية.

☆- نظام الحكومة النبوية المسمى ب"التراتيب الإدارية لعبدالحي الكتاني، دارالكتاب العربي، بيروت.

☆- نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج للرملي، دار احياء التراث العربي.

☆المراجع التاريخية☆

☆- البداية والنهاية لابن كثير، الحقانيه بشاور.

☆- تاريخ الطبري المعروف بتاريخ الأمم والملوك، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت.

☆- تاريخ الإسلام، للدكتور حسن إبراهيم، دارإحياء التراث العربي.

☆- دائرة المعارف لفريدوجدي، بيروت.

☆- فتوح البلدان للبلاذري، دار الكتب العلمية بيروت.

☆المراجع اللغوية☆

☆– الصحاح للجوهري، دار العلم للملايين، بيروت.

☆– المعجم الاقتصادي للدكتور جمال عبدالناصر، دار المشرق الثقافي، عمان، الاردن.

☆– المنجد في اللغة والإعلام، دار الشرق، بيروت.

☆– الموسوعة الحرة.

☆– الموسوعة العربية العالمية.

☆– تاج العروس للزبيدي، مطبعة حكومة كويت.

☆– لسان العرب لابن منظور الافريقي، قديمى كراتشي/دار الحديث، القاهرة.

☆– محيط المحيط لبطرس البستاني، مكتبة لبنان بيروت.

☆– معجم المصطلحات التجارية والتعاونية، أحمدذكي بدوي، دار النهضة العربية بيروت.

☆المراجع الاقتصادية والفقهية العامة والمجلات☆

☆– البطاقات الائتمانية، تعريفها و أخذالرسوم على إصدارها والسحب النقدي بها، للدكتورصالح بن محمدالفوزان، بحث منشور في مجلة مجمع

الفقه الإسلامي، جده.

☆- البطاقات البنكية الاقراضية والسحب المباشر من الرصيد للدكتور أبي سليمان عبدالوهاب، دار القلم دمشق ٢٠٠٣م، ١٤٢٤هـ.

☆- البطقات الدائنة، تاريخهاوتعاريفهاوتوصيفهاومزاياها وعيوبها لمحمدبن سعودبن محمدالعصيمي، دارابن الجوزي السعودية، ١٤٢٤هـ.

☆- التقابض في الفقه الإسلامى وأثره على البيوع المعاصرة، دار النقاش الأردن.

☆- الجوانب الشرعية والمصرفية والمحاسبة لبطاقات الائتمان، محمدعبدالحليم عمر، ايتراك للنشروالتوزيع، مصر، ١٩٩٧ء م.

☆- الدينار الإسلامي في المحتف العراقي للنقشبندي، بغداد.

☆- العمليات الشغلية والإطار القانوني، بطاقات الائتمان، عبدالقادر عطر، مجلة البلغاء، للبحوث والدراسيات الاردن، ع:١، ١٤١٥ھ.

☆- القرض المصرفي للدكتورمحمدعلي البناء، دار الكتب العلمية بيروت.

☆- المعاملات المالية المعاصرة في ضوء الفقه والشريعة، محمدرواس قلعة جي، دار النفائس، بيروت، لبنان سنہ ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩ء.

☆- المعايير الشرعية، للهيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية للإسلامية، المنامه، بحرين.

☆- النظام القانوني لبطاقة الائتمان، فداء يحيى أحمدالحمود، دار الثقافة، عمان (١٩٩٩ء م.

☆- النظرية الاقتصادية، أحمد جامع، دار النهضة العربية، القاهرة.

☆- النقود البنكية لعبد المنعم مبارك، مركز الاسكندريه للكتاب: ١٩٩٥م.

☆- بحث عبدالرحيم بن صالح الأطرم، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع: ١٥.

☆- بحث عن بطاقات الائتمان المصرفية والتكييف الشرعي المعمول به، مركز تطوير الخدمة المصرفية، بيت التمويل الكويتي.

☆- بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي لفتحي شوكت مصطفى عرفات، جامعة النجاح الوطنية، نابلس فلسطين، ٢٠٠٧م.

☆- بطاقات الائتمان المصرفيه بين التكييف الشرعي والضرورة المالية للاكتور حسين حسين شحاته، مصر.

☆- بطاقات الائتمان الإسلامية لمحمد الهمزاني، الرياض.

☆- بطاقات الائتمان للدكتور محمد على القري بن عيد، بحث منشور في مجلة المجمع الفقه الإسلامي بجده.

☆- بطاقات الائتمان للدكتور وهبة مصطفى الزحيلي، بحث ومحاظرة ألقاها الدورته الخامس عشر في مسقط (سلطنة عمان) سنة ٢٠٠٤م.

☆- بطاقات الوفاء، رضوان فايز، المطبعة العربية بالقاهرة: سنة ١٩٩٠م.

☆- بطاقة الائتمان بحث الدكتور الصديق محمد الأمين الضرير، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع١٢، سنة ١٤٢١ه.

☆- بطاقة الائتمان لأبي زيد بكر بن عبدالله، الطبعة الثانية ١٣١٧ه،

السعودية.

☆- بطاقة الائتمان، دراسة شرعية عملية موجزة للدكتور رفيق المصري، مركز الاقتصاد الإسلامي، جامعة الملك عبدالعزيز بجده، والبحث منشورفي مجلة مجمع الفقه الإسلامي بجده.

☆- تأملات في بطاقات الصرف الآلي لعبد الله بن عبد الحميد الفلاسى، مجلة مجمع الفقه الإسلامي.

☆- حكم البطاقات الائتمانية للدكتور محمدمحروس الأعظمي، بحث مقدم إلى مجمع الفقه الإسلامي في الهند: ١٤٢٦هـ.

☆- شركة المساهمة في النظام السعودي، للدكتور المزروقي.

☆- ضوابط البطاقات الائتمانية للهيئة الشرعية ببنك البلاد.

☆- عمليات البنوك من الوجهة القانونية، علي جمال الدين عوض، دار النهضة العربية بالقاهرة: ١٩٨١م

☆- فقه المعاملات المالية المعاصرة، لسعد بن تركي، المكتبة الشاملة الالكترونية.

☆- قضايافقيهية معاصرة في المال والاقتصاد، بحث الدكتور حمادنزيه، دار القلم دمشق/مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع٢ ١، الدورة: ١٢، ١٤١٢هـ، ٢٠٠٠م.

☆- مجلة مجمع الفقه الإسلامي، جده.

☆- موسوعة المصطلحات الاقتصادية والإحصائية، عبدالعزيزفهمي هيكل، دار النهضة العربية، لبنان بيروت.

☆- بطاقة الائتمان وتكييفها الشرعي للدكتور عبد الستار أبي غده، ، بحث منشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي، جده.

☆- المعايير الشرعية، املائی افادات للشيخ محمد تقي العثماني، سنه ١٤٢٠ھ

☆اردو مصادر و مراجع☆

☆- اسلام اور جدید معاشی مسائل اور شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، مکتبہ دار العلوم کراچی۔

☆- اسلام اور جدید معاشی مسائل، مکتبہ دار العلوم کراچی۔

☆- اسلام کا اقتصادی نظام، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی،، دہلی۔

☆- اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نور محمد غفاری، شیخ الہند اکیڈمی کراچی۔

☆- اسلام کے معاشی نظریے، ڈاکٹر یوسف الدین، حیدرآباد، دکن۔

☆- اسلام وجدید معیشت وتجارت، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

☆- اسلامی کا معاشی نظام، ڈاکٹر محمد آدم ایڈوکیٹ، ادارہ فروغ ادب کراچی۔

☆- اسلامی معاشیات کے مصادر و مراجع، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۱۹۹۴ء۔

☆- القاموس الاصطلاحی، مولانا وحید الزمان کیرانوی، دار الاشاعت۔

☆- انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا۔

☆- انعام الباری مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مکتبہ الحراء کراچی۔

☆- [illegible] حکیم الامت، تالیفات اشرفیہ ملتان۔

☆- بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، فقہ اکیڈمی، انڈیا، دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۸ء۔

☆- تجارت کے اسلامی اصول وضوابط، ڈاکٹر نور محمد غفاری، شیخ الہند اکیڈمی کراچی۔

☆- جدید تجارتی شکلیں، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی۔

☆- جریدہ [۳۷]: ۹/۲۴۷-۲۴۱/۷، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی ۲۰۰۶ء۔

☆- سود پر تاریخی فیصلہ، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۱۴۲۹ھ۔

☆- سودی بنکاری اور اسلامی بنکاری، مفتی نذیر احمد، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع۔

☆- سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی نیشنل فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

☆- شیئرز اور کمپنی، مولانا ابوبکر قاسمی صاحب۔

☆- شیئرز کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام، مفتی عمیر عادل خان، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع۔

☆- فقہی مقالات، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

[illegible] مولانا خالد [illegible] رحمانی، زمزم پبلشرز کراچی۔

[illegible] چی۔

☆- کریڈٹ کارڈ، تاریخ 'تعارف' شرعی حیثیت، ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، اسکالرز اکیڈمی، کراچی۔

☆- مروجہ تکافل کا جائزۃ، مفتی محمد راشد ڈسکوی، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی، غیر مطبوع۔

☆- معارف القرن، مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (۱۴۲۲ھ) ط، ادارۃ المعارف، کراچی۔

☆- معارف القرن، مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (۱۴۲۲ھ) ط، مکتبہ المعارف، شہداد پور، سندھ۔

☆- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، ڈاکٹر نور احمد غفاری، شیخ الہند اکیڈمی، کراچی۔

☆- یورپ کے تین معاشی نظام، اداراۃ المعارف کراچی۔

☆- The Concise Oxford Dictionoey(Printed in U.S.A Cretid Card PO272